

سان ہوی پر 12 ایمان ہر

علمی مقالات

محقق البصر حضرت مولانا

مفتی محمد شمس الدین قادری

جلد سوم

کتابخانہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

مقالات کے نام

۱۔ نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد لینا

۴۸۵۵

(اہل سنت کا موقف نہ کہ اہل بدعت کا)

۲۔ رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ

۶۸۵۴۹

۳۔ درود و سلام کی فضیلت

۱۰۴۵۶۹

۴۔ تحفہ درود و سلام

۱۳۶۵۱۰۵

۵۔ حدیث توسل آدم علیہ السلام

۱۸۲۵۱۳۷

ہرگز موضوع نہیں

علمی مقالات

مصطفیٰ محمد خان قادری

محمد قاروق قادری

اسلامک کمپوزنگ سنٹر

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

432

اپریل 2011ء

نام کتاب

تصنیف

اہتمام

کمپوزنگ

ناشر

جلد سوم صفحات

اشاعت اول

ملنے کے پتے

☆ فریڈ بک سٹال اردو بازار لاہور - ☆ فیضان القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ عسکری پارک کراچی ☆ مکتبہ برکات الدین بہادر آباد کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ مکتبہ نیاسیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربارہ کیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربارہ کیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ اسلامیہ لاہور
☆ مکتبہ دارالعلوم دربارہ کیٹ لاہور ☆ مکتبہ نورینہ ضوینہ بخش روڈ لاہور
☆ مکتبہ قادریہ دربارہ کیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ بخش روڈ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربارہ کیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربارہ کیٹ لاہور
☆ مکتبہ حنیف بخش روڈ لاہور ☆ مکتبہ مسلم کلبی دربارہ کیٹ لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور - 1، میلاد شریعت گلشن رحمان ٹھوکر نواز بیگ لاہور

042, 35300353... 0300.4407048

۶۔ ارض خدا ملکیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۱۸۳ تا ۲۱۸۴

۷۔ مسئلہ ترک (کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی عمل کو

ترک کرنا حرام ہونے کی دلیل ہے) ۲۶۸۵ تا ۲۶۸۶

۸۔ آثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں

۲۸۶۵ تا ۲۸۶۶

۹۔ اسلام اور خدمت خلق

۳۱۰۵ تا ۳۱۰۷

۱۰۔ مولانا عبدالحی لکھنوی کی

۳۳۳۵ تا ۳۳۳۷

حیات و خدمات

۳۰۲۵ تا ۳۰۲۷

۱۱۔ کیا سنگ مدینہ کہلانا جائز ہے؟

۱۲۔ المقالة المرضیة فی الرد علی

۴۱۰۵ تا ۴۱۰۷

من ینکر الزیارة المحمدیة

اہم نوٹ: تفصیلی فہرست کتاب کے آخر میں ملاحظہ کیجیے!

مضمون: نور کا نور محسوس ہونا

خدا را ادھاندی نہ کرو

نور سے ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا

اہلسنت کا موقف ہے نہ کہ اہل بدعت کا

تحریر: مفتی محمد خان قادری

حکومت سعودیہ کی طرف سے اردو غواص چنانچہ کو قرآن کریم کا جو مترجم نسخہ دیا جاتا ہے اس کے مترجم محمد جونا گڑھی اور اس کے بھتیجے حافظ صلاح الدین یوسف ہیں۔ کاش حکومت سعودیہ امت میں اختلاف و نزاع پیدا کرنے والا لٹریچر چنانچہ میں تقسیم کرنے کی بجائے امت کے مسئلہ علماء کے کتب کے درست اور معیاری تراجم کی اشاعت کا فریضہ نبھاتی کیونکہ وہ تمام عالم اسلام کا مرکز ہے مثلاً اگر امام جلال الدین سیوطی (911ھ) کی تفسیر جلالین کا ترجمہ شائع کیا جائے تو حصول مقاصد کے ساتھ ساتھ امت میں موجود اختلاف و نزاع بھی ختم کیا جاسکتا ہے۔ اس حکومتی ترجمہ میں نزاع و اختلاف کی ایک مثال درج ذیل ہے۔ جس کا ہم علمی جائزہ لے رہے ہیں۔

ارشاد الہی..... لَدِ جَاءِ كَمِ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كَسْبِ مِیْنِ..... کے تحت موصوف بھٹی نے یہ تفسیری حاشیہ لکھا ہے۔

نور اور کسب مبین دونوں سے مراد قرآن کریم ہے۔ ان کے درمیان واو، مغایرت مصداق نہیں مغایرت معنی کے لیے ہے اور یہ عطف تفسیری ہے۔ جس کی واضح دلیل قرآن کریم کی آیت ہے جس میں کہا جا رہا ہے۔ یٰٰہٰدِیْ بِہِ اللّٰہِ کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے اگر نور اور کتاب یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہوتیں تو الفاظ یٰٰہٰدِیْ بِہِما اللّٰہِ ہوتے یعنی اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعے ہدایت فرماتا ہے۔ قرآن کی اس نص سے ظاہر ہو گیا ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد ایک ہی چیز یعنی قرآن کریم ہے۔ یہ نہیں کہ نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب سے قرآن مجید مراد ہے جیسا کہ وہ اہل بدعت باور کراتے ہیں۔ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت نُورٌ مِنْ نُورِ اللّٰہِ کا مفید، کثر

دکھا ہے۔ اور آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح اس خاتمہ ساز عقیدے کے اثبات کے لیے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور سے ساری کائنات پیدا کی۔ حالانکہ یہ حدیث، حدیث کے کسی بھی مستند مجموعے میں موجود نہیں ہے علاوہ ازیں یہ اس صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے۔ جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا۔ "إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ" یہ روایت ترمذی اور ابوداؤد میں ہے۔ محدث البانی لکھتے ہیں (ملاحضت ص ۱۷۲) وَهُوَ مِنَ الْأَدْلَةِ الظَّاهِرَةِ عَلَى بَطْلَانِ الْحَدِيثِ الْمَشْهُورِ (أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورَ نَبِيِّكَ يَا جَبَّارُ) (تعلیقات مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۳۴)

مشہور حدیث جاہد کہ اللہ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، باطل ہے۔ (ترجمہ القرآن الکریم، ۲۹۱، ۲۹۲)

اس عبارت میں انھوں نے صریح ذیل باتیں کہیں ہیں۔

- ۱- نور اور کتاب دونوں سے ایک ہی چیز (قرآن کریم) مراد ہے۔
- ۲- نور سے حضور ﷺ کی ذات اقدس مراد نہیں۔
- ۳- بلکہ نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لینا اہل بدعت کا طریقہ ہے۔
- ۴- اوّل ماخلق اللہ نوری کا کوئی ثبوت نہیں۔
- ۵- یہ روایت احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے مسترد کر دینی چاہیے۔
- ۶- اور محدث البانی کے قول کو حجت مانا جائے۔
- ۷- نور ماننے والے بشریت کا انکار کرتے ہیں۔

حقائق کے خلاف بلکہ دھاندلی

محترم حافظ صاحب نے جتنی باتیں کہیں ہیں وہ سب حقائق کے خلاف ہیں جو کسی عالم کے شایان شان ہی نہیں۔ تقابیر کا مطالعہ رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے۔ موصوف نے خلاف واقع لکھتے ہوئے کس قدر دھاندلی سے کام لیا، یہ دھاندلی پڑھ کر نہایت ہی دکھ و توجہ ہوا کہ تمام اہل سنت مفسرین کی تصریحات کی موجودگی میں اس مسئلہ پر یہ لکھا جا رہا ہے تو باقی مسائل کا کیا حال ہو گا؟ یہاں اہل سنت کے موقف کو اہل بدعت اور اہل بدعت (مستزاد) کے موقف کو اہل سنت کا موقف قرار دے دیا گیا ہے۔

ہم اس مقالہ میں کچھ حقائق سامنے لانا چاہتے ہیں اگر ہم نے کسی جگہ بددیانتی یا دھاندلی سے کام لیا ہو تو کوئی بھی اس کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ یاد رہے جس طرح آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کفر ہے اسی طرح حضور ﷺ کو مطلقاً کسی طرح بھی نور نہ ماننا بھی کفر ہے۔ یعنی نور معنوی ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔

اہل سنت کا موقف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

قد جاءكم من الله نور وكتاب
(المائدہ ۱۵) یقیناً تمہارے پاس آگیا اللہ کی

مستزاد (اہل بدعت) کے علاوہ مفسرین کی اکثریت نے نور سے حضور ﷺ کی ذات اقدس اور کتاب میں سے قرآن مجید مراد لیا ہے بلکہ اسی قول کو بخیر و قوی بھی قرار دیا ہے۔ جبکہ دوسرے قول کو خیف اور غیر بخیر کہا ہے۔

نور سے مراد ذات محمدی ﷺ

آئیے ہم چودہ صدیوں میں لکھی جانے والی تقابیر سے ترتیب وار کچھ حوالہ جات بیہتم نقل کیے دیتے ہیں تاکہ مسئلہ آشکار ہو جائے کہ اہل سنت کا اس بارے میں کیا موقف ہے؟

حضرت ابن عباس (ت، ۷۸)

سب سے پہلے ترجمان القرآن صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے ملاحظہ کر لیجئے۔

قد جاءكم من الله نور ورسول یعنی
محمد صلی اللہ علیہ وسلم و
کتاب مبین بالحلال والحرام
(بہدہدی بد) بمعهد والقرآن (کتبہ
المقباس من تفسير ابن عباس ۱۱۹)

(یقیناً تمہاری طرف اللہ کی طرف سے نور آیا)
رسول مراد محمد ہیں (اور کتاب مبین) جو حلال و
حرام واضح کرتی ہے (ہدایت دیتا ہے اس کے
ساتھ) یعنی محمد اور قرآن کے ساتھ۔

امام محمد بن جریر طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

يقول جل ثناؤه لهؤلاء الذين خاطبهم من اهل الكتاب قد جاءكم يا اهل التوراة والانجيل من الله نور يعني بالنور محمدا صلى الله عليه وسلم الذي انار الله به الحق واطهر به الاسلام و محقق به الشرك فهو نور لمن استسنا به بين الحق ومن انارته الحق بيينه لليهود كثيرا مما كانوا يخفون من الكتاب وقوله (وكتاب مبين) يقول جل ثناؤه قد جاءكم من الله تعالى النور الذي انار اكتم به معالم الحق (وكتاب مبين) يعني كتابا فيه بيان ما اختلفوا فيه بينهم من توحيد الله وحلاله وحرامه وشرائع دينه وهو القرآن الذي انزل على نبينا محمد صلى الله عليه وسلم بين للناس جميع ما بينهم الحاجة اليه من امر دينهم وبوضحه لهم حتى يعرفوا حقه من باطله.

الله جل ثناؤه اهل كتاب سے مخاطب ہوئے فرماتا ہے کہ اے اصحاب تورات وانجیل تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آچکا ہے۔ نور سے مراد اوست محمدی ہے ان کی وجہ سے اللہ حق کو روشن کرے گا اور اسلام کو ظاہر فرمائے گا اور شرک مٹائے گا تو وہ اس کے لیے نور ہیں۔ جو ان سے نور حاصل کرے گا وہ حق کی وضاحت کریں گے اور ان کے حق کو روشن و واضح کرنے کی ایک مثال یہ ہے کہ انھوں نے یہودیوں کے سامنے کتاب کی متعدد باتیں کھول دیں جن کو وہ پھپھایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد (و کتاب مبين) اللہ جل ثناؤه فرماتا ہے کہ تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ نور آچکا ہے جس کی وجہ سے اس نے تمہارے لیے حق جاننے کے مقامات روشن کر دیے ہیں اور کتاب مبين یعنی کتاب جس میں ان کے مابین اختلافی مسائل کا بیان ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا توحید، حلال و حرام اور دینی مسائل اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔ محمد ﷺ لوگوں کے لیے ان کے تمام دینی مسائل کی وضاحت فرماتے ہیں جن کے وہ محتاج ہیں تاکہ وہ حق و باطل کی معرفت حاصل کر سکیں۔

۳۔ امام ابواللیث سمرقندی (ت ۳۹۳) کی رائے

امام ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی اسی ارشاد گرامی کے تحت رقمطراز ہیں۔

يعني ضياء من الضلالة وهو محمد ﷺ والقرآن والنور هو الذي بين الاشياء ويرى الابصار حقيقتها فيسمى القرآن لنور الا انه يقع في القلوب مثل النور لانه اذا وقع في قلبه يصير به لم قال (وكتاب مبين) يعني القرآن بين لكم الحق من الباطل.

یعنی گمراہی سے بچانے کے لیے روشنی اور وہ محمد ﷺ اور قرآن ہیں اور نور وہی ہوتا ہے جو اشیاء کی وضاحت کرتا ہے اور آنکھوں کو اشیاء کی حقیقت دکھاتا ہے۔ قرآن کو نور اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دلوں میں نور کی طرح وقوع پذیر ہوتا ہے اس لیے کہ جب وہ دل میں وقوع پذیر ہوتا ہے تو دل کو اس کی وجہ سے بصیرت ملتی ہے۔ پھر فرمایا (و کتاب مبين) یعنی قرآن مجید جو تمہارے لیے حق و باطل کی وضاحت کرتا ہے۔

۴۔ امام ابوالحسن ماوردی (ت ۳۵۰) کی رائے

امام ابوالحسن علی بن ماوردی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

في النور فاولاها احدهما نور كالمعلق دوتا دہلیس ہیں (۱) محمد ﷺ اور محمد ﷺ وهو قول الزجاج الثاني یہ امام زجاج کا قول ہے۔ (۲) قرآن اور یہ القرآن وهو قول بعض المتأخرين بعض متاخرین کا قول ہے۔

(النكت والعيون، ۲۲، ۲)

اہم نوٹ، یہاں ان کے الفاظ نہایت قابل توجہ ہیں کہ نور سے قرآن مراد لینا بعض متاخرین کا قول ہے۔

۵۔ امام واحدی (ت ۳۶۸) کی تفسیر

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی کے الفاظ میں۔

(قد جاءكم من الله نور) یعنی (قد جاءكم من الله نور) (و کتاب مبين) قرآن، قرآن میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس میں تم اختلاف کرتے ہو (اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) یعنی کتاب مبين کے ذریعے۔

(النسب، ۱۳۱، ۱)

(الوجيز، ۳۱۳، ۱)

ضياء من الضلالة وهدى يعنى الاسلام وقال قتاده يعنى النبى صلى الله عليه وسلم وهو اختيار الزجاج قال النور محمد صلى الله عليه وسلم (وكتاب مبين) يعنى القرآن فيه بيان ما يختلفون فيه (ببهدى به الله) اى بالكتاب المبين. (الوسيط، ۲، ۱۶۸) کتاب مبين کے ذریعے۔

۶۔ امام ابو اسحاق ثعلبی (ت، ۳۲۷)

امام ابو اسحاق احمد ثعلبی نے تفسیر ان الفاظ میں کی ہے۔ (قد جاءكم من الله نور) یعنی (قد جاءكم من الله نور) سے مراد محمد ﷺ (وكتاب مبين) اور بعض نے کہا (وكتاب مبين) بین وقیل مبين وهو وضاحت کرنے والی اور اس سے مراد قرآن القرآن۔ (الكشف والبيان، ۳، ۳۹) ہے۔

۷۔ امام ابو محمد بغوی (ت، ۵۱۶)

امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی نے نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لیے ہوئے لکھا۔

یعنی محمد ﷺ وقیل الاسلام (وكتاب مبين)

ای بین وقیل مبين وهو القرآن. نور سے مراد محمد ﷺ ہیں اور بعض نے کہا (معالم التنزيل، ۲، ۲۲) اسلام (وكتاب مبين) واضح بعض نے کہا وضاحت کرنے والی اور اس سے مراد قرآن ہے۔

۸۔ امام ابن عطیہ اندلسی (ت، ۵۳۳)

امام ابو محمد عبد الحق بن عطیہ اندلسی نور اور کتاب کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ بحتمل ان یؤید محمد ﷺ اس بات کا احتمال ہے کہ ان الفاظ سے اللہ والقرآن وهذا هو ظاهر اللفاظ. تعالیٰ کی مراد محمد ﷺ اور قرآن ہوں الفاظ کا (المحجور الوجوز، ۲، ۱۷۱) ظاہر اس احتمال کا مؤید ہے۔

۹۔ امام ابن جوزی (ت، ۵۹۷)

امام جمال الدین عبدالرحمن بن جوزی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔

قال قتاده يعنى بالنور محمد ﷺ قتاده نے کہا اللہ تعالیٰ کی نور سے مراد محمد ﷺ وقال غيره هو الاسلام فانما الكتاب کی ذات ہے اور ان کے علاوہ کچھ لوگ اسلام المبين فهو القرآن. مراد لیتے ہیں۔ یہی کتاب مبين تو اس سے (زاد السیر، ۲، ۱۸۷) مراد قرآن ہے۔

۱۰۔ مفسرین کے سربراہ امام رازی (ت، ۶۰۶) کی تفسیر

امام المفسرین حضرت فخر الدین رازی کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

فيه الوال الاول المراد بالنور اس میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) نور سے مراد محمد ﷺ و بالكتاب القرآن محمد ﷺ اور کتاب سے مراد قرآن۔ (۲) نور والثانی ان المراد بالنور الاسلام سے مراد اسلام اور کتاب ہے مراد قرآن۔ وبالكتاب القرآن الثالث النور (۳) نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن لیکن والكتاب هو القرآن وهذا ضعيف یہ قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ عطف، معطوف لان العطف يوجب المغایرة بین المعطوف والمعطوف علیہ اور محمد ﷺ، اسلام اور قرآن کو نور کہنا واضح ہے۔ اس لیے کہ نور ظاہری وہ ہوتا ہے جس کے ذریعے آگہ ظاہری اشیاء کے ادراک پر

الظاهر هو الذي يتقوى به البصر
على ادراك الاشياء الظاهرة
والنور الباطن ايضاً هو الذي يتقوى
به البصيرة على ادراك الحقائق
والمعقولات (يهدي به الله) اي
بالكتاب المبين.

قوت حاصل کرتی ہے اور نور باطن بھی وہ ہوتا
ہے جس کے ذریعے بصیرت حقائق و معقولات
کے ادراک پر قوت حاصل کرتی ہے۔ (اللہ
تعالیٰ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) یعنی
کتاب مبین کے ذریعے۔

(مفاتیح الغیب، جز ۱۱، ج ۳۲)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

سمى الرسول نوراً قد جاءكم من
الله نور وكتاب مبين.

اللہ تعالیٰ نے رسول کو نور کہا جیسا کہ قد جاء
کم من اللہ نور و کتاب مبین میں ہے۔

(ایضاً ۲، ۲۶۳)

امام کی گفتگو سے چند چیزیں نہایت ہی آشکار ہیں۔

- 1- نور اور کتاب سے الگ الگ اشیاء مراد ہونی چاہئیں کیونکہ عطف ان میں تباہی کا
نقضاء کرتا ہے یعنی الفاظ آیت کا تقاضا یہی ہے کہ ان سے مراد الگ الگ ہو۔
- 2- ان دونوں سے قرآن مراد لینا مختار قول نہیں بلکہ ضعیف ہے۔
- 3- مختار قول یہی ہے کہ نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد ہے۔

امام سلمی شافعی (ت ۶۶۰)

سلطان العلماء امام عزالدین عبدالعزیز سلمی شافعی نے امام اللوردی کی تفسیر النکت
والعیون کا اختصار کیا ہے۔ اس میں رقمطراز ہیں۔

(نور) محمد ﷺ او القرآن العزیز.

(تفسیر القرآن ۱۲۶۰)

امام قرطبی (ت ۶۷۱) کی رائے

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی کے الفاظ تفسیر یہ ہیں۔

ان سیاء قبل الاسلام وقيل محمد
عليه السلام عن الزجاج (وكتب
مبين) اي القرآن لانه بين الاحكام
(الجامع لاحكام القرآن، جز ۱،
وضاحت کرتی ہے۔

یعنی روشنی بعض نے کہا اسلام اور بعض نے کہا
محمد ﷺ زجاج سے یہی معقول ہے (و کتاب
مبین) ای القرآن لہذا بین الاحکام
(الجامع لاحکام القرآن، جز ۱،
وضاحت کرتی ہے۔

(۱۱۵)

۱۳۔ امام بیضاوی (ت ۶۸۵) کی رائے

قاضی ناصر الدین عبداللہ بن محمد بیضاوی رقمطراز ہیں۔

يعني القرآن لانه الكاشف لظلمات
الشك والضلال والكتاب
الواضح الاعجاز وقيل يريد بالنور
محمد ﷺ. (انوار العقول ۲، ۳۰۷) ذات۔

یعنی القرآن لہذا الکاشف لظلمات
الشک والضلال والکتاب
الواضح الاعجاز وقیل یرید بالنور
محمد ﷺ۔ (انوار العقول ۲، ۳۰۷) ذات۔

۱۳۔ امام نسفی (ت ۷۱۰)

امام عبداللہ بن احمد نسفی نے تقریباً یہی بات تحریر کی ہے۔

يريد القرآن لكشفه ظلمات
الشرك والشك ولا ياتنه ما كان
مخافها على الناس من الحق اولا نه
ظاهر الاعجاز او النور محمد ﷺ
لانه يهدي به كما سمي سراجا
(يهدي به الله) اي بالقرآن.
(مدارك التنزيل، ۲۷۸، ۲۷۹) ذریعے ہدایت دیتا ہے) یعنی قرآن کے
ذریعے۔

یرید القرآن لکشفہ ظلمات
الشک والشک ولا یاتنه ما کان
مخافها علی الناس من الحق اولاً نہ
ظاهر الاعجاز او النور محمد ﷺ
لانه یہدی بہ کما سُمی سراجاً
(یہدی بہ اللہ) ای بالقرآن۔
(مدارک التنزیل، ۲۷۸، ۲۷۹) ذریعے ہدایت دیتا ہے) یعنی قرآن کے
ذریعے۔

۱۵۔ امام خازن (ت ۷۲۵)

امام علاء الدین علی بن محمد بغدادی القاذن کی سنیے۔ نور سے مراد واضح کرتے

ہوئے رقطراز ہیں۔

یعنی محمد ﷺ انما سماء اللہ نوراً لانه یہدی بہ کما یہدی بالنور فی الظلام وقیل النور هو الاسلام (و کتاب مبین) یعنی القرآن (یہدی بہ اللہ) یعنی یہدی اللہ بالکتاب المبین (لیاب التاویل، ۱، ۴۷۷) اللہ تعالیٰ کتاب مبین کے ذریعے ہدایت دیتا ہے۔

۴۔

۱۶۔ شیخ ابن تیمیہ (ت، ۷۲۸)

شیخ النبی الدین احمد بن تیمیہ اس آیت مقدسہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔
قبل النور هو محمد ﷺ وقیل هو بعض نے کہا نور سے مراد محمد ﷺ اور بعض الاسلام (مجموعۃ الفتاوی، ۷، ۹۰) نے کہا اسلام۔

۱۷۔ امام نظام الدین نیشاپوری (ت، ۷۲۸)

امام نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لیتے ہوئے رقطراز ہیں۔

محمد ﷺ او الاسلام (و کتاب مبین) هو القرآن لا بانہ ماکان خالقاً علی الناس من الحق و یحتمل ان یکون النور و الکتاب هو القرآن والمعاثرۃ اللفظیۃ کالیۃ بین المعطوفین۔

۴۔

(غرائب القرآن، ۲، ۵۱۶)

۱۸۔ امام ابو حیان اندلسی (ت، ۷۵۳)

امام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف ابو حیان اندلسی نے ان الفاظ سے تفسیر کی ہے۔
قبل هو القرآن سماء نور الکشف بعض نے کہا اس سے مراد قرآن ہے اللہ نے ظلمات الشوک والشک اولانہ ان کا نام نور رکھا اس لیے کہ وہ شک و شرک کی ظاہر الاعجاز وقیل النور الرسل ظاہر معجزہ ہیں۔ بعض نے کہا نور سے مراد وقیل الاسلام (البحر المحیط، ۳، ۳۳۸) رسول اور بعض نے کہا اسلام۔

۱۹۔ شہاب الدین خفاجی (ت، ۱۰۶۹)

قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی، امام بیضاوی کے الفاظ تفسیر کی وضاحت میں رقطراز ہیں۔

(یعنی قرآن) فعلى هذا النور والکتاب واحد و تسمیۃ نوراً لکشفه و اظہاره طرق الہدی والیقین..... وعلى تفسیر النور بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم لظہوره بالمعجزات و اظہاره للحق لان المراد بهما واحد علی التفسیر الاول للنور و کونهما کالو احد لاتحاد ما بینہما علی التفسیر الثانی۔ (عیانہ القاضی علی بیضاوی، ۳، ۳۳۳)

۲۰۔ علامہ حنفی (ت، ۱۱۳۷)

علامہ اسماعیل حنفی نے بھی نور سے دونوں چیزیں مراد لی ہیں۔

المراد بالنور والكتاب نور اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے
 هو القرآن..... وقيل المراد بالاول المراد اول سے مراد رسول اور مائی سے مراد
 هو الرسول ﷺ وباللہی القرآن (اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا
 (یہدی بہ اللہ) وحد الضمیر لان ہے) ضمیر واحد کی لائی گئی اس لیے کہ دونوں
 المراد بهما واحد بالذات اولانہما سے مراد بالذات ایک شی ہے یا اس لیے کہ
 لم ی حکم الواحد لان المقصود دونوں واحد کے حکم میں ہیں۔ اس لیے کہ
 منہما دعوة الخلق الی الحق دونوں کا مقصود خلق کو حق کی دعوت دینا ہے۔
 احدهما رسول الہی والاخر ان میں سے ایک رسول الہی جبکہ دوسرا اس کا
 معجزہ۔ (روح البیان، ۲/۴۳۷) مجزہ ہے۔

۲۱۔ شیخ مہدی (ت: ۱۳۲۳)

علامہ ابوالحسن احمد بن مہدی کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

عطف تفسیر فانور هو الكتاب یہ عطف تفسیری ہے نور سے مراد
 المبین او النور محمد علیہ الصلاۃ بھی کتاب مبین ہی ہے یا نور سے مراد محمد ﷺ
 والسلام کی ذات ہے۔

(البحر المہید، ۲/۱۰۷)

۲۲۔ امام ثعلبی ماکلی (ت: ۸۷۵)

امام عبدالرحمن بن محمد ثعلبی ماکلی کے الفاظ میں۔

(قد جاء کم من اللہ نور) هو (قد جاء کم من اللہ نور) نور سے مراد
 محمد ﷺ (وكتاب مبین) هو محمد ﷺ ہیں (وكتاب مبین) اس سے مراد
 القرآن و یحصل ان برید موسیٰ قرآن ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ نور سے مراد
 علیہ السلام والتوراة والاول هو موسیٰ ہوں اور کتاب مبین سے مراد تورات ہو۔
 ظاہر الایۃ وهو مظهر آیت کے ظاہری کا تقاضا پہلا احتمال ہے اور

(جواهر الحسان فی سیر القرآن، ۲/۳۶۵) یہی اظہر وحقار ہے۔

۲۳۔ قاضی یانی پتی (ت: ۱۲۲۵)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

(نور) یعنی محمد ﷺ او الاسلام (نور) مراد محمد ﷺ یا اسلام (وكتاب مبین)
 (وكتاب مبین) الاحکام اورین احکام کی وضاحت کرنے والی یا ظاہر معجزہ اور
 الاعجاز وهو القرآن و جاز ان وہ قرآن ہے اور عطف تفسیری بھی جائز ہے۔
 یكون العطف تفسیر یا وسمی محمد ﷺ اور قرآن کو نور کہا گیا اس لیے کہ
 محمد ﷺ والقوان نور الکوئہما دونوں کفر کی تاریکیوں کو دور کرنے والے
 کاشفین لظلمات الکفر (یہدی بہ ہیں۔) (اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے)
 اللہ) وحد الضمیر لان المراد بهما واحد کی ضمیر لائی گئی اس لیے کہ دونوں سے
 امار احد او کو احد فی الحکم مراد یا تو ایک ہے یا حکم میں ایک کی طرح

(المظہری، ۳/۶۷) ہیں۔

۲۴۔ امام صاوی (ت: ۱۳۳۱)

امام احمد بن محمد صاوی ماکلی، امام سیوطی کے الفاظ ہو نور النبی ﷺ (نور سے نور
 نبی مراد ہے) کے تحت لکھتے ہیں۔

ای وسمی نوراً لانه ينور البصائر یعنی ان کو نور کہا گیا اس لیے کہ وہ بصیرتوں کو
 ویہدیہا للرشاد ولانه اصل کل نور روشن کرتے ہیں اور ان کو راہ راست کی طرف
 جسمی و معنوی۔ ہدایت دیتے ہیں اور (اس لیے کہ وہ ہر نور جسمی

(الصاوی، ۲/۱۰۵) اور معنوی کی اصل ہیں۔

نوٹ: ان کا جملہ بار بار پڑھیے کہ آپ ﷺ پر نور جسمی و معنوی کی اصل ہیں۔

۲۵۔ قاضی شوکانی (ت: ۱۲۵۰)

قاضی محمد بن علی شوکانی کے الفاظ یہ ہیں۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ وقيل
الاسلام (وكتاب مبین) القرآن فانه
المبین والضمیر فی قوله (یهدی به)
راجع الی الكتاب او الیه والی النور
لکونهما کاشفی الواحد.
(فتح القدير، ۲، ۲۳)

زجاج نے کہا اس سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اور
بعض نے کہا اسلام ہے (و کتاب مبین) یعنی
قرآن اس لیے کہ وہ وضاحت کرنے والا
ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد (یهدی به) میں
ضمیر کتاب کی طرف لوٹ رہا ہے یا کتاب
اور نور کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس لیے کہ وہ
دونوں ایک شی کی طرح ہیں۔

۲۶۔ علامہ آلوسی (ت: ۱۲۷۰)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی نہایت ہی تفصیل کے ساتھ رقمطراز ہیں۔
(نور) عظیم وهو نور الانوار والنسی (نور) عظیم اور اس سے مراد یہ تمام نوروں کا
المختار ﷺ والی مذهب ائادہ نور ہے۔ نبی مختار ﷺ کی ذات ہے اور نبی
واختاره الزجاج حضرت قتادہ تابعی اور زجاج کا مختار مذہب
(روح المعانی، ۲، ۳۶۷) ہے۔

۲۷۔ علامہ قاسمی (ت: ۱۳۴۲)

علامہ محمد جمال الدین قاسمی اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں۔
یروید القرآن لکشفه ظلمات الشربک والشک ولا بالانہ ماکان
خافیا علی الناس من الحق اولانہ یہ لوگوں پر مخفی حق کو واضح کرتا ہے یا اس لیے کہ
ظاهر الاعجاز او النور محمد ﷺ یہ ظاہر معجزہ ہے یا نور سے مراد محمد ﷺ کی
لان یهدی به کما سمي سراجا ذات ہے اس لیے کہ ان سے ہدایت حاصل کی
(معائن التاویل، ۳، ۸۴) جاتی ہے جیسا کہ ان کو سراج کہا گیا۔

۲۸۔ علامہ بھوپالی (ت: ۱۳۷۰)

نامور اہل حدیث عالم علامہ ابو الطیب صدیق حسن خاں بھوپالی کی تفسیر بھی ملاحظہ
کر لیجئے۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ وقيل
الاسلام (وكتاب مبین) القرآن فانه
المبین (فتح البیان، ۲، ۲۳۳) قرآن کیونکہ یہ وضاحت کرتا ہے۔
نوٹ: حافظ موصوف اسے اچھی طرح دیکھ لیں ان کے امام کیا لکھ رہے ہیں کیا یہ
اس بدعت کی بات لکھ رہے ہیں۔

۲۹۔ علامہ عثمانی (ت:)

علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔
شاید نور سے خود نبی کریم ﷺ اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہے۔
(تفسیر عثمانی، ۱۹۳)

۳۰۔ شیخ حوی (ت:)

شیخ عبد حوی کی عبارت یہ ہے۔
النور هنا محمد ﷺ لانه یهدی به یہاں نور سے محمد ﷺ مراد ہیں اس لیے کہ ان
و یهدی ولی مکان آخر سماه الله سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور ان کی
سراجا فقال (وداعيا الی الله باذله اقتداء کی جاتی ہے اور ایک دوسرے مقام پر
وسراجا منیرا) ویسکن ان یروا به ان کو اللہ تعالیٰ نے سراج کا نام دیا۔ (وداعيا
الی الله باذله وسراجاً منیراً) اور ممکن ہے
القرآن (اساس فی التفسیر، ۳، ۱۳۴۹) کہ اس سے مراد قرآن ہو۔

۳۱۔ علامہ ابو محمد حقانی (ت:)

علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی کہتے ہیں۔
اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو نور اور قرآن کو کتاب مبین بیان فرما کر یہ بات
ظاہر کرتا ہے کہ قرآن نے جو کچھ مذہب انبیاء میں تحریکات واقع ہو گئیں تھیں سب کی اصلاح
کر دی۔ (فتح النان، ۳، ۲۰)

۳۲۔ شیخ صدیقی کا ندھلوی (ت:)

مولانا محمد علی صدیقی کا ندھلوی نے آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا۔

اگرچہ کچھ شارحین نے قرآن سے نور اور کتاب میں عطف تفسیری مان کر دونوں سے قرآن مراد لیا، مگر ہمارے خیال میں حضرت قتادہ اور زجاج کی بات ازروئے بلاغت زیادہ وزنی ہے کہ یہاں نور سے مراد حضور کی ذات گرامی اور کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے چونکہ آپ کی زندگی کا ایک ایک عمل قرآن کی ہدایات کا پرتو اور عکس تھا اس لیے یقیناً آپ کی زندگی پوری انسانیت کے لیے روشنی کا سامان ہے۔ قرآن اگر آفتاب ہے تو حضور انور کی ساری زندگی اس آفتاب کی روشنی ہے۔ (معالم القرآن ۶، ۳۰۶)

۳۳۔ علامہ رشید رضا (ت: ۱۹۳۵)

علامہ رشید رضا مصری نے تین اقوال ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

فی المراد هنا ثلاثة اقوال احدها انه اس جگہ نور سے متعلق تین اقوال ہیں النبی ﷺ وقاتلها انه الاسلام ثالثها (۱) نبی ﷺ (۲) اسلام (۳) قرآن۔ القرآن (المنار، ۶، ۲۵۳)

۳۴۔ شیخ مراغی

علامہ مصطفیٰ مراغی مصری نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

النور هو النبی ﷺ وبسمی بذلك لانه للبصرة كالنور فكما انه لولا النور ما ادرك البصر شيئا من المبصرات و كذلك لولا ما جاء به النبی ﷺ من القرآن والاسلام لما ادرك ذو البصيرة من اهل الكتاب ولا من غيرهم حقيقة الدين الحق ولا ما طرا على التوراة والانجيل من ضياع بضهما او نور سے مراد نبی ﷺ ہیں اور ان کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ وہ بصیرت کے لیے ایسے ہی ہیں جیسے دیکھنے والے کے لیے نور جس طرح اگر نور نہ ہو تو آنکھ مبصرات میں سے کسی شے کا ادراک نہیں کر سکتی اور اسی طرح اگر نبی ﷺ قرآن و اسلام نہ لاتے تو صاحب بصیرت اہل کتاب وغیرہ دین حق کی حقیقت کا ادراک نہ کر سکتے اور نہ ہی تورات و انجیل کے بعض حصص کے ضیاع و نسیان پادریوں کا ایک دوسرے کے

سببہ و عبث الروساء بالبعث لآخر فاختفاء شئ منه او تعريفوا في ظلمات الجمل والكفر لا يبصرون وكتاب مبین هو القرآن الکزیم وهو بین فی نفسه مبین لما يحتاج اليه الناس لهدايتهم۔ (العواصم، ۳، ۸۰) جس کے محتاج ہیں۔

۳۵۔ شیخ ابن شہید الحمد

شیخ عبدالقادر ابن شہید الحمد آیت مبارکہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

فأكيد و بيان لعموم رسالته ﷺ یہ آیت مبارکہ رسول اللہ ﷺ کی وشمولها لجميع اهل الارض وشمولها لجميع اهل الارض عموم رسالت میں تاکید و بیان اور تمام اہل زمین کو شامل ہے خواہ وہ عرب ہوں یا غم امی ہوں یا اہل کتاب تو آپ ﷺ کی رسالت منحصراً فی بیان ماكان يخفيه اهل الكتاب من الحق بل هو نور منير و سراج وهاج يغشى السبيل للسالکين۔

(تہذیب الفقیر فی تجرید التلویل، ۳، ۱۲۶) روشن کرتا ہے۔

۳۶۔ امام اجزی کلبی (ت:)

امام محمد بن احمد جزئی کلبی نور اور کتاب کی مراد واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ (نور و کتاب مبین) محمد ﷺ و القرآن۔ نور سے مراد محمد اور کتاب سے قرآن مراد ہے۔ (کتاب التکمیل العلوم المتفرع، ۶، ۱۷۷)

۳۷۔ شیخ ہروی شافعی

شیخ محمد امین بن عبد اللہ علوی ہروی کے تفسیری الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

(قد جاء کم) ايها الناس (من) عند (الله) سبحانه و تعالیٰ (نور) ای رسول وهو محمد صلی الله عليه وسلم (و کتاب مبین) ای مظهر لوگوں کو تمہارے پاس اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے نور آگیا یعنی رسول ﷺ اور

الحق من الباطل وهو القرآن
(حقائق الروح والريحان فی زواجی
علوم القرآن، ص ۷۷)

۳۸۔ امام ابو عمر بن عباد دمشقی

اور نور سے محمد ﷺ کی ذات ہے اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا نور سے مراد سلام اور کتاب سے مراد قرآن ہے اور بعض نے کہا نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن ہے اور یہ قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ عطف مغایرت کا مقتضی ہوتا ہے۔

۳۹۔ امام برہان الدین بقاؒ

(نور) یعنی واضح نورانیت والا اس سے مراد محمد ﷺ ہیں جنہوں نے شک و شبہ کی تاریکیوں کو دور کیا اور اپنے دور غلامی میں تمام فرقوں کو ایک کتاب پر جمع کرنے پر رہنمائی فرمائی اپنے اس قول کے ساتھ (اور کتاب) یعنی جامع (مبین) یعنی فی فلسفہ واضح اور لوگوں پر حقیقی حق کو واضح کرنے والی۔

۳۰۔ امام ابوالمسعود و عثمادی

(اور کتاب مبین) قرآن اس لیے کہ قرآن میں شرک و شک کی تاریکیوں کا کشف ہے اور لوگوں پر غلطی حق اور واضح معجزہ کا اظہار ہے اور عطف مغایرت عنوانی کو مغایرت بالذات کے منزلہ میں اتارنے کے لیے ہے اور بعض نے کہا اول سے مراد رسول ﷺ ہیں اور ثانی سے مراد قرآن ہے۔ (اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) ضمیر مجرور کو واحد لانے کی وجہ ازروئے ذات انتخاب مرجع ہے۔ یا اس لیے کہ دونوں واحد کے حکم میں ہیں یا مراد مذکور بعد ہی ہوگا۔

۴۱۔ امام سیوطی

(نور) پر نماز کا نور (کتاب) قرآن (مبتلن) واضح ظاہر (یہدی بہ) الی بالکتاب۔

۳۲۔ امام شعبی مائلی

(لقد جاءكم من الله نور) یہ محمد ﷺ ہیں۔ (و کتاب مبین) یہ قرآن ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ نور سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہوں اور کتاب مبین سے مراد تورات ہو۔ قول اول آیت کا ظاہری معنی ہے اور قول اول ہی اظہر ہے۔

۳۸۔ امام ابو عمر بن عادل دمشقی (ت۔ ۸۸۰)

۱۔ امام ابوحنیفہ محمد بن عادل دمشقی، فصل فی معنی الایۃ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں۔
 والمراد بالنور محمد علیہ الصلاۃ
 والسلام وبالكتاب القرآن وقيل المراد
 بالنور الاسلام وبالكتاب القرآن وقيل
 النور الكتاب والقرآن وهما ضعيف
 لان العطف يوجب التمايز.
 (المہذب فی علوم الکتاب، ۷: ۲۵۹) مغایرت کا مقتضی ہوتا ہے۔

۳۹۔ امام برهان الدین بقاؑ (ت ۸۸۵)

امام برہان الدین ابراہیم بن عمر بھائی کے الفاظ ہیں۔

(نور) یعنی واضح نورانیت والا اس سے مراد محمد ﷺ ہیں جنہوں نے حکم و شرک کی تارکیوں کو دور کیا اور اپنے دور ظاہری میں تمام فرقوں کو ایک کتاب پر جمع کرنے پر رہنمائی فرمائی اپنے اس قول کے ساتھ (اور کتاب) یعنی جامع (مبین) یعنی فی نفسہ واضح اور لوگوں پر فحشی حق کو واضح کرنے والی۔

۴۰۔ امام ابو السعد و غلامی (ت ۹۵۱)

امام ابو السجو و محمد بن محمد العمادی (کتاب مبین) کے تحت لکھتے ہیں۔

القرآن لمافية من كشف ظلمات
الشرك والشك وابانة ما خفى
على الناس من الحق والاعجاز
البين والعطف لتزيل المغيرة
والعنوان منزلة المغيرة بالذات
وتزيل المراد بالاول هو الرسول

(اور کتاب مبین) قرآن اس لیے کہ قرآن
میں شرک و شک کی تاریکیوں کا کشف ہے اور
لوگوں پر مخفی حق اور واضح مغزہ کا اظہار ہے اور
عطف مغایرت عنونی کی کو مغایرت بالذات کی
منزل میں اشارے کے لیے ہے اور بعض نے

صلی اللہ علیہ وسلم وباللہی القرآن (بہدی بہ اللہ) کو حید الضمیر المجبور لاتحاد المرجع بالذات او لکونہما فی حکم الواحد اور نہ بہدی بما ذکر (ارشاد اہل السنۃ ۱۸: ۳) کے حکم میں ہیں یا مراد بمعنی مذکور ہوگا۔

۳۱۔ امام سیوطی (ت ۹۱۳)

امام جلال الدین سیوطی نے نور اور کتاب کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے۔
(نور) ہو نور النبی صلی اللہ علیہ وسلم (و کتاب) قرآن (نور) یہ نبی ﷺ کا نور (و کتاب) قرآن ظاہر (بہدی بہ) ای بالکتاب۔ (مبین) مبین (واضح ظاہر) (بہدی بہ) بذریعہ کتاب۔

۳۲۔ امام نقشبندی مالکی (ت ۸۷۵)

امام عبدالرحمن بن محمد مالکی مالکی کے الفاظ ہیں۔
(قد جاءکم من اللہ نور) ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم (و کتاب) مبین (و القرآن) و یحتمل ان یرید موسیٰ علیہ السلام والقرآن الاول ہو ظاہر الایۃ وهو اظہر۔ (جواہر الحسان فی تفسیر القرآن ۳۶۵: ۲) کا ظاہری معنی ہے اور قول اولیٰ علی ظہر ہے۔

اپنے اکابرین کی بھی سن لیجئے

یہاں ہم کچھ حافظ صاحب کے اکابرین کی تفاسیر کا حوالہ بھی ذکر کیے دیتے ہیں کہ انہوں نے بھی نور سے مراد عالم ﷺ کی ذات اقدس مراد لیا ہے۔

۱۔ قاضی شوکانی (ت ۱۲۵۰)

قاضی محمد بن علی شوکانی کے الفاظ تفسیر یہ ہیں۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ وقیل الامام زجاج نے کہا نور سے مراد محمد ﷺ ہیں الامام (و کتاب مبین) القرآن فانہ اور بعض نے کہا اسلام ہے (و کتاب مبین)

المبین والضمیر فی قوله (بہدی بہ) قرآن اس لیے کارہ وضاحت کرنے والا ہے الی الکتاب او الیہ والی النور ارشاد الہی (بہدی بہ) میں ضمیر کتاب کی طرف لکونہما کا لشی الواحد۔ ہے یا کتاب اور نور دونوں کی طرف ہے اس (فتح القدیر ۲: ۲۳۲) لیے کہ وہ دونوں ایک ہی شے کی طرح ہیں۔

۲۔ نواب صدیق الحسن بھوپالی (ت ۱۳۷۰)

نامور اہل حدیث عالم علامہ ابو طیب صدیق حسن خاں بھوپالی کے تفسیری الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

قال الزجاج النور محمد وقیل امام زجاج نے کہا نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ الاسلام (و کتاب مبین) فانہ مبین۔ بعض نے کہا اسلام مراد ہے اور کتاب مبین (فتح القدیر ۲: ۲۳۲) قرآن ہے کیونکہ یہ وضاحت کرتا ہے۔

۳۔ شیخ ابن تیمیہ (ت ۷۲۸)

شیخ نقی الدین ابن تیمیہ اس آیت مقدسہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔
قیل النور محمد وقیل هو الاسلام۔ بعض نے کہا نور سے مراد محمد ہیں جبکہ بعض نے (مجموعۃ الفتاویٰ ۹: ۷) کہا اسلام مراد ہے۔

۴۔ قاضی سلیمان منصور پوری

انہوں نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھا۔
اس آیت میں وجود باوجود نبی اکرم کو نور بتلایا گیا۔ (شرح اسما الحسنی ص ۱۵۱)
۵۔ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس نے اپنے رسول کو نور بنا کر بھیجا۔ (ایضاً ۱۵۳)
اپنی سیرت پر کتاب رحمۃ للعالمین میں رقمطراز ہیں۔
انہی کا مبارک نام سورۃ المائدہ میں نور بتلایا گیا۔ قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین خازن و معالم میں نور کو نبی ﷺ کی ذات بتایا ہے۔ (رحمۃ للعالمین)

۶۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری

یہ اپنی تفسیر ثنائی میں لکھتے ہیں۔

قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين۔ تمہارے پاس اللہ کا نور محمد اور روشن کتاب (تفسیر ثعلبی، سورۃ المائدہ ۱۱۰۰) قرآن شریف آئی۔

۷۔ مولوی وحید الزمان حیدر آبادی (ت، ۱۳۳۸)

آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھ کر حاشیہ میں نور سے مراد یوں واضح کرتے ہیں۔
محمد یا... دین اسلام۔

(ترویج القرآن، ۱۳۹۰)

۸۔ حافظ محمد لکھوی

یہ لکھتے ہیں نور سے محمد یا اسلام جو دین ربانی ہے۔ (تفسیر محمدی، ۲۳)

معترضہ (اہل بدعت) کی رائے

ادھر جن ائمہ اور اہل علم کی تفاسیر گزریں وہ تمام کے تمام اہل سنت یا اہل حدیث ہیں، ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ دونوں سے مراد قرآن ہی ہے جیسا کہ حافظ صاحب کہہ رہے ہیں ہاں معترضہ کی رائے موصوف سے ملتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

دختری کی تفسیر

شیخ جبار اللہ محمود بن عمر دختری (ت، ۵۲۸) آیت مذکورہ کی تفسیر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

(قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين) (قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين) دونوں سے (مبین) القرآن لکشفہ ظلمات الشک والشک والا ہلۃ ماکان خالیہ عن الناس من الحق اولانہ ظاہر الاعجاز۔ (الکشاف، ۱، ۶۱۷) وہ ایک ظاہری معجزہ ہے۔

علامہ محمود آلوسی اہل سنت کے موقف کے بعد شیخ ابوطی جہانی معترضی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انھوں نے نور سے قرآن ہی مراد لیا ہے۔

والفصل علی ذلک الزمخشری۔ دختری نے تو قرآن ہی مراد لیا ہے۔

(روح البانی، ۶: ۳۶۷)

ایک اور معترضی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

قال ابو علی الجہانی عنی بالنور کہ ابوطی جہانی نے نور سے مراد قرآن لیا ہے۔
یہ موقف ضعیف ہے (ایضاً) القرآن

امام فخر الدین رازی اس موقف کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

قال: النور والکتاب هو القرآن۔ نور اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وهذا ضعیف لان العطف یوجب اور یہ ضعیف ہے اس لیے کہ عطف معطوف و المعطوفۃ بین المعطوف والمعطوف معطوف علیہ میں مغایرت کا منتفی ہوتا ہے۔
علیہ۔ (مفاتیح الغیب، ۶: ۳۲۷)

ملاحظہ کیا اہل سنت کے لوگ کیا لکھ رہے ہیں اور ہمارے یہ دانشور حضرات کیا کہہ رہے ہیں ادھر آپ نے پڑھا کہ نور و کتاب دونوں سے قرآن ہی مراد لینا اہل بدعت کا موقف ہے اور یہ ضعیف ہے۔ پھر اسی کو قرار دینا کہاں کا انصاف و دیانت ہے؟

ضمیمہ کا معاملہ

ان لوگوں نے اپنے موقف پر ”بہدی بہ“ کی ضمیر سے تائید ذکر کی ہے کہ یہ بتا رہی ہے کہ ان دونوں سے قرآن ہی مراد ہے کیونکہ یہ واحد ہے اگر دو چیزیں مراد ہوتیں تو ہما ہوتا اس سلسلہ میں گزارشات درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ مراد کیوں نہیں ہو سکتے؟

اگر ادو تفسیری بناتے ہوئے دونوں سے ایک ہی چیز مراد لی جائے تو کہاں ضروری ہے کہ وہ قرآن ہی ہے حضور ﷺ کی ذات اقدس مراد کیوں نہیں لی جاسکتی۔

ہم کہتے ہیں کہ نور و کتاب دونوں سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد ہے۔ اس پر ائمہ امت کی تصریحات موجود ہیں۔

۱۔ حضرت ملا علی قاری (ت ۱۰۱۳) اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کچھ لوگ اسے دو تفسیری بنا کر اس پر کیوں مصر ہیں کہ دونوں سے قرآن ہی مراد ہے، ان سے

ہم کہتے ہیں۔

وای مانع من ان يجعل النعتان
للموسول صلى الله عليه وسلم فانه
نور عظيم لكمال ظهوره بين
الانوار و كتاب مبين حيث انه
جامع لجميع الاسرار ومظهر
الاحكام والاحوال والاخبار
اور دونوں صفات رسول ﷺ کے لیے ثابت
کرنے میں کیا مانع ہے؟ اس لیے کہ وہ عظیم
نور ہیں اس لیے کہ انوار کے مابین ان کا ظہور
کامل ہے اور ان کو کتاب مبین کہنے میں بھی
کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ وہ تمام ہیدوں
کے جامع اور احکام احوال اور اخبار کے ظاہر
(شرح الشفا، ۳۲۱) کرنے والے ہیں۔

2- علامہ محمود آلوسی نے یہی بات ان الفاظ میں تحریر کی ہے۔

ولا بعد عندي ان يواد بالنور
والكتاب المبين النبي صلى الله
عليه وسلم والعطف عليه كالعطف
على مقالته الجبالي ولا شك في
صحة اطلاق كل عليه عليه الصلاة
والسلام. (روح المعاني، ۶: ۳۶۷)
اور میرے نزدیک اس بات میں کوئی بعد نہیں
ہے کہ نور اور کتاب مبین سے نبی ﷺ کی
ذات مراد لی جائے اور عطف تفسیری ہو۔ جیسے
جہائی نے کہا اور دونوں صفات کے نبی علیہ
الصلوة والسلام کی ذات پر اطلاق میں کوئی
شک نہیں ہے۔

دونوں کا وصف ایک ہے

دوسری بات ضمیر کے حوالہ سے اہل علم نے یہ بھی ہے کہ جب دونوں چیزیں کسی
وصف میں مشترک ہوں تو ان کی طرف واحد ضمیر لوثائی جاسکتی ہے وہاں ضمیر کا لانا ضروری
نہیں ہوتا۔ چونکہ قرآن اور حضور ﷺ کی ذات وصف ہدایت میں مشترک ہیں دونوں ہی اللہ
تعالیٰ کی طرف ہادی ہیں لہذا ضمیر واحد ہی لائی گئی۔ اس پر بھی تمام مفسرین نے تصریح کی ہے۔
ہم ان میں سے چند کا تذکرہ کیے دیتے ہیں۔

1- علامہ محمود آلوسی "بہدی بہ اللہ" کے تحت رقمطراز ہیں۔

توحيد الضمير لاتحاد المرجع
بالذات او لكونها في حكم الواحد
او لكون المراد بهدي بما ذكر.
(روح المعاني، ۶: ۳۶۷) میں ذکر ہوا یعنی دونوں ہدایت دیتے ہیں۔

2- شیخ صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی جواب دیتے ہوئے لکھا۔

الضمير في بهدي به الله واجمع
الى الكتاب او اليه والى النور
لكونهما كالمشئ الواحد.
(فتح البیان، ۲: ۲۳۳)

3- یہ انھوں نے شیخ محمد علی شوکانی کے الفاظ ہی نقل کیے ہیں۔ (فتح القدیر، ۲: ۲۳۳)

4- قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس مسئلہ پر لکھتے ہیں۔

وحد الضمير لان المراد بهما اما
واحد او كواحد في الحكم.
(المظهر، ۳: ۶۷) ہے۔

5- علامہ ابوالاسود محمد عمادی (ت، ۱۹۵۱) نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

توحيد الضمير المجزور لاتحاد
المرجع بالذات او لكونهما في
حكم الواحد او اريد بهدي بما ذكر.
(ارشاد ائمتنا السليم، ۳: ۱۸) مذکور ہے۔

اب تک سات میں سے تین چیزوں پر گفتگو ہو چکی ہے چوتھی بات کا جائزہ لیتے
ہیں کہ..... اول ماخلق اللہ نووی کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔ یہی بات شیخ احسان الہی ظہیر نے
لکھی تھی اس کا نہایت ہی کافی و شافی جواب ہمارے استاد گرامی علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
رحمہ اللہ نے لکھا ان کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

۲۸ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ کو مولوی نور الدین احمد نے گوالیار سے امام احمد رضا بریلوی
قدس سرہ کی خدمت میں استفتاء ارسال کیا اور دریافت کیا۔

یہ مضمون کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے اور ان کے نور
سے باقی مخلوقات کس حدیث سے ثابت ہے؟ اور وہ حدیث کس قسم کی ہے؟

اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا:

امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد
بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ، حافظ الحدیث،

احمد الاعلام عبدالرزاق ابو بکر بن ہمام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا
واہب سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں:
میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ
سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا:

باجاہر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشياء نور نبيك من نوره،
تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے
نبی ﷺ کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔
(مجموعہ رسائل "نور سائے" ص ۸-۷)

اس کے بعد پوری حدیث نقل کی۔

یہ حدیث کس قسم کی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ حدیث امام تہافتی نے بھی "ذائل النور" میں شیعہ روایت کی۔۔۔۔۔ اجلہ احمد دین
مثل امام قسطلانی "مواعظ لدنیہ" اور امام ابن حجر مکی افضل الترقی اور علامہ فاسی "طالع
المسرات" اور علامہ زرقانی "شرح مواہب" اور علامہ دیار بکری "فہمیس" اور شیخ محقق دہلوی
"مدارج النور" وغیرہ میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں۔

بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے، تو بلاشبہ حدیث
حسن صالح مقبول معتد ہے، بتلقی علماء بالقول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی
حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو مزج نہیں کرتی۔ "کما بینا فی منیر العین فی
حکم تقبیل الایہامین" لا جرم علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی
"حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ" میں فرماتے ہیں۔

وقد خلق کل شیء من بے شک ہر چیز نبی اکرم ﷺ کے نور سے بنی
نورہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ورد۔ جیسا کہ صحیح حدیث اس معنی میں وارد ہوئی۔

بہ الحدیث الصحیح۔
(مجموعہ رسائل "نور سائے" ص ۹-۸)

یہ جواب بڑا متین، دلیل اور معقول تھا، لیکن تعصب اور عناد اسے قبول کرنے کے
لیے تیار نہیں، اس پر چند اعتراض کیے گئے ہیں، ان کا جواب ملاحظہ ہو۔

پہلا اعتراض

احسان الہی ظہیر نے اس پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے:

اگر امت سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کی طرح جہالت اور گمراہی اور کج روی کے
بردار ہیں، تو ہمیں نقصان وہ نہیں اور اگر امت سے مراد علماء اور حدیث کے ماہرین ہیں، تو
اس امر کا وجود نہیں ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو قبول کیا ہے۔ (البریلویہ ص ۱۰۳)

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اس حدیث کے روایت اور نقل کرنے والوں کا
نام بنام ذکر کیا ہے، اس کے باوجود ان سب کو جاہل اور گمراہ قرار دینا احمد دین کی شان میں وہ
محلی گستاخی ہے، جو ناقابل معافی ہے اور ان لوگوں کا پرانا شیوہ ہے۔

ذیل میں ہم حدیث نور کے چند حوالے تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ آپ
دیکھیں کہ احسان الہی نے کتنے جلیل القدر ائمہ کو جاہل اور گمراہ قرار دیا ہے؟

1- امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق نے مصنف میں اس حدیث کو
روایت کیا، اس سلسلے میں چند گزارشات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

2- امام تہافتی نے یہ حدیث روایت کی، امام زرقانی فرماتے ہیں:
امام تہافتی نے یہ حدیث کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کی ہے۔

3- (شرح زرقانی علی المواہب ج ۱ ص 56، تاریخ الخلفاء ج ۱ ص 20)
نظام الدین حسن عیشا پوری (م 728ھ) کی تفسیر عیشا پوری میں آیت مبارکہ "و اتانا
اول المسلمین" کی تفسیر میں لکھا: "کما قال اول ما خلق اللہ نور" جیسے

کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔
غرائب القرآن (مصطفیٰ البابی، مصر، ج 8، ص 66)

4- عارف باللہ شیخ عبدالکبریم جیلی (م 805ھ) اپنی کتاب:۔۔۔ الناموس الاعظم
والقاموس الاقدم فی معرفۃ قدر النبی ﷺ میں فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کی روح کو پیدا فرمایا۔

(جواہر النکار، عربی (مصطفیٰ البابی، مصر، ج 4، ص 220)

5- مواہب لدنیہ میں ہے کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سند سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

باجاہل ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل اے جابر اے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء الاشیاء نور ذہبک من نورہ سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

(مواہب لدنیہ مع شرح زرقاتی، ج 1، ص 55)

6- امام علی بن برہان الدین طبری شافعی (م 1044ھ/1635ء) سیرت جلیہ میں یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

وفیه انه اصل لكل موجود والله تعالیٰ اعلم۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر موجود کی اصل ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(”سیرت جلیہ“ مکتبہ اسلامیہ، بیروت، ج 1، ص 31)

7- علامہ اسماعیل بن عمر عجلونی (م 1162ھ) ”کشف الخفاء“ میں یہ حدیث ابن عباسی الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔

(”کشف الخفاء“ مکتبہ غزالی، بیروت، ج 1، ص 265)

8- عمر بن احمد الخرمی (م 1299ھ/1882ء) نے شرح قصیدہ بردہ میں یہ حدیث منقولہ نقل کی۔ (”قصیدۃ الشہدۃ شرح القصیدۃ البردۃ“ نور محمد، کراچی، ص 73)

9- امام عبدالحق نابلسی (م 1143ھ/1730ء) کی ”الحقیقۃ الندیہ“ میں ہے: حضور نبی اکرم ﷺ صاحب الجمیعۃ الکبریٰ ہیں، کیوں نہ ہو، جب کہ ہر شے آپ کے نور سے پیدا کی گئی ہے، جیسے کہ اس بارے میں یہ حدیث صحیح وارد ہے۔

(مکتبہ نور، فیصل آباد، ج 2، ص 375)

10- علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری (م 966ھ) نے تاریخ قمیس میں یہ روایت معنی نقل کی ہے۔

(تاریخ قمیس فی احوال قمیس قمیس، مؤسسۃ اشعنان، بیروت، ج 1، ص 19)

11- امام علامہ شرف الدین بصری کے قصیدہ ہمزہ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

علامہ سلیمان الجمل (م 1204ھ) صاحب تفسیر الجمل ”الفتوحات الاحمدیہ“ باب الحمد یہ ”ص 6، ادارہ محمد عبداللطیف حجازی، قاہرہ)

امام علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں۔

فتیہ خطیب ابو الریح کی کتاب ”شفاء الصدور“ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام اشیاء کو پیدا کیا۔ پس نور عرش، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، نور قلم، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، لوح محفوظ کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، دون کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، معرفت کا نور، شمس و قمر اور آنکھوں کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔

(ترجمہ ملخصاً) (دار الکتاب العربی، بیروت، ج 2، ص 34)

علامہ ابوالحسن بن عبد اللہ بکری فرماتے ہیں:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موجود تھا، اور کوئی شے اس کے ساتھ موجود نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے حبیب ﷺ کا نور پیدا کیا، پانی، عرش، کرسی، لوح و قلم، جنت اور دوزخ، حجاب اور بادل حضرت آدم اور حضرت حوا (علیہما السلام) سے چار ہزار سال پہلے۔

(”الانوار فی مولد النبی محمد“ نجف اشرف، ص 5)

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نور مصطفیٰ ﷺ کے پیدا کیے جانے کی روایت صرف حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نہیں ہے بلکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

علامہ سید محمود الوہی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کا سب کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ممکنات پر نازل ہونے والے فیض الہی کا ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں، اسی لیے آپ کا نور سب سے پہلی مخلوق تھا، حدیث شریف میں ہے، اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(روح المعانی، طبع بیروت، ج 17، ص 105)

ایک جگہ حدیث "اول ما خلق اللہ نوری" نقل کی ہے۔

(روح المعانی، ج 8، ص 71)

15- علامہ شامی کے بھتیجے سید احمد عابدین شامی (م 1320ھ تقریباً) نے علامہ ابن حجر کی کے رسالہ "النعمة الکبریٰ علی العالم" کی شرح میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

(جواہر انکار (مصطفیٰ البابی، مصر) ج 3، ص 354)

16- علامہ محمد مہدی قاسمی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث نقل کرنے کے علاوہ ایک دوسری حدیث بھی نقل کی کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اور میرے نور سے ہر چیز پیدا کی۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام مخلوقات سے پہلے ان کا سبب ہیں۔ ("مطالع المسرات، شرح دلائل الخیرات، المطبعة التاجریہ ص 221)

17- علامہ احمد عبد الجواد دمشقی نے یہ حدیث امام عبد الرزاق اور امام بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (السراج المہیر و بیروت، طبع دمشق ص 13-14)

18- محدث جلیل حضرت ملا علی قاری نے "المورد الروی" میں "مصنف عبد الرزاق" کے حوالے سے سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔

(م 1014ھ) المورد الروی فی المولد النبوی تحقیق محمد بن علوی مالکی (پہلا ایڈیشن 1400ھ/ 1980ء، ص 40)

19- مکہ مکرمہ کے نامور محقق فاضل سید محمد علوی مالکی لکھتے ہیں:

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند صحیح ہے، اس پر کوئی غبار نہیں ہے، چونکہ متن غریب ہے، اس لیے اس میں علماء کا اختلاف ہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے۔ (حاشیہ "المورد الروی" ص 40)

اس جگہ علامہ مالکی نے تفصیلی نوٹ دیا ہے، جس میں حضور سید عالم، نبی اکرم ﷺ کی نورانیت، احادیث مبارکہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔

20- ابن حجر عسقلانی کی (م 974ھ) کے فتاویٰ حدیث میں ہے:

"وانما الذی رواہ عبد الرزاق انه عبد الرزاق نے جو حدیث روایت کی ہے، وہ علی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ خلقی یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے نور محمد قبل الاشیاء من نورہ۔" شکیب اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نور مصطفیٰ ﷺ پیدا کیا۔

(فتاویٰ حدیث، مصطفیٰ البابی، مصر، ص 247)

21- مولانا عبدالحی لکھنوی فرمائی کہ "D دار الرفوعہ" میں امام عبد الرزاق کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد حبیہ کا عنوان دے کر لکھتے ہیں:

امام عبد الرزاق کی روایت سے نور محمدی کا پیدائش میں اول ہونا اور مخلوق سے پہلے ہونا ثابت ہے۔

(D دار الرفوعہ فی الاخبار الموضوعة (مکتبہ قدوسیہ، لاہور ص 33-34)

22- یوسف بن اسعیل مہبانی، علامہ: حبیہ اللہ علی العالمین (مکتبہ نور یہ رضویہ، فیصل آباد، ص 28)

23- شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، (م 1052ھ) مدارج النبوة میں ہے:

در حدیث صحیح وارد شدہ کہ "اول ما خلق اللہ نوری"

(مکتبہ نور یہ رضویہ، سکس، ج 2، ص 2)

فرض کیجئے کہ کسی محفل میں یہ تمام علماء، عرفاء اور محدثین تشریف فرما ہوں اور اس حدیث کو بیان کر رہے ہوں اور اس کی تصدیق و توثیق کر رہے ہوں، تو کیا کوئی بڑے سے بڑا علامہ یہ کہنے کی جرأت کر سکے گا؟ کہ یہ سب جموئے، جاہل اور کج رو ہیں۔

مخالفین کی گواہی

24- غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

بدا اللہ سبحانہ الخلق بالقرور المحمدی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا فرمایا، ثم بالما اتم خلق العرش علی العالم کیا، پھر پانی، پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا،

خلق الروح ثم خلق النون والقلم واللوحي
ثم خلق القتل فانور المصحف مادة حمدي آسمانوں، زمین اور ان میں پائی جانے
اولیہ السموات والارض والی مخلوق کے لیے مادہ آؤلیہ ہے۔

ماشہ میں لکھتے ہیں کہ قلم اور عقل کی اولیت اضافی ہے (یعنی یہ دونوں دوسری
چیزوں سے پہلے ہیں، یہ نہیں کہ سب سے پہلے ہوں 12 اقلیٰ)

(ہدیہ الہدی (طبع سیالکوٹ) ص 56)
25- علامہ دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
روایت بحوالہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کی اور اس پر اجماع کیا۔

(نشر الطیب (تاج کتب، لاہور) ص 6)
26- غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے امام شاہ محمد اسحاق دہلوی لکھتے ہیں:

چنانچہ روایت "اول ما خلق اللہ نوری" برآں دلالت می دارد جیسے کہ روایت
"اول ما خلق اللہ نوری" اس پر دلالت کرتی ہے۔

(یک روزہ (طبع ملتان) ص 11)
27- رشید احمد گنگوہی، قادیانی رشیدیہ میں ہے:

سوال: اول ما خلق اللہ نوری اور لولاک لما خلقت الافلاک یہ
دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

جواب: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں، مگر شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے "اول ما
خلق اللہ نوری" کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

(قادیانی رشیدیہ، باب (محمد سعید، کراچی) ص 157)
اس سے پہلے مدارج النبوة کی عبارت گزر چکی ہے جس میں شیخ متفق نے اس
حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، جبکہ گنگوہی صاحب کہہ رہے ہیں کہ شیخ کے نزدیک اس

کی کچھ اصل ہے فی الغلب۔ (عقائد و نظریات ۲۶۵ تا ۲۷۳)
حدیث نور کی بازیافت

یہ تمام منکوحہ علمی اور تحقیقی ہے، اہل علم کی نقل ہمارے لیے محنت ہے۔ بحمد اللہ اب تو
مصنف عبدالرزاق کا وہ گم شدہ حصہ جزو المفقود کے نام سے طبع ہو کر آ گیا ہے اور اس میں صحیح

سند کے ساتھ حدیث موجود ہے۔

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر، عن جابر، قال: سألت رسول
اللہ ﷺ، عن أول شئ خلقه اللہ تعالیٰ؟ فقال: هو نور لبیک یا جابر۔

پانچویں بات کا رد

صوف نے پانچویں بات یہ کہی کہ "یہ روایت احادیث صحیحہ کے مخالف ہے اس لیے
اسے مسترد کر دینا چاہیے، یہ بات بھی نہایت ہی غلط ہے اس روایت کو تمام محدثین نے قبول
کرتے ہوئے اسے صحیح قرار دیا کیونکہ وہ اس کی سند سے آگاہ تھے مثلاً اوپر آیا۔

1- شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت ۱۰۵۳) لکھتے ہیں۔
حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول حدیث صحیح میں آیا کہ سب سے پہلے اللہ

ما خلق اللہ نوری۔
(مدارج النبوة ۲۳۴)

2- امام عبدالحق ناہسی (ت ۱۱۳۳) کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔
وهو صاحب الجمعية الكبرى حضور ﷺ صاحب جمعیت کبریٰ ایسا

وکیف رقد خلق کل شئ من نور کیوں نہ ہو جبکہ ہر شی آپ ﷺ کے نور
صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد بہ سے پیدا کی گئی ہے جیسا کہ اس بارے میں

الحدیث الصحیح۔
(المریفة الندویہ، ص ۲۷۵)

اب تو اعتراض ختم ہو گیا۔
اب تو روایت صحیح سند کے ساتھ سامنے آ چکی ہے۔

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر رضی اللہ عنہ قال
سألت رسول اللہ ﷺ عن أول شئ خلقه اللہ تعالیٰ فقال هو نور لبیک یا

جابر۔ (جزء المفقود من المصنف)
جب صحیح سند کے ساتھ روایت ثابت ہے اور اس کی سند پر کوئی اعتراض نہیں تو اب
یہ اعتراض ختم ہو گیا۔

اس سے موصوف کی چھٹی بات کا بھی رد ہو جاتا ہے کہ شیخ ناصر الدین البانی کی تطہیر کو مانا جائے کیونکہ البانی نے اس روایت کی صحت تسلیم نہیں کی لیکن موصوف اس پر غور فرمائیں کہ دنیا میں صرف البانی ہی محدث پیدا ہوا ہے چودہ صدیوں میں امت میں کوئی ان سے بڑا محدث نہیں آیا۔ ہم ان محدثین اور اہل علم کی بات کیوں نہیں تسلیم نہیں کر رہے۔ جن سے استفادہ کر کے البانی جیسے لوگ محدث بنے ہیں۔

حافظ صاحب محدث البانی کی تحقیق تو قوم کو بتاتے ہیں مگر وہ امت کے مسلمہ محدثین، اہل سیر اور صوفیاء کی تطہیر قوم کے سامنے لانے سے کیوں ڈرتے ہیں۔ اہل علم کی دیانت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ پوری بات لوگوں کے سامنے رکھیں تاکہ وہ صحیح صورت حال سے آگاہ ہو کر صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں کیونکہ ان کی رسائی اصل مآخذ و مصادر تک نہیں ہوتی وہ اہل علم کی تحقیق پر ہی مجبور رہتے ہیں اگر وہ فکری مارنا شروع کر دیں تو پھر دین کا کیا بچنے کا؟

محدثین اور احادیث میں موافقت

ہمیشہ سے اہل علم نے اس روایت کو نہ صرف صحیح مانا بلکہ دیگر روایات جن میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا۔ سب سے پہلے عقل پیدا کی، سب سے پہلے پانی پیدا کیا، ان تمام میں موافقت و تطبیق دیتے ہوئے یہ فیصلہ دیا کہ نور محمدی ﷺ کی تخلیق حقیقی طور پر سب سے پہلے ہے اور دیگر کی تخلیق اسی نور کے فیض سے ہے۔

ہم یہاں آجھ اہل کی تصریحات ذکر کیے دیتے ہیں تاکہ آشکار ہو جائے کہ امت اسلامیہ کی احمد دین یہی مانتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور محمدی کو پیدا کیا۔

۱۔ امت کے عظیم محدث امام بدر الدین عینی (ت: ۸۵۵) شرح بخاری میں رقمطراز ہیں کہ روایات مختلف ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے قلم پیدا کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ نور و علمت کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ نور محمدی کو پیدا فرمایا اس کے بعد تطبیق دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

ان الاولیاء لیسبی وکل شئی قبل فیہ کہ اولیت اضافی امر ہے اور جس چیز کے انہ اول لہو بالنسبۃ الی ما بعدہا۔ ہمارے میں کہا گیا کہ وہ اول ہے اس کے

۲۔ عقائد کے امام سید شریف علی بن محمد جرجانی (ت: ۸۱۶) المواقف کے اس جملہ اہل ماضی اللہ العقل کا رد و رد فی انصاف حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

بعض اہل علم نے اس روایت اور دیگر روایات کے درمیان تطبیق یوں دی ہے۔ اول ما خلق اللہ القلم و اول ما خلق اللہ نوری۔ اس اعتبار سے کہ وہ مجرب ہے۔ اس کو امت و سبدا سمجھا جاتا ہے اسے عقل کیا جائے گا اس لحاظ سے کہ دیگر مودات اور نفوس عوم صادر ہوتے ہیں اس کا نام قلم ہے اس لحاظ سے کہ وہ انوار نبوت کے فیضان کا واسطہ ہے وہ سید الانبیاء کا نور ہے۔ (شرح المواقف، ۲۵۳)

۳۔ شیخ الاولیاء حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی (ت: ۵۶۱) اپنی کتاب سر الاسرار میں ابتدا خلق کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اہل نور سے روح محمدی ﷺ کو پیدا کیا جس پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی شہد ہے کہ اول ما خلق اللہ روحی اول ما خلق اللہ نورہی اور یہاں دیگر روایات بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا تو ان میں موافقت یوں ہے۔

فالمراد منها شئی واحد وهو الحقیقة المحمدیة لکن مسمی نوراً لکونه صافیا عن الظلمات الجلالیة کما قال اللہ تعالیٰ قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔ ان سے مراد ایک ہی شئی ہے اور وہ حقیقت محمدیہ ہے لیکن تاریکیوں سے پاک ہونے کی وجہ سے اس کا نام نور ہے۔ ارشاد الہی ہے۔ بلاشبہ تمہارے پاس آ گیا اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب، اس کا نام عقل ہے۔ کلمات کا ادراک کرتی ہے اس کا نام قلم اس لیے ہے کہ یہ عقل علم کا سبب ہے جیسے قلم عالم حروفات میں عقل کا سبب ہے تو روح محمدی تمام جہانوں کا خلاصہ اور تمام کائنات سے پہلے اور اس کی اصل ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

منی وخلق الله الارواح كلها منه في
عالم الروحوت.
(سوال اسرار فيما يحتاج اليه الامير الوارث)
ہے میں اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ پیدا ہوا اور
تمام اہل ایمان مجھ سے پیدا ہوئے تھے اور
اللہ تعالیٰ نے عالم لاہوت میں تمام ارواح
کو آپ کے فیض سے پیدا کیا گیا۔

4- امام نجم الدین رازی اپنی روایات میں موافقت یوں بیان کرتے ہیں۔
الاحادیث الثلاثة مقبولة و مصداقها
واحد و قد تحير كثير من الناس في
قوله صلى الله عليه وسلم اول ما خلق
الله القلم وكيف هو؟ (مرصاد العباد)
یہ تینوں احادیث مبارکہ مقبول اور ان مصداق
ایک ہی شے ہے بہت سارے لوگ ارشاد نبوی
سب سے پہلے راسخ سے قلم پیدا کیا کے
حوالہ سے پریشان ہوتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا
ہے لیکن اس سے مراد روح محمدی ہی ہے۔

5- امام عبد الوہاب شعرائی (ت ۹۵۳) نے سوال و جواب کی صورت میں لکھا۔
قد ورد في الحديث اول ما خلق الله
نوري و في رواية اول ما خلق الله
العقل فما الجمع بينهما؟
حدیث میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے
نور کو پیدا کیا دوسری روایت میں ہے کہ سب
سے پہلے اس نے عقل کو پیدا کیا تو ان میں
موافقت اس طرح ہوگی؟

اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا۔
ان منا هما واحد لان حقيقة محمد
صلى الله تارة بعير عنها بالعقل
الاول ونارة بالنور.
ان دونوں کا معنی و مفہوم ایک ہی ہے کیونکہ
حقیقت محمدی نور محمدی کو کبھی عقل کہا جاتا اور
کبھی اسے نور کا نام دیا جاتا ہے۔

(البواقیت والجواهر ۲۰، ۲)
6- شیخ عبد الکریم جیلی (ت ۸۰۵) فرماتے ہیں یہ تینوں معانی ایک ہی ہیں
ہاں ان کو تعبیر مختلف الفاظ سے ہوتی ہے ان کے الفاظ ہیں۔

فعلهم بذلك اتحاد هذه الثلاثة
السماعی واختلافها انما هو من صحة
التعبير فكان صلى الله عليه وسلم
اول موجود خلقه الله تعالى بلا
اس سے معلوم ہو گیا کہ تینوں معانی (عقل،
قلم، روح محمدی) ایک ہی ہیں۔ ان میں
بظاہر اختلاف تعبیر کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ
نے آپ کو سب سے پہلے بلا واسطہ پیدا کیا

واسطة وهذه الروح المحمدية
للمسماة بالعقل الاول مظهر
الذات هي الوجود فافهم.
یہ روح محمدی جسے عقل
لیکن اس ذات اقدس کا مظہر ہے۔
الذات فی الوجود فافهم۔

(جواهر البحار ۳، ۲۲۰)
7- امام حسین بن محمد دیلمی (ت ۹۶۶) نے تطبیق دیتے ہوئے لکھا کہ اول حقیقی
نور محمدی ہے اور عقل و قلم کی اولیت اضافی ہے۔

وجه الجمع بين الاحادیث المختلفة
المذكورة على تفدير صحة الكل ان
يقال اول الحقيقي نور نبينا صلى الله
عليه وسلم واولية العقل والقلم اضافية
بعضی اول مخلوق من المعجرات العقل
ومن الاجسام القلم.
ان تمام مذکورہ بظاہر مختلف احادیث موافقت
یوں ہے کہ ہر ایک کے ساتھ تعبیر درست
ہے تو اول حقیقی ہمارے نبی ﷺ کا نور
ہوے اور قلم و عقل کا اول ہونا اضافی ہے
یعنی مجردات ہی سب کے لیے عقل اور
اجسام میں سب سے پہلے علم ہے

آگے محققین کی رائے پور ذکر کرتے ہیں۔
واهل التحقيق على ان المراد من
هذه الاحادیث شئ واحد لكن
باعتبار نسبة و حقیقة تعدد
العبارة. (تاریخ الخمیس، ۱۸۰۱)
اہل تحقیق کے ہاں ان احادیث مبارکہ سے
ہر ایک ایک ہی تھی۔ البتہ نسبت اور حقیقت کی
وجہ سے تعبیر میں اختلاف ہے۔

8- حضرت ملا علی قاری (ت ۱۰۱۳) نے متعدد مقامات پر اسی تطبیق اور موافقت کا
تذکرہ کیا ہے۔

1- المورد الروی میں لکھتے ہیں۔
ان اول الاشياء على الاطلاق النور
المحمدی ثم الماء ثم العرش ثم
القلم فذكر الاولیة فی غیر نورہ
صلى الله عليه وسلم اضافی.
مطلقاً ہر شے سے پہلے نور محمدی ہے اس کے
بعد پانی ہر عاقل پر قلم کو پیدا کیا گیا ہے تو
سرور عالم ﷺ کے نور اقدس کے علاوہ کی
اولیت اضافی ہے۔

(المورد الروی، ۳۴)

- 2- مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ میں الموار کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔
 الاول هو النور المحمدي على ما بينته سب سے پہلے نور محمدی ہے جس کا ذکر میں
 فی المورد. (مرقاۃ، ۱: ۱۶۶)
- 3- حافظ ابن حجر کی (ت ۹۷۳) فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے اول حقوق ہونے
 میں کسی کا اختلاف نہیں۔
- اختلفوا فی اول المخلوقات بعد ہاں نور محمدی کے بعد اختلاف ہے کہ سب
 النور المحمدي. سے پہلے کون پیدا ہوا؟
- اس کے بعد متعدد روایات ذکر کر کے لکھتے ہیں۔
- فعلم ان اول الاشياء عسى الاطلاق سب سے پہلے نور محمدی کی تخلیق ہوئی پھر
 النور المحمدي ثم الله ثم العرش پانی اور اس کے بعد عرش کی تخلیق ہوئی۔
 (اشرف الوسائل، ۳۷: ۳۶)
- 4- امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی (م احمد سرہندی (ت ۱۰۰۰) شیخ حسن دہلوی
 کے نام لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور
 اہل ایمان کو رسول اللہ ﷺ کے نور سے پیدا کیا ہے اور آپ ﷺ کے واسطے سے
 باقی کو فیض ملتا ہے ان کے الفاظ ہیں۔
- وهو اصل الحقائق قال صلى الله آپ ﷺ تمام حقیقتوں کی اصل ہیں آپ
 عليه وسلم اول ما خلق الله نوری نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے
 وقال خلقت من نور الله والمؤمنون میرے نور کو پیدا کیا اور فرمایا اللہ کے نور
 من نوری فلا جرم هو واسطۃ بین سے اور اہل ایمان کو میرے نور سے پیدا کیا
 سائر الحقائق و بین الله تو بلاشبہ یقیناً آپ اللہ تعالیٰ اور تمام مخلوق
 (مکتوبات ربانی، دفتر سوم) کے درمیان واسطہ ہیں۔
- ہمیں خوب غور کرنا چاہیے، کیا پہلے ساری امت قرآن و سنت سے ناواقف تھی یا وہ
 ہماری نسبت اس سے زیادہ ان سے آگاہ تھی۔
- جو انھوں نے احادیث میں تطبیق دی وہ ہمیں کیوں قبول نہیں، صرف اس لیے کہ وہ
 ہمارے لئے کلمہ نظر کے خلاف ہے۔

اگر ہم ان تمام اہل علم کی تطبیق و موافقت کو مانتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی تخلیق
 ان اور نور محمدی کو تسلیم نہیں کرتے تو شیخ الہادی کو کون مانے گا؟ جس کی حقیقت و ثقاہت چیلنج ہو
 سکتی ہے اور اس کے ہزار باطنی تضادات سامنے آچکے ہیں۔

لہذا ضروری ہے کہ ہم دل و جان کے ساتھ ان تمام محدثین، مفسرین اور صوفیاء کی
 تحقیق تسلیم کر کے اپنے اپنے ایمان کی حفاظت کریں نہ کہ اس کو روکر کے ایک نئے راستے پر
 چل پڑھیں جسے اسلام اہل بدعت کی راد قرار دیتا ہے۔ یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ ارشاد
 الہی قد جاءکم من اللہ نور میں نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد لینے والے اہل سنت اور
 اس کا انکار کرنے والے بدعت ہیں۔

۱- علامہ عبدالحی لکھنوی (ت ۱۳۰۳) نے رسالت مآب ﷺ کے نور کی تخلیق کا
 بیان کرتے ہوئے یہ اہم نوٹ دیا ہے۔

قد ثبت من رواية عبد الرزاق اولیہ امام عبد الرزاق کی روایت سے نور محمدی کی
 النور المحمدي خلقاً و سبقت علی اولیت از روئے تخلیق اور تمام مخلوقات پر
 المخلوقات سبقاً. (الانوار المعروضة فی سبقت ثابت ہے۔
 الاخبار الموضوعة: ۳۳)

۱۲- امام ابو الحسن بن عبد اللہ البکری، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کرتے ہیں۔

اول ما خلق نور حبیبہ ﷺ قبل ان جس شی کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تخلیق
 یخلق الماء والعرش والکرمی کیا وہ اس کے حبیب ﷺ کا نور ہے جسے
 والروح والقلم اس نے آسمان، عرش، کرمی، لوح اور قلم
 (الانوار فی مولد النبی محمد ۵۷) سے بھی پہلے پیدا فرمایا۔

۱۳- علامہ حسین بن محمد دیلمی (ت ۹۶۶) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ
 عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس
 چیز کو پیدا کیا تو فرمایا اے جابر:

هو نور لبیک خلقه ثم خلق منه کل وہ میرے نبی ﷺ کا نور ہے جسے اس نے

شئی و خلق بعدہ کل شئی۔ پیدا کیا پھر اس سے اس کے بعد ہر شئی تخلیق
(تاریخ الخمیس فی احوال نفس طیس، ۱۹۷۱ء) کی۔

۱۳۔ امام محمد بن مہدی قاسی (ت ۱۰۵۲) حدیث نور اور دیگر روایات ذکر کر کے
لکھتے ہیں۔

ہذہ احادیث دالة علی اولیہ علیہ السلام یہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی تمام مخلوقات پر
ونقلہ علی غیرہ من جمیع اولیت و تقدم پر دلالت کرتی ہیں اور اس
المخلوقات وانہ مسبہا۔ بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ ہمارے
(مطالع المسرات، ۲۲۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کا سبب تخلیق ہیں۔

۱۵۔ امام ابن الحاج مالکی (ت ۵۴۷) امام ابو الریح کی شفاء الصدور کے حوالہ
سے نقل کرتے ہیں۔

ان اول ما خلق الله تعالى نور بلا شک جو چیز اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی اربعة اجزاء تخلق من تحقیق فرمائی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ پھر
الجزء الاول العرش ومن الثاني القلم اسے چار اجزاء میں تقسیم کیا۔ جزء اول سے
ومن الثالث اللوح عرش جز ثانی سے قلم اور جزء ثالث سے لوح
(المدخل، ۳۳۲) کو تخلیق کیا۔

۱۶۔ شارح بخاری امام احمد قسطلانی (ت ۹۲۳) حدیث سیدنا جابر رضی اللہ عنہ
(کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک پیدا کیا) ذکر کر کے لکھتے
ہیں۔

وقد اختلف هل القلم اول نور محمدی کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ کیا
المخلوقات بعد النور المحمدي۔ سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا گیا ہے؟

(المواهب اللدنیہ، ۹۲۱)

یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے ہونے میں کسی کا اختلاف ہی نہیں اگر
اختلاف ہے تو دیگر اشیاء میں ہے اور اگر کوئی اولیت قلم کی حدیث سامنے لائے تو ہم یوں

سورۃ النور میں ہے
جو معنوں میں ہے، مترجم و معنی اور خلیب (شیخ الاسلام) جامعہ اسلامیہ لاہور۔ امیر کاروان اسلام)

الجميع بينه و بين ما قبله بان اولیة کہ اس میں اور دیگر روایات کے درمیان
العلم الی ما عدا النور المحمدي تطبیق یہ ہے کہ قلم، نور محمدی، پانی اور عرش
و الماء کے بعد سب سے پہلے ہے۔

(ایضاً ۹۳)

۱۷۔ امام محقق جلالی (ت) لکھتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جوہر
پیدا نورانی کو پیدا فرمایا۔

يعرف حکما النور عقل اول حوالہ و بعض حکماء اس کو عقل اول کہتے ہیں اور بعض
لربعض اخبار تعبیر ازان بقلم اعلیٰ احادیث میں اس کو قلم اعلیٰ سے تعبیر کیا گیا
رفقہ و اکابر ائمہ کشف و تحقیق اور اکابر ائمہ کشف و تحقیق اس کو حقیقت محمدیہ
اتوا حقیقت محمدیہ خوانند۔ کہتے ہیں۔

(اخلاق جلالی، ۲۵۹)

۱۸۔ مناقبہ کے سربراہ امام سید زاید پروی (ت) رقمطراز ہیں کہ علم تفصیلی کے چار
مراتب ہیں۔

احدهما ما یعبر عنه بالقلم والنور مرتبہ اولی وہ ہے جسے شریعت میں قلم اور نور
والعقل فی الشریعة وبالعقل الكل اور عقل کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور صوفیاء
عند الصوفیة وبالعقول عند الحكماء کے نزدیک عقل کل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حکماء
(حاشیہ علی حواشی ملا جلال ۹۶۰) کے نزدیک عقول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۱۹۔ اہل حدیث فاضل نواب وحید الزماں حیدر آبادی (ت) نے لکھا۔

بدا الله سبحانه الخلق بالنور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو
المحمدي ثم خلق العرش علی الماء پیدا کیا، پھر پانی کے اوپر عرش کو پھر قلم اور
ثم خلق الريح ثم خلق النون (ای دوات، پھر عقل کو پس نور محمدی آسمانوں،
الدواء) والقلم واللوح ثم خلق العقل، زمین اور ان میں پانی جانے والی مخلوق کے
فالنور المحمدي مادة اولیة لخلق السموات والارض وما فیها۔ لیے مادہ اولیہ ہے۔

حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

وما ورد فی الحدیث اول ماخلق اللہ حدیث پاک میں جو وارد ہوا ہے کہ سب
القلم واول ماخلق اللہ العقل فالمراد سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا اور عقل کو پیدا
بد الاولیۃ الاضافیۃ کیا اس میں قلم اور عقل کی اولیت اضافی

(ہدیۃ المہدی ۵۶) ہے۔

یعنی ان کی اولیت اضافی ہے اور نور محمدی اول حقیقی ہے۔

ہم انیس مسند الی علم کی تحقیق و موافقت بیان کی جن میں ام محدثین، مفسرین اور
صوفیاء میں ان کی تحقیق کی..... کر کے شیخ البانی کی تحقیق کو تسلیم کرنا کہاں کا انصاف ہے، اگر حافظ
موصوف کی بات مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ البانی سے پہلے ساری امت جاہل تھی حالانکہ
..... کرنا اور منہا خود جہالت و بدعت ہے۔ یہاں ہر طرح و تحقیق کی روشنی پر کہہ سکتے ہیں کہ البانی
نے الی بدعت کی..... کا اختیار کیا۔ اگر وہ الی سنت کے راستہ پر گامزن ہوئے تو وہ ایسی بات ہر
گزشتہ آئے لہذا حافظ صاحب کو الگ..... اختیار کرنے کے بجائے امت کے..... دینا چاہیے۔

فہرست کتب نبوی

اللہ والہ وسلم
صلی علیہ وسلم

تالیف
مفتی محمد خان قادری

رفعت ذکر مصطفیٰ اللہ صلی علیہ وسلم

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَوَضَعْنَاكَ فِيْ خُرَاقٍ
رَّيْمٍ لِّتَذَكَّرَ بِكَ
عَالَمٌ مَّرْكُومٌ دَائِمٌ

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو حسن مقامات و عالیہ پر نامور فرمایا ان سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے ذکر اعلیٰ مرتبہ کو وہ بلند ہی اور رفعت عطا ہوئی ہے کہ ایسی بلند ہی کا کسی دوسرے کے لیے تصور بھی نہیں کیا جاتا۔ اللہ رب العزت نے جو صفات حضور علیہ السلام کو عطا کی ہیں ان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ علی الاطلاق عطا ہوئیں اگرچہ حقیقتاً وہ مقامات و اضافیہ ہوتی ہیں مثلاً قریب ایک اضافی امر ہے جو بعض کی بعض سے نسبت کے اعتبار سے کم و بیش ہو سکتا ہے جیسے زیہ کا گھر خالہ کے گھر سے مسجد کے زیادہ قریب ہے یعنی قریب دونوں کو حاصل ہے مگر یہ کہ گھر کا فاصلہ بہ نسبت خالہ کے گھر کے کم ہے۔

سورة النجم میں بارگاہ رب العزت میں حضور علیہ السلام کے مقیم قریب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

قُرْبًا فَاَوْفَقْنَا فَاَوْفَقَا
قَرَابًا قَرَابًا قَرَابًا

”پھر وہ قریب ہوا پس وہ
رہی قریب ہوا اس میں اور
مہربان میں دو کا قول کا فاصلہ

وہ کیا بلکہ اس سے بھی کم ؟“

مذکورہ آیت میں قریب تو سین کے الفاظ مقام قریب بیان کر رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو جو علوہ حسن مطلق کا قریب حاصل ہوا تو اس قریب کی کیفیت یہ تھی کہ فاصلہ دو کانونوں سے بھی کم رہ گیا۔

ان الفاظ نے بھی قریب کا بیان کیا مگر مطلق نہیں بلکہ محدود، لیکن اس کے بعد قرآن حکیم نے فرمایا اَوْفَقًا دیکھا اس سے بھی کم، ان الفاظ نے اس قریب کو قریب مطلق قرار دے دیا کہ حضور علیہ السلام کا وہ حدیث میں جو قریب پایا وہ ان کانونوں سے بھی زیادہ قریب تر تھا۔ کتنا قریب تھا اس کا بیان نہیں کیا بلکہ اسے

مطلق رکھنا کہ قرب مقید نہ ہو جائے۔ حجاب قوسین سے بیان کردہ قرب اضافی تھا اور یہ قرب مطلق اور غیر اضافی ہے۔ وہ قرب مقصور و مضموم تھا مگر یہ قرب غیر مقصور و مقصد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو قرب کا وہ مقام عطا ہوا جس کا انسانی عقل تصور بھی نہیں کر سکتی چہ جائیکہ اسے الفاظ میں بیان کر سکے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

انما انا قاصد والله يعطى۔ میں فقط تقسیم کنندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے یہاں قاسم اور عطی کا مفعول ذکر نہ کیا تاکہ عطا اور تقسیم محدود نہ ہو جائے کیونکہ اگر کسی شے کا ذکر نہ دیا جاتا تو کسی کو یہ وہم ہو سکتا تھا شاید اس کے علاوہ عطا اور تقسیم مراد نہیں اور جب کسی ایک شے کا ذکر ہی نہیں کیا تو اس سے یہ غموم پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے مجھے عطا فرماتا ہے اور میں اس کا تقسیم کنندہ ہوں یعنی عطا اور تقسیم دونوں مطلق ہیں۔

یہی بات ورد فعل لک ذکر میں ہے ہم نے تہا ذکر تہا ہی خاطر بلند کر دیا، رفعت فی نفسہ اضافی امر ہے۔ اس میں مد مقابل کا ذکر کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کے مقابلے بلند ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے رفعت بخشی مگر کس کے مقابلے میں؟ مخلوق کے ذکر کے مقابلے میں۔ بلا نگہ کے ذکر کے مقابلے میں انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے مقابلے میں یا رسل عظام کے ذکر کے مقابلے میں۔

اس آیت مبارکہ میں مد مقابل کا ذکر ہی نہیں۔ عدم ذکر واضح طور پر وال ہے کہ یہاں رفعت نے مراد رفعت مطلق ہے جس کا معنی یہ ہے کہ مخلوق میں جتنے بھی صاحب رفعت ہیں ان میں سے کوئی بھی حضور علیہ السلام کے مقام رفعت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لفظ لک، تیری خاطر، کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ رفعت ذکر اس طور پر ہو کہ کوئی اس میں آپ کا شریک و ہم نہ ہوتا کہ یہ آپ کی خصوصیت بن سکے۔

لفظ لک کی افادیت:

رفعت ذکر کی مختلف صورتوں کے بیان سے پہلے لفظ لک کے افادیت کا بیان ضروری ہے کہ اس لفظ کا اضافہ کیوں کیا گیا۔ کیونکہ اگر اس لفظ کا اضافہ نہ کیا جاتا اور بات یوں کہہ دی جاتی، ورفعتنا ذکرک

ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا، تب بھی جملہ مکمل رہتا اور اس کے مضمون میں کوئی تشنگی نہ رہتی لیکن اللہ تعالیٰ نے لفظ لک کا اضافہ فرمایا جس کی وجہ سے اس آیت کے مضموم میں مزید محبت، وابستگی اور رضاجوئی کا پہلو پیدا ہو گیا اب اس کا ترجمہ یوں ہو گا: "اے محبوب کریم ہم نے تیرا ذکر تیری خاطر بلند کیا ہے۔" "تیری خاطر" کے الفاظ نہ بال حال سے چپکا رہے ہیں کہ تیری خاطر اس لیے ذکر بلند کیا تاکہ تو خوش ہو جائے کیونکہ تیری خوشی ہمیں ہر شے سے مقدم اور عزیز ہے۔

امام خضر الرازی المفسر لک صدرک

کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

السؤال الثاني له قال آلف انشترخ لک صدرک ولم يقل آلف تشرخ صدرک۔ یہاں سوال یہ ہے کہ المفسر صَدْرُک کیوں نہ لکھا بلکہ آلف لکھے۔ اضافے میں کیا حکمت ہے؟

امام رازی اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں:-

الجواب من وجهين احدهما كانه تعالى يقول بلام فاشت انما تفعل جميع الطاعات لاجلى كما قال لا ولي لك في آفيم الصلوة لذكري فانما ايضا جميع ما افعل من لاجلك وثانيها ان فيسها تنبيه على ان ما في الرسالة عائدة اليه عيسى السلام كانه تعالى قال انما يشترخ صدرك لاجلك لاجلى۔ اس کی دو حکمتیں بیان کی جاسکتی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ اور مقامات پر لک کا ذکر کیا ہے مثلاً اقم الصلوة لذكري دے محبوب تو میری یاد کی خاطر یہ مقام کر، یہاں اللہ تعالیٰ نے لک کو اس نام کے عوض ذکر کر کے اشارہ فرمایا کہ دے محبوب جب تیری جیج عبادت میری خاطر ہیں تو میں بھی جو کچھ کرتا ہوں یہ تیری رضا اور خوشی کیلئے ہے اور دوسری یہ کہ یہ تشریح حدیث واضح و زوردار رفعت ذکر کر کے افادہ آپ کو بھی سننے کا کیونکہ یہ تو ان چیزوں کا فائدہ نہیں ہوں یہ فقط آپ ہی کی مخلوق ہے۔

والفہ کہہ جز ۳۲ (۳)

اللہ پاک کا سب کچھ اپنے محبوب کی خوشی و رضا کے لیے کرنا اس کی محتاجی نہیں کیونکہ وہ خالق ہے اور مخلوق سے بے نیاز ہے مگر وہ تقاضا کے محبت ایسا اس لیے کرتا ہے کہ انسانوں کو اس مبارک بہتی کی قدر و منزلت کا

احساس ہو یعنی جب وہ رتبہ ہو کر اس بستی کی رہنما ہوتی اور خوشی کا سامان فراہم کرتا ہے تو اس پر وہ کام کرنا چاہیے جس سے اللہ کے غضب کی خوشی نصیب ہو۔ علامہ روح المعانی میں لفظ لا کے اضافے اور اس کی تفسیر کی حکمت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

زيادة المجرور مع جار مجرور وال لک، کا اور فعل
توسیع علی بن النعمان وغیرہ
للاذعان من اول الاعداء
الشرح من مضاف علی التعلیل
والسلام و السلام
الحال المجرور فی قلب
المشریق علی اللہ علیہ و سلمہ
روح المعانی ۲/۱۹۳

یعنی اللہ تعالیٰ پر نہیں چاہتا کہ میرا محبوب رنجیدہ خاطر رہے بلکہ پسند کرتا ہے کہ اس کا دل ہر وقت خوش اور راضی رہے۔
مولانا ابوالخیر عبدالحق حقانی و جہت تقدیم اس طرح ذکر کرتے ہیں :-

وقت دیدہ علی المذول
الموجود مع ان حقه التملک التبعیل
المسروق، تفسیر حقانی ۸/۱۵۵
امام خواجه مکتبہ ہیں :-

وزیادة لک مع عدم الحاجة
لها قبل لک لک لک لک لک لک
یعنی عن العالمین فالام قلیل
احفظ لک لک لک لک لک لک لک
لعدم احتیاجنا شیء من المخلوقات
لک، کا اضافہ ضرورت نہ ہونے کے باوجود
اس لیے کہ وہاں تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ
اللہ تعالیٰ تمام اشیاء سے غنی ہیں یہاں لک لک
اس نے اپنے محبوب کے لیے کیا ہے کہ کوئی کمزوری
توان چیزوں سے بالاتر ہے۔

آپ بلند نمی ہیں بلکہ بلند یوں کے مالک ہیں :

بعض مفسرین نے لفظ لک کے اضافے کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے

بیان کیا ہے کہ رفعت، رتبا و بلندی کا آپ کو اس طرح مالک بنا دیا گیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں رتبہ عطا کر دیں اور جس کو چاہیں پست کر دیں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی و رفعت لک ذکر لک کے تحت لکھتے ہیں :-
”لک اس لیے پڑھایا گیا کہ جس سے معلوم ہو کہ بلندی اور رتبتہ آپ کی ملک کر دیا گیا کہ جس کو آپ بلند فرمائیں وہ بلند ہو جائے اور جس کو حضور علیہ السلام دھتکار دیں اس کو دونوں جہان میں کہیں پناہ نہ ملے۔“ (رسان جنب الرحمن من آیات القرآن : ۳۸۰)

رفعت آپ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتی ہے :

دنیا میں لوگ رفعت کے متلاشی رہتے ہیں لیکن انہیں عزت و رفعت کا نام تک نصیب نہیں ہوتا اور اگر کہیں کسی کو عزت نظر آئے بھی تو وہ چند دن کی اور عارضی عزت ہوتی ہے، جو زیادہ عرصہ باقی نہیں رہتی۔ بعض اوقات عزت ملتی ہے لیکن اس شخصیت کا ادب و احترام دلوں میں پیدا نہیں ہوتا مثلاً اس دنیا میں ہم اکثر صاحب علم شخصیتوں کو دیکھتے ہیں کہ لوگ ان کے علم کے گیت گاتے ہیں مگر ان کا دل ان کے ادب و احترام سے خالی ہوتا ہے بلکہ اگر کسی محفل میں آئیں تو اسے کراستقبال کرنا بھی پسند نہیں کیا جاتا بخلاف ان لوگوں کے جو حضور علیہ السلام کے ساتھ عقیدہ شہر محبت و عشق کے جذبات رکھتے ہیں۔ کبھی وہ حسین یار کی بات کرتے ہیں کبھی زلفوں کی سیاہی کو یاد کرتے ہیں کبھی آپ کے جسم اقدس کی تابانی کا ذکر کرتے، شئے رات بسر کر دیتے ہیں۔ آپ کی مدح سمری کرنا اور صفنا ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں کہ پھر ان کے ساتھ لوگوں کے دلی جذبات و الہتہ ہوجاتے ہیں۔ ان کا اتنا ادب و احترام کیا جاتا ہے کہ ان کے چہرے کو تنگ لینا ہی بخت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ آج اگر سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمان اپنا قائم تسلیم کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا حضور علیہ السلام سے عشق کا تعلق تھا اور وہ آپ کے فکر میں وارفتہ رہتے تھے۔ ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ رفعت عطا

فرمائی کہ ہر کوئی رشک کرتا ہے۔ کاش یہ بات ہماری سمجھ میں بھی آجائے کہ
رفعت فقط حضور علیہ السلام کے ذکر سے مل سکتی ہے اور یہ آیت مبارکہ اس
پر شاہد ہے۔ یہی وہ اس میں ذکر مصطفیٰ اور رفعت کو جمع کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ
ذکر مصطفیٰ کو بلند کرتا ہے اور جو ذکر مصطفیٰ ہوگا وہ لازماً بلند ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا
کہ ذکر بلند ہو اور ذکر بلند نہ ہو۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا :-

ما الناصح حق متداً بمقالتي

ولكن مدحت مقالتي به محمداً

(میں اپنے ذکر (الغناء) سے حضور کی مدح کو دہلا اور بلند نہیں کر رہا بلکہ آپ

کے ذکرہ مدح سے اپنے کلام اور الفاظ کو بلند ہی بخش رہا ہوں)

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ آپ کا ذکر کرنے والا کسی مقول
کو بھی یہ گمان نہ کرے کہ میں آپ کا ذکر بلند کر رہا ہوں کیونکہ آپ کا ذکر
تو اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند کر دیا ہے کہ اسے مخلوق کی حاجت نہیں رہی۔
ہاں یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس کے ذریعے میں اپنے آپ کو بلند کر رہا ہوں۔

رفعت ذکر کی بعض صورتیں

اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں یہ اعلان فرما دیا ہے کہ ہم نے اپنے
محبوب کا ذکر محبوب کی خاطر بلند فرما دیا ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ذکر کی بلندی کے لیے کون سی صورتیں اختیار فرمائی
ہیں۔ ہم ان میں بعض کا تذکرہ کریں گے۔

جب بھی اللہ کا ذکر ہوگا ﷺ کا ذکر بھی ہوگا :-

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اتاني جبريل فقال ان ربك
ودبك يقول كيف رفعت
ذكرك قال الله اعلم قال
میں نے پاس جبریل امین آئے اور ان کو کہا
کہ رب کہہ آپ پر سلام فرماتے ہیں اور چاہتے
ہیں کہ بتائیں تم نے آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا

اذ ذكرك ذكركت معي -
ہے وہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے
تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو یہ جواب دیا کہ
آپ کی رفعت ذکر ہے کہ جب بھی میرا ذکر ہوگا آپ کا بھی ہوگا :-

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں :-
لا اذكرك الا ذكركت معي -
جب میرا ذکر کیا جائے گا تو اس کے
ساتھ لازماً تمہارا ذکر کیا جائے گا :-

اے محبوب! تمہارے ذکر کے بغیر میرا ذکر ایمان نہیں بننا :-

حضرت ابو العباس احمد بن محمد ابن عطاء البغدادی فرماتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ جو رفعت ذکر آپ کو عطا فرماتی ہے اس کا معنی یہ ہے :-

جعلت مقام الايمان بذكرها -
میں نے ایمان کے مقام پر آپ کا ذکر کیا ہے :-
علاش - والشفاعة ۷۲۸ -
جب ساتھ تیار کر دیں ہوگا۔

یعنی اگر کوئی ساری زندگی اللہ کا ذکر کرتا رہے مگر وہ اس کے
محبوب کا ذکر نہ کرے تو اس کے ذکر کو رد کر دیا جائے گا۔ یہ ایمان نہیں
بلکہ اسے منافقت مستار دیا جائے گا۔

حضرت ملا علی قاری مذکورہ قول پر دلیل کر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

لا يصح ولا يعتد بهما شرعاً
حالهما يتلفظ بكلمتيه اقرار
کہ واقعتاً جب تک کوئی آدمی دونوں
باتوں کو جب یہ باری اور رسالت
حقیقہ وحدانیتہ تعالیٰ وحقیقہ
مستندی کو نہ مانے اس کے ایمان کا
اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ (شرح الشفاء ۱۰۶)

اذان اور ذکر رسول :-

اللہ تعالیٰ نے نماز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے جو طریقہ عطا فرمایا ہے وہ اذان
نہ ہے۔ اذان اسلام کے شاعر میں سے ہے اگر کسی شہر و قریہ یا بستی میں سے

اذان کی کوئی نئی شے تو اس کے رہنے والوں کو مسلمان تصور نہیں کیا جائے گا اور اگر کسی شہر والے اذان پر پابندی لگادیں تو اسلامی حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ ان کے خلاف ایکشن لے، پانچ وقتہ نماز اور جمعہ کے لیے اذان دینا لازم ہے۔ اس ترانہ اذان کے الفاظ پر غور کریں تو جہاں یہ اللہ تعالیٰ کی بڑھائی اور توحید کے اعلان پر مشتمل ہے وہاں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان رسالت پر بھی مشتمل ہے مؤذن اگر اٹھ اے لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ اشلہ ان محمد رسول اللہ کہنے کا پابند بھی ہے۔ حالانکہ عقلی طور پر اگر اذان صرف اعلان توحید اور نماز کی طرف دعوتی کلمات پر ہی مشتمل ہوتی تو کافی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے پسند نہیں فرمایا اور حکم دیا کہ اذان کے اندر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بھی شامل کرو تاکہ میرے ذکر کے ساتھ ان کا ذکر بھی ہو۔

کمرہ ارض پر ایک سیکنڈ بھی بغیر اذان نہیں گزرتا :

یاد رہے پوری دنیا میں چوبیس گھنٹے روئے زمین پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرتا جس میں اذان نہ ہو رہی ہو یعنی ہر لمحہ فضا اللہ کے اعلان توحید اور حضور کے اعلان رسالت سے گونج رہی ہوتی ہے۔ کوئی ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جب کمرہ ارض پر ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت خدا کے بزرگ و بڑے اور حضور کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں۔ ذیل میں ایف ٹینٹ محمد شعیب کی اذان کے بارے میں حقیق ملاحظہ کیجئے :-

دنیا کے نقشے کو دیکھیں اسلامی ممالک میں انڈونیشیا کمرہ ارض کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ ملک بیشمار جزیروں پر مشتمل ہے جن میں جاوا، سوماترا، بورنیو اور سیبلز مشہور جزیرے ہیں۔ انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک

ہے۔ تقریباً ۲۰ کروڑ آبادی کے اس ملک میں غیر مسلم آبادی کا تناسب آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

طلوع سورج سیبلز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتا ہے۔ وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں، طلوع سورج کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور ہزاروں مؤذن خدا کے بزرگ و بڑے کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑ گھنٹہ بعد جاکرتہ میں مؤذنوں کی آواز گونجنے لگتی ہے جبکہ اس کے بعد یہ سلسلہ سمارٹ میں شروع ہو جاتا ہے اور سمارٹ کے مغربی قصبوں اور پٹا سے پہلے ہی ملائیکہ مسجدوں میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ یہ سلسلہ ایک گھنٹہ بعد دھاکہ پہنچتا ہے۔ بلنگلہ دیش میں اذانوں کا بھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سرینگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے ممبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔

سرینگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔ اس عرصے میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہو رہی ہوتی ہے پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسقط سے بعد از تک ایک گھنٹہ کا فرق ہے اس عرصے میں اذانیں حجاز مقدس، یمن، عربستان، کویت اور عراق میں گونجنی رہتی ہیں۔

ہندو سے سکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ سکندریہ اور استنبول ایک ہی

طول و عرض پر واقع ہیں۔ مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران ترکی میں صدمے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے۔
سکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا دورانیہ ہے، اس عرصے میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز اندونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا، ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔

فجر کی اذان بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی اندونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی اندونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل جگہ رت پہنچتا ہے کہ اندونیشیا کے مشرقی جزائر میں نماز مغرب کا وقت ہو جاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں سیبلز سے بمشکل سہاڑا تک پہنچتی ہیں کاتے میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے جس وقت مشرقی اندونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اُس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ گمراہی پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت خدا نے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں؟ انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ قیامت اسی طرح جاری رہے گا۔

شاعر دربار رسالت حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام عالی کا تذکرہ اپنے اشعار میں یوں فرمایا ہے :-

وَضَمَّ اللّٰهَ اسْمَ النَّبِيِّ اِلٰى اسْمِهِ اِذَا قَالُ فِي الْخَمْسِ الْمَوْذِنُ اشْهَدُ
اِنَّهُ مِنْ اسْمِهِ لِجِلَّةِ فَذُو الْعَرْشِ مُحَمَّدٌ وَهَذَا الْمُحْتَمَدُ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اپنے مبارک نام کے ساتھ اس طرح متصل فرمادیا ہے کہ ہر مؤذن پانچ وقت اس کی شہادت دیتا ہے اور اپنے نام سے حضور کا نام بنایا تاکہ یہ سب سے اعلیٰ اور عزت والا ہو جائے پس عرش والا (اللہ تعالیٰ) محمود اور اس کا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستند ہیں

اے محبوب تیرے ذکر کو میں اپنا ذکر قرار دیتا ہوں :-

حضرت ابن عطاء ہی سے ایک اور مقام پر منقول ہے اور وہ یہ ہے :-
جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِنْ ذِكْرِى فَمَنْ تَمِنَ نَعْتِىَ سَلَامًا ذِكْرًا قَرَّرْتَنِي دِيَارَہِ
ذِكْرُكَ ذِكْرِي (الشفاء: ۱۲۳) جس نے تجھے یاد کر لیا اس نے مجھے یاد کر لیا
حضرت ملا علی قاری رفعت ذکر پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-
لَا يَجْعَلُ انْ يَقَالَ الْمَرَادُ بِرَفْعِ رَفْعِ ذِكْرِ مَرَادٍ يَهِيَ كَاللّٰهِ تَعَالٰى نِي
ذِكْرَهُ اِنَّهُ جَعَلَ ذِكْرَهُ اِنِّىْ مَحْبُوْبٌ پَاكٍ كَيْ ذِكْرُ كُوْا پَنَا ذِكْرُ
ذِكْرَهُ كَمَا جَعَلَ طَاعَتَهُ اِسْتَارَدْنِيْ دِيَارَہِ جِسْ طَرَحِ اَبِّىْ كِي
طَاعَتَهُ (شرح الشفاء: ۲۳) اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے +
یہ بات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں :-

وَلَا مَقَامَ فَوْقَ هَذَا فِى اِسْمِ سَ بڑھ کر مرتبہ میں کوئی مقام
المرتبة (شرح الشفاء: ۲۴) نہیں ہو سکتا +

جب اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم کے ذکر کو اپنے ذکر کا عین قرار دے دیا ہے یعنی حضور کی نعت اور آپ پر درود و سلام اللہ ہی کا ذکر ہے تو واقعہ اس سے بڑھ کر اس کائنات میں کوئی مرتبہ و مقام نہیں ہو سکتا۔

الشفاع کے حشری ملا علی محمد الجواد کی اس معنی کی تفسیر کرتے ہیں :-

کان فحکرت علیہ ذمیرہ آپ کا ذکر میرے ذکر کا میں ہے :-

کائنات کے ہر ذرے پر اکرم محمد ﷺ لکھا ہے :

آپ کے ذکر کی رفعتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق جنت، عرش و لوح، کرسی، قلم حتیٰ کہ ہر ذرے ذرے پر اپنے محبوب کا نام ثبت فرمادیا تاکہ لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ جہاں تک میری پریت کا دائرہ ہے وہاں تک اس رسول کی رسالت ہے۔ اگر میں رب العالمین ہوں تو اس کو میں نے رحمتہ للعالمین بنایا ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ بے شک پیدا کر نیوالا میں ہوں لیکن ان کا مانک میں نے اپنے محبوب کو بنا دیا ہے کیونکہ مانک کے علاوہ کسی دوسرے کا نام شے پر نہیں لکھا جاتا۔ یہاں ہم ان روایات کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں بعض اہم مخلوقات کے بارے میں آیا ہے کہ ان پر آپ کا اسم گرامی ثبت ہے۔

عرش اعظم کی زینت۔ نام محمد ﷺ :

امام حاکم نے مستدرک میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہو گئی تو انہوں نے رب العزت کی بارگاہ کو مریاں میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کی :

یا رب اسئلك بحق محمد
اے میرے رب میں محمد رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں
میری لغزش سے درگزر فرما۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا :

یا آدم کیف عرفت محمد رسول الله
اے آدم! تجھے محمد کے بارے میں کیسے معلوم ہوا
یہ وہ علم و سلم و سلم الخلف :-
کیا حالانکہ میں نے تو انہیں پہچانیں فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا :

یا رب لعل خلقتی بیدك ونفخت
اے رب! کہم جب تو نے مجھے پیدا کیا کہ
لما من روحك رقت رأسی
میرے اندر اپنی روح چھوٹی میں نے سر پر
فذا أتت علی قوائم العرش مكتوبا
تو میں نے عرش کے چاروں اطراف پر یہ کلمہ
لا اله الا الله محمد رسول الله
لکھا ہوا دیکھا۔ لا اله الا الله محمد رسول الله
فخلعت انك لود تظف الخ
اتصال سے میں نے محسوس کیا کہ یہ نام
اسمك الا لعب الخلق اليك
اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق سے
(المستدرک ۲۰ : ۶۱۵)

طہرانی اور سیبوی میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا :

هو ابن عفت محمد
آپ نے اس بات کو کیسے پہچان لیا :-
تو آپ نے عرض کیا :

رأيت في كل موضع من
جب میں نے جنت میں ہر جگہ یہ تحسیر
الجنة مكتوبا لا اله الا الله
دیکھی لا اله الا الله محمد رسول الله تو مجھے
محمد رسول الله فخلعت انما
اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ ذات برگزین
اكرم مخلقتك عليك خاب الله
ہی اللہ کے ہاں ساری مخلوق سے زیادہ
معرض ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت

آدم کی توبہ قبول کر لی :-
(الشفاعہ : ۲۲۵)

حضرت ملا علی قلی قزوینی کی کل موضع من الجنة کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
 من شرف قصورها
 آپ کا اسم گرامی ملاقات جنت کے
 وصفه ورحوبها والطراف
 طاقول، روضتہا، وحدو غلمان کے سینوں
 انہارھا وانشجارھا۔
 انہار جنت کے کناروں اور درختوں کے
 پتوں پر پھسیر کیا گیا ہے۔

حضرت انس اور حضرت ابوالحر ارضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لما اسرى الى السماء اذ اعلى
 جب میں معراج کے لیے عرش پر پہنچا
 العرش مكتوب لا اله الا الله
 تو میں نے عرش پر لا اله الا الله محبت
 محمد رسول الله (شرح الشفاء، ۱: ۲۶۸)

جنت کے دروازے پر نام محمد ﷺ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

على باب الجنة مكتوب انا
 جنت کے دروازے پر یہ تحریر ہے:
 الله لا اله الا الله محمد
 اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ
 رسول الله لا اعذب من
 علیہ وسلم، اس کے برحق رسول ہیں جس شخص
 قالها۔ (الشفاء، ۱: ۲۶۸)
 نے بھی اس قول کو مان لیا اللہ تعالیٰ
 اسے عذاب میں مبتلا نہیں فرمائے گا:

پیشہ پستہ بوطا بوطا نام محمد ﷺ راجا نے ہے:

حلیہ میں سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ما في الجنة تحجرات عليها ودفنت
 جنت کے درختوں پر کوئی لہا پتہ نہیں
 الا مكتوب عليها لا اله الا الله
 جس پر لکھا ہے لا اله الا الله
 محمد رسول الله (الشفاء، ۱: ۲۶۹)

لوح محفوظ کی پیشانی کا جھومر اسم محمد ﷺ:

علامہ روح المعانی سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لوح محفوظ کے بارے میں مروی روایت کو نقل کرتے ہیں:

لوح من درة بيضا طوله
 لوح محفوظ چمکدار موتی سے بنا ہوا ہے
 ما بين السماء والارض وعرضه
 اس کی لمبائی آسمان و زمین کے درمیان
 ما بين المشرق والمغرب
 فاصلے اور چوڑائی مشرق و مغرب کی
 وحاشا له الدر واليا قوت
 مقدار کے برابر ہے، اس کے کناروں پر
 وقلعه نور وانما كتب
 موتی اور یاقوت جڑے ہوئے ہیں ہلکا
 في صدره لا اله الا الله
 قلم نوری ہے اور اس کی پیشانی پر یہ
 وحده لا شريك له
 تحریر کندہ ہے: اللہ وحدہ
 دنيا الاسلام ومحمد عبده
 لا شریک ہے۔ اس کا پسندیدہ دین
 ورسوله فمن آمن بالله
 اسلام ہے، محمد اس کے پیارے بندے
 عز وجل وصدق بوعده
 اور رسول ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان
 واتبع رسلا ادخل الجنة
 لائے گا اس کا وعدہ پورا کرے گا اور اس
 کے رسولوں کی اتباع کرے گا وہی

روح المعانی، پ ۳۰، ۱۰۰، ۱۰۱

المنظر، ص ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲

جنت میں داخل ہوگا:
 امام قرطبی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے ہی سے یہ تصریح کی ہے:

اول شئ كتب الله تعالى
في اللوح المحفوظ اني
انا الله لا اله الا انا وحده
رسولي (العشر طي، جز ۱، ص ۲۹۸)

سب سے پہلے لوح محفوظ پر لکھے جانے
والے کلمات یہ تھے کہ میں ہی اللہ ہوں
میرے سوا کوئی معبود نہیں میرے
پارے رسول ہیں۔

بہر شے جو مضر و نسیج ہے، اہم معنی اللہ و ملائکہ سے مزیں ہے :

شیخ الحدیث حضرت علامہ قاری ان تمام روایات اور مختلف بزرگوں کے
حوالے سے بیان کردہ واقعات کہ ہم نے ایسے درخت، جانور، پتھر دیکھے
جن پر حضور کا نام تھا، ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

والله الذي يخطر بالبال الفاطر
والله اعلم بالظواهر
والسرائر ان هذه كلها
كشوفات مكشوفات لا هلهما
لا يراها من لم يستأهلها
وربما يقال ان اسمه سبحانه
تعالى على اسم رسول الله
صلوات الله عليه وسلم موسوم على
كل شئ من ملك وفلك
وبناء وسماء وعرش وعرش
وحجر ومدرو وشمس ونحو
ذلك ولكن اكثر الخلق لا يبصرون

میرا دل گواہی دیتا ہے ہر شے کے ظاہر
اور باطن کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا
ہے کہ ان نام واقعات کا تعلق کشف
سے ہے، اہل کشف ہی اس کا مشاہدہ
کر سکتے ہیں دوسرے نہیں۔ یہ بیان کیا
گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کے
ساتھ اس کے پیارے رسول کا نام
کائنات کی ہر شے مفرشتہ، فلک، زمین
عرش، فرش، پتھر، بیت کے ذرات،
درخت پھل وغیرہ تمام پر تحریر ہے لیکن
اکثر لوگ اسے دیکھ نہیں پاتے اور نہ
ہی ان کو یہ نقش نظر آتا ہے۔ اس کو باری

صورهم ونظير قولهم سبحانه
والعالي وان من شئ الا يسبح
بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم
(شرح الشفاء، ۱: ۳۷۸)

تعالیٰ کے اس فرمان سے سمجھا
جاسکتا ہے کہ ہر شے باری تعالیٰ
کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم اسے سمجھ
نہیں سکتے :

اب تیسرا نام بھی آئے گا میرے نام کے ساتھ :

رفعت ذکر کی ایک اہم سورت یہ ہے کہ اللہ رب العزت تعالیٰ
کے نام کو اپنے مبارک نام کے ساتھ متصل فرمادیا۔ مثلاً کلمہ طیبہ میں جہاں
توحید کا اعلان ختم ہوتا ہے وہاں سے رسالت کی بات شروع ہو جاتی ہے
درمیان میں واو عاطفہ کا ذکر بھی نہیں حالانکہ دو ذاتوں کا ذکر ہے جس کا
تقاضا عطف ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ میرے اور میرے محبوب
کے ناموں کے درمیان واو آجائے یعنی ہم اگرچہ دو ہیں مگر ہم میں دوئی کا تصور
نہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت، اتباع، محبت وغیرہ میں جہاں
اپنا ذکر کیا ہے وہاں اپنے محبوب کا ذکر بھی متصلاً کیا ہے۔ اس پر بیسیوں
آیات قرآنی شاہد و عادل ہیں۔

سید قطب معری ورفعنا لك ذكرك کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

رفعنا في الملاء الاعلى ورفعنا
في الارض ورفعنا في هذا
الوجود جميعاً ورفعنا
فجعلنا اسمك مقروناً باسم الله
كلما احتدكت به الشفاعة

ہم نے آپ کا ذکر ملاء اعلیٰ میں بلند کر دیا اسی
طرح زمین میں اور اس تمام رشتے کائنات
میں بھی اور ہم نے آپ کے اہم گرامی کو
اپنے ساتھ اس طرح پیوست کر دیا ہے
کہ جب بھی اللہ کا نام کوئی لے گا آپ کا بھی لے گا :

وَلَا خَيْرَ خَيْرِكَ مِنَ الْأُولَىٰ رَفْعِ فُكْرٍ كَالِإِكْتَارِ هَيْ:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النضیٰ میں حضور علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کا یہ کہنا کہ محمد کے رب نے اسے چھوڑ دیا ہے، غلط ہے کیونکہ میں تو بعد میں آنے والی ہر گھڑی میں آپ کے ذکر کو بلندی عطا کرتے والا ہوں۔ یہاں مفسرین کرام نے یہ معنی لکھا ہے کہ آخرت آپ کے حق میں دنیا سے بہتر ہوگی و مل انہوں نے اس کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ ہر آنیوالا وقت آپ کی بلندی کا دور ہوگا۔

قاضی شاعر اللہ پانی پتی بھی یہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

لَا خَيْرَ اِى الْحَالَةِ الْاٰخِرَةِ آپ کی ہر دوسری گھڑی پہلی سے بہتر
خَيْرِكَ مِنَ الْاُولَىٰ نِهَاسِيَةً اور آپ کا بعد کا معاملہ پہلے سے کہیں
اَمْرِكَ خَيْرٌ مِنْ بَدَايَتِهِ بہتر یعنی آپ کے مراتب رفیعہ میں سے
لَا تَزَالُ تَتَّعَدُ فِي الرَّفْعَةِ ہمیشہ ترقی ہوتی رہے گی :

والکمال (المظہری، ۱۰، ۲۸۲)

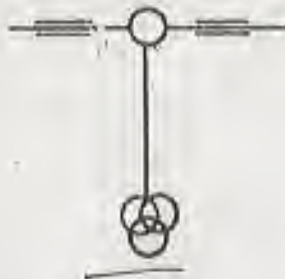
ہمیشہ سے اُمت مسلمہ میں وسیع پیمانے پر محافل میلاد ولعت کا انعقاد اور آپ کی آمد کی خوشی میں جشن، جلوس یا سب اللہ تعالیٰ کے وعدے کا اظہار ہے یہ سلسلہ روز بروز ترقی افزوں ہے۔

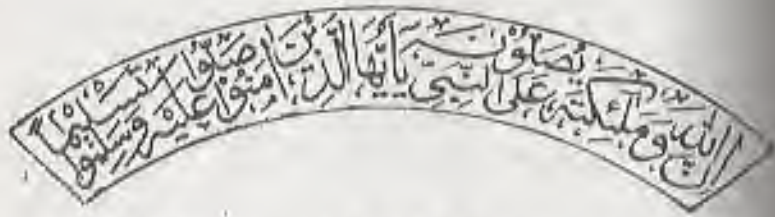
امام فخر الدین رازی رفعت ذکر کی مختلف صورتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں،
املاء العالم من اتباعك یہ کائنات تیرے ایسے غلاموں سے بھر
كلهم يثنون عليك ويصلون جائے گی جو تمام کے تمام آپ کی تعظیم اور
عليك ويحفظون سنتك آپ کی بارگاہِ اقدس میں درود و سلام

والقراء يحفظون الفاظ عرض کرتے رہیں گے اور آپ کی سنتیں
مشورك والمفسرون يفسرون مبارک کے محافظ ہوں گے۔ قرآن آپ
معاني فرقائك والوعاظ يبنون کے مشور کے الفاظ کی حفاظت کریں گے،
وعظمتك بل العلماء والاساطين مفسرین معانی قدس ان واضح کریں گے،
يصلون الى خدمتك ويسلمون مبلغین آپ کی تبلیغ کے امین ہوں گے،
من وراء الباب عليك ويصيحون بلکہ تمام علماء و سلاطین آپ کی بارگاہِ عالیہ میں
وجوههم بتواب روضتك درود عرض کریں گے اور آپ کی مبارک
ويرجون شفاعتك فشرfk چمکت پر کھڑے ہو کر سلام عرض کریں گے
باقی الى يوم القيامة اور آپ کے روضۂ اقدس کی مبارک خاک
(تفسیر کبیر، ۲۲، ۶۵۵)

شفاعت کے اُمیدوار ہوں گے، اسی طرح آپ کا شرفِ باقیامت باقی رہے گا۔
اسی رفعت ذکر کا مظاہرہ ساری کائنات نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے،
دیکھ رہی ہے اور مستقبل میں اس سے کہیں بڑھ کر دیکھے گی۔

چشم افلاک یہ نظارہ تا ابد دیکھے
رفعت شان ورفناک ذکر کرتے دیکھے





تاریخ اسلام میں درود و سلام کے موضوع پر پہلی مستقل کتاب
 فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

درود و سلام کی فضیلت

تصنیف

امام اسماعیل بن اسحاق القاضی

۱۹۹۰ء — ۱۳۸۲ھ

ترجمہ

مولانا محمد عباس رضوی

کتاب اور مصنف کتاب

مصنفی محمد خاں قادری

امام : حافظ الحدیث شیخ الاسلام ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق القاضی مالکی۔

ولادت : ۱۹۹ھ وصال : ۲۸۲ھ

جبکہ امام بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ اور وصال ۲۵۶ھ ہے۔

منصب قضا : بغداد میں سکونت پذیر رہے اور چالیس سال تک منصب قضا پر فائز رہے۔

علمی مقام : علوم قرآن، حدیث اور فقہ کے ساتھ ساتھ علوم عربیہ میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں مبرد کا قول ہے :

هو اعلم بالتحریب منی | وہ علوم عربیہ میں مجھ سے زیادہ فاضل تھے۔

امام بخاری کے ہم عصر اور ہم شیخ : یاد رہے کہ ان کے اساتذہ کے اسماء میں شیخ علی بن المدینی کا نام بھی ہے اور یہ امام بخاری کے حدیث میں استاذ ہیں۔ گویا شیخ اسماعیل القاضی اور شیخ محمد بن اسماعیل بخاری دونوں حدیث میں ایک ہی استاذ کے شاگرد ہیں۔

درود شریف پر پہلی کتاب : تادیخ اسلام میں درود شریف کے موضوع پر مستقل لکھی جانے والی پہلی کتاب ہے اور اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کے لئے اولین ماخذ ہونے کا درجہ رکھتی ہے۔

شیخ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں :
 وعلیہ اول مؤلف فی بابہ
 ولذلک فموسو یعتبر من المصادر
 الاساسیة لكل من الف بعدہ
 مثل ابن القیم فی "جلد الافہام
 فی الصلوۃ علی خیر الانام" والحافظ
 السخاوی فی "القول البدیع فی
 الصلوۃ علی الحبیب الشفیع" وغیرہما۔

ممکن ہے یہ اپنے موضوع پر سب
 سے پہلے کتاب ہو یہی وجہ ہے کہ بعد میں
 لکھی جانے والی کتب کے لئے مستند
 ماخذ کا ذکر رکھتی ہے۔ مثلاً ابن القیم نے
 جلد الافہام اور سخاوی نے القول
 البدیع میں اس سے استناد کیا ہے۔

امام سخاوی نے متعدد مقامات پر اس کتاب کا تذکرہ کیا ان میں سے دو
 مقامات ملاحظہ کیجئے :

(۱) القول البدیع میں حضرت ابوسعود انصاری بدری کے حدیث کے مختلف
 الفاظ کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وعند اسماعیل القاضی
 فی فضل الصلوۃ لد من طرق
 الباب الاول فی الامر بالصلاۃ
 امام اسماعیل القاضی نے فضل الصلوۃ
 علی النبی میں اسے مختلف اسناد سے
 بیان کیا ہے۔

علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کتاب کے خاتمہ میں اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کا تذکرہ کرتے ہیں
 اور سب سے پہلے کتاب جس کا ذکر کیا وہ یہی کتاب ہے

فقد صنف فی هذا الباب
 جماعت کثیرون کاسماعیل القاضی
 فی کتاب سماہا بفضل النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم۔ (مختار القول البدیع)
 اس موضوع پر بہت سے لوگوں
 نے لکھا ہے ان میں شیخ اسماعیل القاضی
 ہیں جن کی کتاب "فضل الصلوۃ علی النبی
 ہے۔

یوں تو اس کتاب کی ہر روایت ہی قابل تقلید و عمل ہے تاہم چند روایات
 بہت ہی قابل توجہ ہیں۔

۱۔ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :
 ہمارے ہاں بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ السلام علیک ایہا النبی کہنا
 حدیث شریعت عمل ہے بلکہ بعض تو اسے شرک و بدعت گردانتے ہیں۔ بارہ سو
 سال پہلے لکھی گئی اس کتاب کی روایت ۵۵ اور ۵۶ پڑھئے جس میں حضرت طلحہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب بھی کوئی مسلمان مسجد میں داخل ہو تو حضور پر ان کلمات
 سے صلوۃ و سلام عرض کرے۔

صلی اللہ وعلیٰ رکتہ علی محمد
 السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ
 اللہ
 اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور
 کی ذات پر درود بھیجیں۔ اسے نبی مکرم !
 آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو

۲۔ منزار اقدس کو مس کرنا :
 روایت ۷۱ میں حضرت نافع بیان کرتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما جب سفر سے واپس مدینہ طیبہ آئے۔

ثم یاتی النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم فیضع یدہ الیہما علی
 فہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
 تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنا دایاں
 ہاتھ منزار اقدس پر رکھتے۔

۳۔ بوقت حاضری قبلہ کی طرف پشت کرنا :
 بعض لوگ جہالت کی وجہ سے محبوب خدا کی بارگاہ میں حاضری کے وقت
 قبلہ کی طرف پشت کرنے سے روکتے ہیں حالانکہ مذکور روایت کا آخری حصہ یہ ہے کہ
 حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما،

يستدبر القبلۃ ثم یسلم
على النبى -
حاضری کے وقت قبلہ کی طرف پشت
کرتے اور سلام عرض کرتے۔

ترجمہ کتاب : اس مبارک کتاب کا ترجمہ علامہ محمد عباس رضوی گوجرانواری
کیا ہے جو نہایت ہی فاضل اور صاحب مطالعہ ہیں۔ انہوں نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ
اس کتاب پر عربی میں حاشیہ بھی تحریر کیا ہے۔ کوئی صاحب محبت و ثروت اصل
عربی مع حاشیہ شائع کرے تو یہ بڑی خدمت ہوگی۔

محمد خاں قادری

جامعہ رحمانیہ شادمان لاہور
۱۱ ذوالحجہ ۱۴۱۲ بروز پیر بعد نماز مغرب

بسم الله الرحمن الرحيم
ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم - اللهم صل
على سيدنا محمد والہ وسلم۔

حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں درود و سلام کے بارے میں متعدد
روایت ہیں ان میں سے چند کا تذکرہ اس کتاب میں کیا جا رہا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ
عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس
تشریف لائے آپ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ صحابہ نے
عرض کیا یا رسول اللہ! آج ہم آپ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار دیکھ رہے
ہیں تو آپ نے فرمایا ابھی ابھی میرے رب کی طرف سے آنے والا آیا اور اس
نے مجھے خبر دی کہ میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ
اس پر دس مرتبہ رحمت فرمائے گا۔

- حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ،

ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں باہر تشریف لائے
کہ چہرہ اقدس پر خوشی کے آثار چمک رہے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم آپ کے
چہرہ انور پر خوشی کا وہ اثر دیکھ رہے ہیں جو پہلے نہیں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ ابھی ابھی ایک فرشتہ نے آکر مجھے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم آپ کا رب آپ کو یہ خوشخبری دیتا ہے کہ کیا آپ کی رضا مندی کے لئے

یہ کافی نہیں کہ آپ کی امت میں سے کوئی شخص آپ پر ایک بار درود شریف پڑھے میں اس پر دس بار انعام و اکرام کی بارشیں کروں اور جو آپ پر ایک مرتبہ سلام عرض کرے میں اس پر دس مرتبہ سلامتی نازل کروں۔

۳۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے (اس بشارت کے بعد) اب تم چاہو تو زیادہ پڑھو چاہو تو کم۔

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قننائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے اور کوئی درود نہ آویسی ایسا نہ تھا جو کہ طہارت کا برتن (لوٹا وغیرہ) لے کر آپ کے ساتھ جاتا (حضرت عمرؓ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے اور لوٹا لے کر پیچھے چل پڑے) تو آپ کو ایک حوض کے پاس مسجود پایا۔ حضرت عمرؓ فرمایا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ نے سراقہ میں سجدہ سے اٹھایا اور فرمایا اے عمرؓ تم اچھا کیا کہ مجھے سجدہ کی حالت میں دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ میرے پاس ابھی جبریل امین آئے تھے اور کہا ہے کہ حضور! جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرماتا ہے۔

۵۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو میں لوٹا لے کر آپ کے پیچھے چل پڑا میں نے دیکھا کہ آپ فراغت کے بعد حوض کے پاس اللہ کے حضور سجدہ میں ہیں تو میں پیچھے ہٹ گیا جب آپ نے سجدہ سے فارغ ہو کر سر مبارک اٹھایا تو

مجھے فرمایا کہ اے عمرؓ! نے بہتر کیا کہ پیچھے ہٹ گیا۔ جبریل میرے پاس آئے اور کہا جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس درجے بلند فرمائے گا۔

۶۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے اس پر فرشتے اس وقت تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ درود شریف بھیجتا رہتا ہے۔ اب اس کی مرضی ہے کہ وہ کم پڑھے یا زیادہ۔

۷۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سجدہ میں تھے اور آپ نے سجدہ کا نیا فرمایا۔ پھر فرمایا میرے پاس جبریل آئے تھے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے آپ پر درود بھیجا میں اس پر رحمت بھیجتا ہوں اور جو آپ پر سلام بھیجے میں اس پر سلام بھیجتا ہوں تو میں سجدہ شکر بجالایا۔

۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجا اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔

۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔

۱۰۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چار یا پانچ آدمی ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے آقا انہیں مختلف کام سپرد فرماتے۔ ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا

تو آپ باہر نکل چکے تھے پس میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپ..... ایک چار دیواری میں داخل ہوئے اور (اللہ کی بارگاہ میں) سب سے پہلے ہو گئے اور سجدے کو بہت لمبا فرمایا یہاں تک کہ میں ٹنگیں ہو کر رونے لگا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک قبض ہو گئی ہے پس آقا نے اس حال میں سر اٹھایا کہ میں آپ کے پیڑائیں (و مضطرب) تھا۔ آقا نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا مجھے کیا ہوا ہے میں نے عرض کی آقا آپ نے سجدہ اتنا لمبا کیا کہ میں سمجھا کہ شاید آج اللہ نے آپ کی روح مبارک قبض کر لی ہے اس لئے میں رو دیا۔ حضور نے فرمایا یہ سجدہ دراصل سجدہ شکر تھا جو میں نے اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لئے کیا تھا۔ جب اللہ نے مجھے میری امت کے بارے میں یہ خوشخبری دی کہ جو بھی مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دے گا۔

۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیں۔

۱۲۔ حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرماتا ہے۔

۱۳۔ حضرت یعقوب بن زید بن طلحہ انہی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا فرشتہ آیا اور اُس نے کہا کہ جس شخص نے مجھ پر درود پڑھا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی عبادت کا نصف حصہ آپ پر درود شریف کے لئے وقف کروں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اگر تو ایسا کر لے۔

اس نے عرض کیا کہ دو تہائی حصہ آپ کے لئے مخصوص کروں آپ نے ارشاد فرمایا جیسا تو چاہے تو اس نے عرض کیا کہ اب میں ہر وقت صرف آپ پر درود ہی پڑھوں گا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

جب تو اللہ تمہارے دنیا اور آخرت کے تمام غموں کو دودھ کرنے کیلئے کافی ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ:

جب رات کا دو تہائی حصہ گزر جاتا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے اور ارشاد فرماتے۔ راجعہ (ڈرانے والی) آ رہی ہے اور اس کے پیچھے (دو تہائی) ہے۔ موت اپنا ساز و سامان لے کر آ رہی ہے۔ تو حضرت ابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں رات کو نماز پڑھتا ہوں تو کیا اگلی عبادت کا تیسرا حصہ آپ پر درود پڑھا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نصف۔ حضرت ابی نے عرض کیا کیا کلمہ؟ وقت آپ پر درود پڑھا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تب تو تمہارے سارے گناہ بخشے گئے۔

۱۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر کی پہلی سیڑھی پر چڑھے اور فرمایا آمین۔ پھر دوسرے درجہ پر چڑھے اور فرمایا آمین۔ پھر تیسرے درجہ پر قدم رکھا اور فرمایا آمین۔ پھر آپ منبر پر بیٹھ گئے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے آمین کیوں فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ جبرائیل امین میرے پاس آئے اور کہا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے تو میں نے کہا اور اس شخص کی بربادی ہو کہ جس نے اپنے والدین کو پایا اور (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا تو میں نے اس پر آمین کہا۔ اور پھر جبرائیل نے کہا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور

اس کے گناہ معاف نہ ہوئے تو میں نے اس پر کہا آمین۔

۱۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے اور وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے پاس اس کے والدین بوڑھے ہوں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں (یعنی وہ شخص ان کی خوش فہمی حاصل نہ کر سکے) اور وہ شخص ذلیل و خوار ہو کہ رمضان کا مہینہ گزر جائے اور اس کے گناہ نہ بخشے جائیں۔

۱۷- ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مروی ہے۔
۱۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا آمین۔ آمین۔ آمین تو آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یہ آپ نے کیا عمل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے جبرائیل امین نے کہا وہ شخص ذلیل و خوار ہو کہ اس پر ماہ رمضان داخل ہوا اور اس نے اپنے گناہ معاف نہ کروائے تو میں نے اس پر آمین کہا۔ پھر اس نے کہا کہ وہ شخص برباد و ذلیل و خوار ہو کہ جس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک موجود ہو اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں (یعنی وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ جائے) تو اس پر میں نے آمین کہا۔ پھر اس نے کہا کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ آپ پر درود نہ بھیجے تو میں نے آمین کہا۔

۱۹- حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا منبر حاضر کیا جائے ہم نے پیش کیا۔ آپ نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا اور فرمایا آمین پھر دوسری سیڑھی پر قدم رکھا فرمایا آمین۔ پھر تیسری سیڑھی پر قدم رکھا فرمایا آمین۔ جب آپ فارغ ہوئے تو منبر سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم نے آپ سے (جو سنا وہ پہلے نہیں سنا تھا) تو آپ نے ارشاد فرمایا (بات یہ تھی) جبرائیل امین میرے سامنے آئے اور کہا جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور بخشنا نہ گیا تو وہ اللہ کی رحمت سے دور ہے تو میں نے آمین کہا پھر دوسری سیڑھی پر میں نے قدم رکھا تو جبرائیل نے کہا وہ شخص اللہ کی رحمت سے بعید ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر ہوا اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے میں نے آمین کہا۔ جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرائیل نے کہا کہ جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہے تو میں نے اس پر کہا آمین۔

۲۰- حضرت علی بن حسین (زین العابدین رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی ہر صبح آتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارکہ کی زیارت کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و شریعت پڑھتا۔

تو اس کو حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو یہ کیوں کرتا ہے اس نے عرض کیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کو پسند کرتا ہوں۔ تو اس کو حضرت علی بن حسین نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو اپنے باپ سے مروی ایک حدیث نہ بتا دوں؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ تو حضرت امام علی بن حسین نے کہا مجھے میرے باپ نے خبر دی میرے دادا (حضرت علی) سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری قبر کو میلہ گاہ عید اور اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔ مجھ پر صلوٰۃ و سلام پڑھو تم جہاں بھی ہو تمہارا صلوٰۃ و سلام مجھے پہنچ جائیگا۔

۲۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گشت

کرتے رہتے ہیں وہ مجھے میری امت کا درود و سلام پہنچاتے ہیں۔

۲۲۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے دونوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس میں حضرت آدم کی تخلیق ہوئی اور اسی دن ان کا وصال ہوا اور اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اس میں کروکب یعنی قیامت برپا ہوگی۔ پس مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا درود آپ کے سامنے کیسے پیش ہوگا جبکہ آپ کا جسد مبارک مٹی میں مل کر برسیدہ ہو جائے گا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء۔
”بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔“

۲۳۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تأكل الارض جسد من كلمه روح القدس۔ ”جس کے ساتھ جبریل امین نے کلام کیا اس کے جسم کو زمین نہیں کھا سکتی۔“

۲۴۔ حضرت ابوب سختیانی نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے: ان ملاک مؤکل من صلی علی النبی محقی یبلغہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ”وہ بے شک ایک فرشتہ ایسی ڈیوٹی پر ہے کہ جو شخص جس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے وہ اس درود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا ہے۔“

۲۵۔ حضرت بکر بن عبد اللہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے تم مجھ سے کلام کرتے ہو اور میں تم سے اور جب میں انتقال فرما جاؤں گا تو میرا انتقال فرمانا بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔

تعرض علی اعلاکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ و رأیت غیر ذلک استغفرت اللہ لکم۔ (مجھ پر قبر میں تمہارے اعمال پیش ہوں گے اگر میں نے ان کو اچھا دیکھا تو اللہ کی حمد کروں گا اور اگر اس کے علاوہ (یعنی بُرے اعمال) دیکھوں گا تو تمہارے لئے اللہ سے بخشش طلب کروں گا)۔
۲۶۔ حضرت بکر بن عبد اللہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم مجھ سے باتیں کرتے ہو اور میں تم سے اور جب میں چلا جاؤں گا تو تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے پس اگر میں نے ان کو اچھا دیکھا تو اللہ کی تعریف و ثناء بیان کروں گا (مشکراؤ) کروں گا) اور اگر ان کو بُرا دیکھا تو اللہ کریم سے تمہارے لیے بخشش طلب کروں گا۔
۲۷۔ حضرت یزید رقاشی سے روایت ہے:

ایک فرشتہ حمد کے دن اسی ڈیوٹی پر لگا ہوا ہے کہ جو شخص جس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے وہ اس کا درود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا ہے اور یوں عرض کرتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان فلانا من امتک صلی علیک (آپ کی امت میں سے فلان شخص نے آپ پر درود پڑھا)۔
۲۸۔ حضرت امام حسن بصری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو۔

۲۹۔ حضرت امام حسن ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو مجھ پر پیش ہوتا ہے۔

۳۰۔ جناب حضرت سہیل سے روایت ہے کہ میں رؤفہ انور پر سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا وہاں قریب ہی ایک گھر میں امام حسن بن حسین شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے جب میں ان کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا کھانا کھا لو۔ میں نے عرض کی کہ بھوک نہیں ہے تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کھڑے کیوں ہو۔ میں نے عرض کیا میں اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کے لئے تو آپ نے ارشاد فرمایا جب تم مسجد میں داخل ہو تو (اسی وقت) سلام عرض کرو۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنا لیا اور محمد پر درود پڑھو تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جائے گا۔

۳۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخمیل وہ ہے جس کے سامنے (پاس) میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۳۲۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخمیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے (صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما)

۳۳۔ امام عبد اللہ بن علی بن الحسین سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد (امام زین العابدین) سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بخمیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۳۴۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخمیل ہے کہ جب اس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے تو وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔

اس روایت کو ایسے ہی دہاوری نے روایت کیا ہے اور عبد اللہ بن علی بن حسین سے انہوں نے حضرت علی سے اس کو مرسل بیان کیا ہے۔

۳۵۔ امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک وہ شخص بخمیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۳۶۔ عبد اللہ بن علی بن حسین سے روایت ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ عامر بن غزیہ سے روایت ہے انہوں نے عبد اللہ بن علی بن حسین سے سنا عبد اللہ نے اپنے باپ علی سے اور علی ان بن العابدین نے اپنے باپ حضرت امام حسین سے روایت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (الفاظ سابقہ حدیث کی مثل ہیں)

۳۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لوگوں میں سب سے زیادہ بخمیل وہ شخص ہے کہ اس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۳۸۔ امام حسن بصری سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: آدمی کے بخمیل ہونے کے لئے یہی امر کافی ہے کہ اس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود و سلام نہ پڑھے۔

۳۹۔ حضرت امام حسن بصری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لوگوں کے بخمیل اور کفر ہونے کے لئے یہی بہت ہے کہ ان کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود و سلام نہ پڑھیں۔

۴۰۔ حضرت امام حسن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مجمع پر جمعہ کے دن زیادہ درود شریف پڑھا کرو۔

۴۱۔ حضرت امام جعفر صادق اپنے باپ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجمع پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا دروازہ بھول گیا۔

۴۲۔ امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجمع پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

امام سفیان نے فرمایا کہ عمرو کے ساتھ ایک شخص نے بھی یہ روایت امام باقر سے اسی طرح روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجمع پر درود پڑھا (گویا کہ) وہ جنت کی راہ بھول گیا۔

پھر سفیان نے اس شخص کا نام بھی لیا اور کہا کہ وہ شخص ہے (اسام البیرنی)

۴۳۔ امام باقر سے ایک اور سند کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجمع پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

۴۴۔ امام باقر رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجمع پر درود نہ پڑھا البتہ وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

۴۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نبیوں اور رسولوں پر درود پڑھا کر دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو اسی طرح مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ مجھے مبعوث فرمایا ہے۔

۴۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجمع پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود بھیجتا تمہارے لئے پاکیزگی کا

سبب ہے اور فرمایا: اللہ سے میرے لئے مقام وسیلہ طلب کرو پھر ہم نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ مقام و درجہ کا نام ہے سوائے ایک شخص کے وہاں کسی کی پہنچ نہیں ہو سکتی مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔

حضرت کعب سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجمع پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا مجمع پر درود پڑھنا تمہارے لئے پاکیزگی کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مقام وسیلہ کی دعا کرو۔

اور جب آپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے تو ارشاد فرمایا: وہ جنت کے اعلیٰ درجوں میں ایک درجہ ہے اور کوئی شخص بھی سوائے ایک آدمی کے یہاں تک نہیں پہنچ سکتا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔

۴۷۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ سے میرے لئے مقام وسیلہ مانگو جو شخص بھی میرے لئے اللہ سے اس کا سوال کرے گا میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

۴۸۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہے شک مقام وسیلہ اللہ کے نزدیک ایسا درجہ ہے کہ اس سے بلند درجہ اور کوئی نہیں ہے۔ پس تم اللہ سے سوال کرو کہ وہ اپنی مخلوق میں سے مجھے مقام وسیلہ عنایت فرمائے۔

۴۹۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجمع پر درود پڑھا یا میرے لئے اللہ سے مقام وسیلہ

مالگنا ترقیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت مستحق و لازمی ہو گئی۔

۵۱۔ حضرت غوث بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک جنت میں ایک جگہ ایسی ہو گی جو مجھ سے پہلے کسی کو بھی عطا نہیں کی گئی اور مجھے امید ہے کہ وہ مقام مجھے ہی عطا کیا جائے گا پھر اللہ سے مقام وسیلہ کی دعا کرو۔

۵۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب درود بھیجتے تو یوں کہا کرتے تھے: اے الہی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ قبول فرما اور آپ کا اہل و عیال مزید بلند فرما اور آپ کو آخرت و دنیا میں جو آپ مانگیں عطا فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کو عطا فرمایا۔

۵۳۔ حضرت روفیع انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس نے کہا: اے ہمارے اللہ! درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پر اور آپ کو قیامت کے دن اپنے قرب خاص میں جگہ عطا فرما، مقعد مقرب سے مراد مقام وسیلہ یا مقام محمود ہے، اس کے لئے شفاعت واجب ہو گئی۔

۵۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگ کسی جگہ اکٹھے ہو کر بیٹھے اور وہاں نہ تو انہوں نے اللہ کا ذکر کیا اور نہ ہی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو وہ مجلس ان کے لئے قیامت کے دن حسرت ہو گی۔ اللہ چاہے تو ان کو عذاب فرما دے چاہے تو عذاب دے۔

جلس قوم مجلسا لم یذکرہ اللہ ولم یصلوا علی النبی الاکان مجلسہم علیہم ترة یومہ القیامۃ ان شاد عفا عنہم وان شاد اخذہم۔

۵۵۔ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے انہوں نے کہا:

کرتی قوم کسی مجلس میں بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے بغیر منتشر ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہیں کیوں نہ ہو جائیں حسرت ہی رہے گی جب اس کا اجر و ثواب دیکھیں گے۔

۵۶۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں تم کو ایک تحفہ دوں... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام بھیجے کا طریقہ تو ہم جان چکے ہیں آپ پر درود کیسے بھیجا کریں تو آپ نے ارشاد فرمایا یوں کہا کرو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مُّجِیْدٌ۔

۵۷۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیت مجیدہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتُہٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ نَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا۔ (الاحزاب: ۵۶) اُتری تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے ہم آپ پر درود کیسے بھیجا کریں تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مُّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مُّجِیْدٌ۔ اور ابن ابی بیل کہتے ہیں کہ ہم ساتھ یہ کہتے: وَعَلَیْکَ مَعْنٰہُمْ (ہم یہ بھی ہو)

۵۸۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں معلوم

ہو چکا آپ پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں؟ تو آپ نے فرمایا اس طرح کہو:

اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی
آل ابراہیم انک حمید مجید۔ اور ہم اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں۔ وعلینا
معہم۔ (ہم پر بھی رحمت ہو)

۵۹۔ حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے سامنے باادب
بیٹھ گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام پڑھنا تو ہم
جان چکے ہیں اور درود شریف کے بارے میں آپ ارشاد فرمائیں کہ کیسے آپ پر
بھیجا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم چاہتے تھے
کہ کاش! یہ سوال کرنے والا شخص سوال نہ کرتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب تم مجھ پر درود پڑھنا چاہو تو یوں کہو کہ:

اللہم صل علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد کما صلیت علی
ابراہیم وعلی آل ابراہیم وبارک علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد
کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

۶۰۔ حضرت زید بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مستحب سمجھتے
تھے کہ درود شریف ان الفاظ کے ساتھ پڑھنا جائے۔

اللہم صل علی محمد النبی الامی

۶۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو تو اچھے اچھے الفاظ میں پڑھو۔
شاید تم اس بات کو نہیں جانتے کہ تمہارا درود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش
ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ آپ ہمیں سکھا دیجئے کہ ہم کس طرح

درود پڑھیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو:

اللہم اجعل صلاتک ورحمتک علی سید المرسلین و
امام المتقین وخاتم النبیین، محمد عبدک ورسولک، اہم الخیر
وقائد الخیر ورسول الرحمة، اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد
کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ اللہم
بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم
انک حمید مجید۔

۶۲۔ یونس بن یاسر سے روایت ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو یا عبد اللہ بن عمر
سے پوچھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کیسے پڑھا جائے تو آپ نے
فرمایا اس طرح:

اللہم اجعل صلواتک ورحمتک علی سید المرسلین و
امام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدک ورسولک، امام الخیر
وقائد الخیر۔ اللہم ابعدہ یوم القیامة مقاماً محموداً۔ یغبط
الاولون والآخرون۔ وصل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت
علی آل ابراہیم وعلی آل ابراہیم۔

۶۳۔ حضرت ابو سعید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا ہمارے پاس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم لوگ حضرت سعد بن عبادہ کے
مجلس میں تھے۔ بشیر بن سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ
نے ہم کو حکم دیا ہے کہ آپ پر درود بھیجیں، آپ فرمائیں کہ ہم آپ پر کس طرح درود
بھیجا کریں؟ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے یہاں تک
ہمیں تمنا ہوئی کاش آپ سے یہ سوال نہ کیا جاتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: یوں کہو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ، فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ
اور سلام کا طریقہ عیساکہ تم کو سکھادیا گیا ہے۔

۶۴۔ حضرت امام ابراہیم نجفی سے روایت ہے:

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر سلام کیسے بھیج
ہے یہ تو ہم جان چکے ہیں آپ پر درود کیسے بھیجا جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا
اس طرح کہو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَآهِلِ بَيْتِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَآهِلِ بَيْتِهِ كَمَا
بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

۶۵۔ امام حسن بصری سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا
عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب) نازل ہوا تو صحابہ کرام نے عرض کیا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! سلام کیسے پڑھنا ہے یہ تو ہمیں علم ہو چکا
آپ ہیں حکم فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس
طرح کہو:

اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلَى
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

۶۶۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحابہ کرام نے عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ سلام پڑھنا تو ہم کو معلوم ہو چکا آپ پر
درود کیسے پڑھا جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیک وسلم! یہ تو آپ پر سلام پڑھنا ہوا جیسے ہم جان چکے ہیں آپ پر
سلوۃ کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا اس طرح پڑھو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ۔

حضرت موسیٰ بن طلحہ نے اپنے والد حضرت طلحہ سے روایت کی انہوں نے
کہا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر درود کس طرح
پڑھا جائے تو آپ نے فرمایا اس طرح کہو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ
مُجِيدٌ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

حضرت زید بن حارثہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر سلام پڑھنا تو ہم کو معلوم
ہے آپ پر درود کس طرح پڑھا جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا مجھ پر درود
پڑھو اور کہو:

اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

۷۰۔ حضرت ابراہیم ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ پر درود
کیسے پڑھیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہو :

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَذَرِيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ - وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَذَرِيَّتِهِ
كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

۷۱۔ عبد الرحمن بن بشر بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عرض کی گئی یا رسول اللہ! ہمیں آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور
آپ پر سلام پڑھنے کا تو ہم کو علم ہے ہم درود کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا
اس طرح کہو :

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ - اللَّهُمَّ بَارِكْ
عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ -

۷۲۔ حضرت عبد الرحمن بن بشر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ صحابہ نے رسول اللہ
سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : یہ تو ہم جان چکے ہیں کہ آپ پر
سلام کیسے بھیجا ہے آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ پر درود کیسے پڑھیں ؟ آپ نے
فرمایا اس طرح کہو :

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ - اللَّهُمَّ بَارِكْ
عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ -

۷۳۔ محمد بن عبد الرحمن بن بشر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے عرض کیا ہمیں آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے پس
آپ پر سلام بھیجنا تو ہم کو معلوم ہے ہی لیکن ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں تو آپ
نے فرمایا ایسے کہو :

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ - اللَّهُمَّ بَارِكْ
عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ -

۷۴۔ حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے آپ نے فرمایا :

مَا مِنْ دَعْوَةٍ لَا يَصِلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَهَا إِلَّا كَانَتْ
مُعَلَّقَةً بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ - (جس دعا کے شروع میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ
علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے تو وہ دعا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہے)

۷۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص پر درود نہ پڑھو - ہاں البتہ مسلمان
مرد اور مسلمان عورتوں کے لئے استغفار اور دعا کی جائے ۔

۷۶۔ حضرت جعفر بن برقان روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایک
فرمان جاری فرمایا کہ آج کل کچھ لوگوں نے آخرت کے کاموں سے دنیا حاصل کرنے کا
 طریقہ اختیار کیا ہے اور قصہ گو لوگوں نے یہ بدعت نکال ہے کہ بادشاہوں اور
امراء کے لئے درود پڑھتے ہیں جو کہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے
جس وقت میرا یہ حکم تیار ہے اس پہنچے ان کو حکم دے دو کہ صلوٰۃ صرف انبیاء اکرام
علیہم السلام کے لیے ہونی چاہیئے باقی عام مسلمانوں کے لئے دعا اور اس کے سوا
جو کوئی بھی ہے اس کے لئے دعا کرو ۔

۷۷۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مذہب پر اور میرے خاندان پر رحمت بھیجیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 صلی اللہ علیہ وسلم علی زوجک (اللہ تجھ پر اور تیرے خاندان پر رحمت فرمائے)
 ۸۷۔ امام محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ وہ نماز جنازہ میں چھوٹے بچے کے لئے
 وہی دعا واستغفار پڑھتے تھے جو کہ بڑے کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ جب ان سے
 کہا گیا کہ اگرچہ اس بچے کے خاندان نہ ہوں؟ میں کیا پھر بھی اسی طرح دعا پڑھی جائیگی
 تو آپ نے فرمایا:

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب ان کے اعمال اور پچھلوں کے گناہ بخش دیئے
 جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ پر دو رو پڑھا کریں

۸۹۔ قاسم بن محمد سے روایت ہے آپ فرماتے تھے:

آدمی کے لئے یہ مستحب ہے کہ تلبیہ (الحکم کے موقع پر) سے جب فارغ ہو تو پھر
 مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو رو دیجیے۔

۸۰۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ:

جب تمہارا گذر مساجد سے ہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو رو پڑھو۔

۸۱۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب تم حج وعمرہ کے لئے آؤ تو بیت اللہ کے سات چکر دلو (طواف) لگاؤ۔ اور
 مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کرو پھر تم صفا پہاڑی پر آکر ایسی جگہ
 کھڑے ہو جاتو جہاں سے تم کو بیت اللہ نظر آ رہا ہو پھر سات عدد تکبیریں کہو اور
 ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ کی حمد و ثناء بیان کرو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم پر دو رو شریف پڑھو اور اپنے لئے دعا مانگو اور سرود پر بھی اسی طرح
 عمل کرو۔

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے مجھے فرمایا جب تو مسجد میں داخل ہو تو اس طرح کہو:

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال
 محمد واغفر لنا وسهل لنا ابواب الرحمة۔

اور جب تو نماز سے فارغ ہو کر واپس جانے کے لئے مسجد سے باہر نکلنے لگے تو
 اسی طرح پڑھ ماسوا ان الفاظ کے اللھم سهل لنا ابواب فضلك۔

۸۲۔ سیدۃ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا کہ اے میری محنت جگر جب تو مسجد میں ہو تو یہ دعا پڑھا کرو۔

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال
 محمد۔ اللھم اغفر لنا وارحمنا وافتح لنا ابواب رحمتک۔

۸۳۔ ایک اور سند سے بھی یہی الفاظ آپ سے مروی ہیں، (مثل حدیث سابق)

۸۵۔ سعید بن ذی مدان نے کہا کہ میں نے علقمہ سے پوچھا جب میں مسجد میں داخل ہوں
 تو کیا کہوں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ کہا کرو۔

صلی اللہ وسلم شکتہ علی محمد۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ
 وبرکاتہ (اللہ اور اس کے ورثے حضور پر درود بھیجیں۔ اے نبی کریم آپ پر
 سلام اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں)

۸۶۔ یزید بن زید مدان نے کہا میں نے علقمہ کو کہا اے ابو شبل! میں جب مسجد میں
 داخل ہوں تو کیا کہوں تو علقمہ نے کہا یہ کہا کرو:

صلی اللہ وسلم شکتہ علی محمد۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ۔

۸۷۔ نافع سے روایت ہے کہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صفا پر تین تکبیریں کہنے کے بعد کہا کرتے تھے۔

لا اله الا الله وحده لا شريك له وله الحمد وهو على كل شئ قدير۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے پھر کافی دیر تک کھڑے رہتے اور دعا کرتے رہتے۔ پھر مردہ پر یعنی ایسے ہی کرتے۔

۸۸۔ حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت ولید بن عتبہ عید سے ایک دن پہلے حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور کہا: عید قریب آگئی ہے اس میں تکبیریں کیسے کہیں چاہئیں تو حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا:

جب تو نماز شروع کرے تو تکبیر افتاح کہہ اور اپنے رب کی حمد کرو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج پھر دعا کرو اور تکبیر کہہ کر ایسے ہی کہ پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح الحمد وثنا و درود دعا کہ پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح کہ پھر قرائت کرو اور تکبیر کہہ کر رکوع کو پھر (دوسری رکعت کے لئے) کھڑا ہوا اور اللہ کی حمد بیان کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ اور دعا کہ پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح کہ پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح کہ پھر رکوع کر۔

تو حضرت حذیفہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابو عبد الرحمن (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا ہے۔

۸۹۔ ہشام سے اسی طرح روایت ہے: کہ پھر تکبیر کہہ اور رکوع کر۔

تو حضرت حذیفہ و ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابو عبد الرحمن نے ٹھیک فرمایا ہے۔

نوٹ: دوسری رکعت میں پہلی روایت میں دو نماز تکبیروں کا بیان تھا جبکہ اس میں ایک اور یعنی تین تکبیرات نماز کا ذکر ہے، جیسا کہ احناف کا مذہب ہے (مترجم)۔

۹۰۔ عبد اللہ بن ابوبکر نے کہا کہ ہم خیف مقام میں ہیں، میں تھے اور ہمارے ساتھ عبد اللہ بن ابوعتبہ تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور دعائیں مانگیں پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔

۹۱۔ امام شعبی نے فرمایا:

نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اللہ جل مجدہ کی ثناء اور دوسری تکبیر کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا چاہیئے۔

۹۲۔ نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر نماز جنازہ میں تکبیر کہتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے پھر یہ دعا مانگتے:

اللہم بارک فیہ و صل علیہ و اغفر لہ و اوردہا حوض نبیک صلی اللہ علیہ وسلم۔

۹۳۔ حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہم نماز جنازہ کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں تجھ کو بتاتا ہوں۔ کیونکہ میں دوسروں سے اس کو زیادہ جانتا ہوں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں اور اس تیسری تکبیر کے بعد یہ کہتا ہوں:

یا اللہ! یہ تیرا بندہ تیرے بندے کا بیٹا تیری توحید اور تیرے پیارے رسول کی رسالت کی گواہی دیتا تھا اور تو اس کے حالات سے خوب واقف ہے۔ اے اللہ! اگر یہ ٹیک ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ فرما اور اگر یہ خطا کا ہے تو اس کی خطائیں معاف فرما۔ اے اللہ! ہم کو اس غم کے اجر سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد ہم کو فتنہ میں مبتلا نہ فرما۔

۹۴۔ حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہ ان اللہ و ملت کنتہ یصلون علی النبی کی تفسیر

میں کہا اللہ کی صلوٰۃ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و تعریف بیان کرنا ہے اور فرشتوں کا درود یہ ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دعا مانگتے ہیں۔

۹۵۔ حضرت سعید بن المسیب نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نماز جنازہ میں طریقہ یہ ہے کہ فاتحہ الکتب پڑھے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور پھر ان سے فاتحہ ہو کر میت کے لئے غلوس سے دعا مانگے اور صرف ایک ایک مرتبہ ہی پڑھے اور پھر آہستہ سے سلام پھیرے۔

۹۶۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ ... مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں اللہ کی صلوٰۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کاملہ کا نزول متواتر اور فرشتوں کا آپ پر صلوٰۃ بلندی درجات و قرب کے لئے دعا کرنا ہے۔

۹۷۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ اھو الذی یصلی علیکم وعلیٰ کلمتہ کی تفسیر میں فرمایا اللہ کی سوسوں پر صلوٰۃ ان کی مغفرت و بخشش ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ ان کے لئے (دو این کی عزت کے لئے) دعا ہے۔

۹۸۔ حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ:

یقیناً علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویصلی علی النبی والی بکر وعمر ونبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور کے قریب کھڑے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر درود و سلام بھیج رہے ہیں۔

۹۹۔ حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں:

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا جب وہ سفر سے لوٹے تو مسجد نبوی میں داخل ہوتے اور کہتے السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علی ابی بکر

وعلی ابی ذر اللہ کے رسول تم پر سلام ہو اور ابوبکر اور میرے باپ پر سلام ہو۔

۱۰۰۔ حضرت نافع سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی سفر سے آتے تھے تو مسجد میں داخل ہوتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور پر حاضر ہو کر عرض کرتے:

السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابابکر، السلام علیک یا اباہما۔ (اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو، اے ابوبکر آپ پر سلام ہو، اے میرے باپ عمر) آپ پر سلام ہو (رضی اللہ عنہما)

۱۰۱۔ حضرت نافع سے روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی سفر سے تشریف لاتے تو مسجد نبوی میں دو رکعت نماز ادا کرتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوتے،

ثم یاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیضع یدہ الیہین علی قبر النبی ویستدبر القبلۃ ثم یصلی علی النبی ثم علی ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما (بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر اپنا دایاں ہاتھ رکھتے اور قبلہ شریف کی طرف پشت کرتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتے پھر سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو سلام کہتے)

۱۰۲۔ جناب منیر بن وہب سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت کعب بن علقمہ

صدیقہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ذکر شروع ہوا تو کعب نے کہا:

ہر طلوع فجر کے وقت ستر ہزار فرشتے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قبر انور کا

طواف کر لیتے ہیں اور اپنے نورانی پردوں کو قبر انور پر ملتے (تبرکاً مس کرتے) ہیں۔ اور دُود و سلام عرض کرتے ہیں جب شام ہوتی ہے تو واپس چلے جاتے ہیں اور ان کی جگہ دیگر ستر ہزار فرشتے آجاتے ہیں اور قبر انور کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پُرِ قبرتہ کے ساتھ تبرکاً مس کرتے اور ملتے ہیں۔ اسی طرح ستر ہزار رات کو اور ستر ہزار دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت تک دُود و سلام پڑھتے رہیں گے جب تک کہ (قیامت کے دن) آپ کی تربت اظہر شمس نہیں ہوتی حتیٰ کہ آپ ستر ہزار فرشتوں کے جلوس میں میدانِ حشر میں تشریف لائیں گے۔

۱۰۳۔ حضرت مجاہدِ آیت کریمہ (رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

میرے ذکر کے ساتھ اے محبوب تیرا ذکر بھی ہوگا۔ جیسا کہ لکھ شریف میں اشهد ان لا اله الا الله۔ اشهد ان محمد رسول الله۔

۱۰۴۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اسی آیت کریمہ (رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ) کی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شروع عبودیت سے کہ واور رسالت کا ذکر دوسرے نمبر پر کرو۔

معمر نے کہا:

اشهد ان لا اله الا الله، وان محمد عبدا۔ پس یہ عبودیت ہے ورسولہ یہ رسالت ہے۔ یعنی اس طرح کہنا چاہیے عبیداً ورسولہ پہلے عبید کا لفظ اور بعد میں رسولہ کا لفظ ہوتا چاہئے۔

۱۰۵۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں دعا مانگ رہا تھا۔ نہ تو اس نے اللہ کی حمد و بزرگی بیان کی اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے جلدی کی ہے

پھر اُس کو آپ نے بلایا اور فرمایا:

تم میں سے جب بھی کوئی نماز پڑھے تو وہ اللہ کی حمد و ثناء سے شروع کرے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر جو چاہو دعا مانگو۔

۱۰۶۔ عبد اللہ بن الحارث سے روایت ہے کہ:

ابوعلیہ معاذ بن الحارث الانصاری القاری قنوت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا کرتے تھے۔

تمت بالخیر

والحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام
على خیر الخلق رحمة للعالمین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تحفه درود سلام

تصنیف

امام ابن ابی عاصم
 (المتوفی ۲۸۴ھ)

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری

ابتدائیہ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :-

ان الله وملائكته يصلون على
النبي يا ايها الذين امنوا صلوا عليه
وسلموا تسليما۔
بمشتاب اللہ اور فرشتے نبی پر درود
بھیجتے ہیں۔ اے اہل ایمان تم
بھی آپ پر درود بھیجو اور خوب

(سورۃ الاحزاب) سلام عرض کرو۔

حضور کی ذات اقدس پر درود و سلام امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی
طرف سے عظیم عطیہ و نعمت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم سے تعلق قائم ہوتا ہے جو قرب الہی کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔
دشمنین سے بگڑی ہوتی ہے۔ دکھ، شکھ سے بدل جاتے ہیں۔ اس اہم
الیفہ پر ہر دور کے علماء نے کام کیا جس کی فہرست بڑی طویل ہے۔

سب سے پہلی کتاب

تاریخ اسلام میں درود و سلام پر سب سے پہلی مستقل کتاب امام
سماعیل اسحاق قاضی کی "فضل الصلاة على النبي" ہے۔ ان کی ولادت

کتاب کا ترجمہ :

۱۹۹۷ء میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حرمین شریفین کی حاضری کی

سعادت نصیب ہوئی۔ مدینہ منورہ میں یہ کتاب دستیاب ہوئی۔ اسی روز
رضوی شریفین میں ایک ہی نشست میں اس کے ترجمہ کی سعادت بھی
حاصل ہو گئی۔

کتاب کی طباعت

مصرفیات کی وجہ سے اس کی اشاعت نہ ہو سکی۔ ایک دن جمعہ کی
رات کے بعد ایک اجنبی شخص نے مجھے درود و سلام کے موضوع پر یہ دو
کتابیں بطور تحفہ دیں۔

تحفہ درود شریف از علامہ حبیب البشر خیری مطبوعہ مرکزی مجلس لاہور
۱۔ فضیلت درود و سلام از علامہ سید منظور احمد فریدی ساہیوال
میں نے متعلقہ آدمی سے کہا آپ سلام پڑھنے کے بعد مجھے ملیں تاکہ
میں موضوع پر کچھ گفتگو کر جا سکے۔ وہ رک گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
لم کی خدمت عالیہ میں صلوة و سلام کے حصول کے بعد جب تعارف ہوا
تو شخصیت ایس ایم شفیق (مالک مکتب انڈسٹریل سٹریٹ ساہیوال) تھے

۱۹۹۷ء اور وفات ۲۸۲ھ ہے۔ ہماری تحریک پر اس کا ترجمہ علامہ محمد عبد
رضوی گوجرانوالہ نے کیا اور اسے ادارہ معارف نعمانیہ لاہور نے ۱۹۹۴ء میں
شائع کیا۔ ہم نے سلسلہ درود و سلام پر اسے ہی اول درجہ دیتے ہوئے شائع
کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ کتاب اور مصنف پر گفتگو اس کے مقدمہ
میں ملاحظہ کیجیے۔

دوسری کتاب

درود و سلام کے موضوع پر تاریخ اسلام میں دوسری کتاب "ذی نظر
"کتاب الصلاة علی النبی" ہے۔

مصنف کا تعارف

نام : امام ابو بکر احمد بن عمر بن ابی عاصم

ولادت : ۲۰۶ھ وفات ۲۸۷ھ

اسماعیل قاضی اور مصنف کے وصال میں پانچ سال کا عرصہ ہے

دیگر تصانیف

۱۔ الاوائل ۲۔ الجہاد ۳۔ السنۃ ۴۔ الزہد ۵۔ الدیات

میں نے انہیں ان کتب کی اشاعت پر مبارکباد دی اور عرض کیا کہ اگر ہم درود و سلام پر لکھی جانے والی اسلاف کی کتب کے تراجم شائع کریں تو یہ امت مسلمہ کی اہم خدمت ہوگی۔ اُنہوں نے میری بات سُنتے ہی کہ آپ تیاری کریں میں حاضر ہوں۔

الحمد للہ یہ سلسلہ جاری و ساری ہو گیا۔ اس موقع پر ہم دو کتب

شائع کر رہے ہیں۔

۱- فضیلت درود و سلام از امام اسماعیل اسحاق قاضی

۲۔ ستخفہ درود و سلام از امام ابن ابی عاصم

قارئین دعا کریں یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید ایشا کتب کی بھی توفیق نصیب فرمائے۔

اسلام کا ادنیٰ خادم

محمد خان قادری

مرکز تحقیقات اسلامی شادمان لاهور

۴۷ مئی ۹۹ء بروز منگل بعد نماز مغرب

صحابہ کو صلوٰۃ و سلام کی تعلیم

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ہم نے آپ کی خدمت میں عرض کرنا تو سیکھ لیا ہے (بصورت السلام علیک ایہا النبی) ہم اسے کیسے عرض کریں؟ فرمایا تم یہ پڑھو :

۱۔ عمل علی محمد وعلی آل اے اللہ درود بھیج حضرت محمد پر

سدا کا صلیت علی ابراہیم و اور آپ کی آل پر جیسا کہ تو نے

علی آل ابراہیم انک حمید و رُود بھیجا ابراہیم اور آل ابراہیم

سید و بار علی حمید و علی آل پریشک تو تعریف کیا گیا اور بزرگ

کبارکت علی ابراہیم و ہے اور حضرت محمد اور آل محمد پر

ال ابراہیمہ انک حمید مجید برکت نازل فرما جیسے تُو نے ابراہیم

مصنف ابن ابی شیبہ (۸۶۳ھ) اور آل ابراہیم کو برکت دی بیشک

تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۴۔ انہی سے مروی ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

عرض کیا :-

التشہد قد عرفناه فکیف بصورت تشہد سلام عرض کرنا ہم

ملوۃ علیک
نے جان لیا ہے صلوة کیسے پڑھیں۔

تو فرمایا یہ پڑھا کرو :-

اللہم صل علی محمد کما صلیت
و بارکت علی ابراہیم و آل
ابراہیم انک حمید مجید و
بارک علی محمد و علی آل محمد
کما بارکت علی ابراہیم انک
حمید مجید -

(الکامل لابن عدی ۳/۳۸۱۳)

اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم پر رحمت بھیج جیسے تو نے حضرت
ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم
رحمت اور برکت نازل کی ہے
بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے
اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پر اور آل محمد پر برکت نازل فرما
جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور آل
ابراہیم پر برکت نازل کی بیشک تو
تعریف کیا گیا بزرگ ہے -

۳۔ حضرت ابوسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ہم
حضرت سعد بن عبادہ کی مجلس میں تھے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم تشریف لے آئے، آپ سے بشیر (صحابی) عرض کرنے لگے
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی خدمت میں صلوة
پڑھنے کا حکم دیا ہے اس کا طریقہ کیا ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے خاموشی اختیار فرمائی
حتی تمینا انه لو یساله
حتی کہ ہم نے سوچا کہ آپ سے یہ

سوال نہ کیا جوتا -

اس کے بعد آپ نے فرمایا :-

اللہم صل علی محمد و علی آل
محمد کما صلیت علی ابراہیم و
آل ابراہیم و بارک علی
محمد کما صلیت و بارکت علی
ابراہیم و آل ابراہیم فی
سالمین انک حمید مجید و السلام
واقدم علیمت -

(موطا ۱۰: ۱۳۸)

اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم پر رحمت بھیج اور آل محمد
پر جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام
اور آل ابراہیم پر رحمت بھیجی اور
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت
ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر
تمام جہانوں میں رحمت و برکت نازل
کی بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ
ہے اور سلام بھیجے کا طریقہ تم پہلے
جان چکے ہو -

۴۔ انہی سے ایک اور روایت ہے جس میں سائل کا نام بشیر بن سعد
ہے -

۵۔ امام مالک نے بھی انہی سے یہ روایت ذکر کی ہے -

۶۔ حضرت ابوسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہے ایک شخص آیا
اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر عرض کناں ہو یا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

السلام علیک قد عرفناہ فالصلوۃ آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا
علیک فاخذ بناھا۔ تو ہمیں آگیا ہے صلوۃ کیسے عرض کریں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی حتیٰ کہ ہم پریشان
ہوئے کہ یہ سوال بڑ کیا جاتا۔ پھر آپ نے فرمایا جب تم مجھ پر صلوۃ
پڑھنا چاہو تو یوں کہو:

اللہم صل علی محمد النبی الامی اے اللہ حضرت محمد امی نبی پر رحمت
کما صلیت علی ابراہیم و آل نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم
ابراہیم و باریک علی محمد النبی و آل ابراہیم پر رحمت نازل کی اور
الامی کما بارکت علی ابراہیم و حضرت محمد نبی امی پر برکت نازل
آل ابراہیم انک حمید مجید۔ فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم و
(البودادہ: ۹۸۱)

تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۷۔ امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے بھی اسی صحابی سے یہ روایت نقل کی ہے۔

۸۔ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے آپ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا ہم آپ کی خدمت میں صلوۃ کیسے عرض کریں تو
فرمایا اس کا طریقہ یہ ہے:

اللہم صل علی محمد النبی و ازواجہ اے اللہ حضرت محمد نبی اور آپ کی

ازواجہ کما صلیت علی ابراہیم و ازواج اور آل پر رحمت بھیج جیسے تو
آل علی محمد و ازواجہ و ذریعہ نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل
کما بارکت علی ابراہیم انک حمید کی اور حضرت محمد اور آپ کی ازواج
مجید۔ (المسلم: ۴۰۷) اور اولاد پر برکت نازل فرما جیسے
تو نے حضرت ابراہیم پر برکت نازل
کی بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ
ہے۔

۹۔ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح کے کلمات مروی ہیں
محمد بن ابوبکر کا قول ہے کہ "ازواجہ و ذریعہ" کے الفاظ میرے علم
مطابق صرف اسی روایت میں ہیں۔

۱۰۔ حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے ہے جب یہ آیت مبارکہ
"ان اللہ و ملائکتہ یصلون" نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ
سلام کا طریقہ تو ہم جانتے ہیں مگر صلاۃ کا طریقہ کیا ہے۔ فرمایا:

قولوا للہم اجعل صلواتک تم کہو اے اللہ رحمتیں اور برکتیں
برکاتک علی محمد و آل محمد حضرت محمد اور آل محمد پر نازل فرما
لما جعلتہا علی ابراہیم و آل جیسے تو نے ابراہیم و آل ابراہیم کو
ابراہیم انک حمید و باریک عطا کیں بیشک تو تعریف کیا گیا
علی محمد و آل محمد کما بارکت بزرگ ہے اور حضرت محمد و آل محمد

علیٰ ابراہیم والی ابراہیم انٹ پر برکت نازل کر جیسے تو نے ابراہیم
حمید مجید -
(مسند حمیدی - ۷۱۱)
وآل ابراہیم کو برکت دی بیشک تو
تعریف کیا گیا بزرگ ہے -

راوی حدیث یزید کہتے ہیں امام ابن ابی لیلیٰ "علینا معہم" (ان کے
ساتھ ہم پر بھی) کے کلمات کا اضافہ کیا کرتے تھے -
۱۱۔ امام ابن ابی لیلیٰ نے یہ کلمات بھی نقل کیے ہیں :-

قولوا اللہم صل علی محمد وعلی تم کہو اے اللہ حضرت محمد اور آپ
آل محمد کما صلیت علی ابراہیم کی آل پر رحمت بھیج جیسا کہ تو نے
انٹ حمید مجید وبارک علی محمد حضرت ابراہیم پر رحمت بھیجی بیشک
وعلی آل محمد کما بارکت علی تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے اور
ابراہیم و آل ابراہیم انٹ حمید حضرت محمد اور آپ کی آل پر برکت
مجید - نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم
(البخاری : ۸۶۳۱)

اور آپ کی آل پر برکت نازل کی
بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے -
۱۲۔ امام عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت کعب بن
عجرۃ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو وہ فرمانے لگے ،

الا اھدی لك ہدیۃ ؟ میں تجھے کوئی تحفہ پیش کروں ؟
فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ

میں سلام عرض کرنے کا طریقہ تو آگیا ہے طریقہ صلوٰۃ سے آگاہ فرمائیے تو
(۱۱۱)

قلوا اللہم صل علی محمد وعلی تم کہو اے اللہ حضرت محمد اور آپ
آل محمد کما صلیت علی ابراہیم کی آل پر رحمت بھیج جیسے تو نے
انٹ حمید مجید وبارک علی محمد حضرت ابراہیم پر رحمت بھیجی بیشک
وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے اور
حضرت محمد اور آل محمد پر برکت نازل
انٹ حمید مجید -
(البخاری : ۶۳۵۷)

فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر
برکت نازل کی بیشک تو تعریف کیا
گیا بزرگ ہے -

۱۳۔ ایک روایت میں ہے حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں
ایک آدمی نے یہ سوال کیا تھا -

حدیث ۱۴ اور ۱۵ کا مفہوم بھی یہی ہے -

۱۶۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے ہم نے عرض کیا یا رسول
اللہ (السلام علیک ایہا النبی) یہ تو سلام ہے طریقہ صلوٰۃ کیا ہے ؟ فرمایا
قولوا اللہم صل علی محمد عبدک تم کہو اے اللہ حضرت محمد جو تیرے
در رسولک وعلی آل محمد کما صلیت بندے اور رسول ہیں اور آپ کی آل
علی ابراہیم وبارک علی محمد وعلی پر رحمت بھیج جیسے تو نے حضرت

آل محمد کما باریک علی ابراہیم و ابراہیم پر رحمت بھیجی۔
فی العالمین۔

(بخاری ۳۷۹۸)

۱۷۔ حدیث نمبر ۱ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۱۸۔ حضرت زید بن خارجه رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔

کیف نصلی علیک یا رسول اللہ؟ یا رسول اللہ! ہم آپ پر کیسے درود پڑھیں۔

آپ نے فرمایا:

صلوا علی و قولوا بارک اللہ علی
محمد و علی آل محمد کما باریک علی
ابراہیم و آل ابراہیم اذک
حمید مجید۔ (النسائی ۳۹۱۳)
ابراہیم پر برکت نازل کی بے شک تو
تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۱۹۔ شیخ عبد الحمید بن عبد الرحمن کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی شادی پر موسیٰ بن طلحہ کو بلایا تو پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں طریقہ صلوٰۃ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا میں نے یہی بات حضرت زید بن خارجه رضی اللہ عنہ سے پوچھی تھی تو وہ فرمانے لگے میں نے خود اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تھا آپ نے اس کی تعلیم

دی ہوئے فرمایا مجھ پر خوب ادب و محبت سے درود پڑھا کرو۔

قولوا اللہم بارک علی محمد

تم کہو اے اللہ حضرت محمد پر برکت

نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم

پر برکت نازل کی بیشک تو تعریف

حمید مجید۔

۲۰۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے پوچھا آپ کی خدمت میں صلوٰۃ کیسے عرض کریں تو فرمایا:

اللہم صل علی محمد کما صلیت یوں کہو اے اللہ حضرت محمد پر رحمت

علی ابراہیم۔

نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم

پر رحمت نازل کی۔ (مسند احمد ۲۵۳۱۵)

۲۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے ہم نے آپ کی خدمت

میں صلوٰۃ کے بارے میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ان کلمات کی تعلیم دی:

قولوا اللہم اجعل صلوٰۃک و

برکاتک و بركاتک علی سید المرسلین

امام المتقین و خاتم النبیین محمد

عبدک و رسولک امام الخیر و

سول الرحمة اللہم ابعثہ مقاماً

خصوصی بندے اور رسول ہیں۔ خیر

مجموعہ دایمہ بطہ بلہ الاولیاء و
الاخرون اللہ وصل علی محمد
وابعہ الدرجۃ الوسیلۃ من
الجنۃ۔ اللہم اجعل فی المصطفین
محبۃ فی المقربین مودتہ و فی
الاعلیٰ ذکر دارہ والسلام علیہ
ورحمۃ وبرکاتہ اللہم صل علی
محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی
ابراہیم و آل ابراہیم انت
حمید مجید۔

(ابن ماجہ ۱۹۰۶)

کے امام اور رسول رحمت ہیں۔ اے
اللہ انہیں مقام محمود پر کھڑا فرما
پر اولین و آخرین رشک کریں۔ اے
اللہ حضور پر رحمتوں کا نزول فرما
انہیں جنت کا درجہ وسیلہ عطا فرما
اے اللہ منتخب افراد میں ان کی کثرت
اور مقربین میں ان کی مودت اور
درجات میں بلندی عطا فرما۔ اے
حضور پر اور آپ کی آل پر رحمتوں
نزول فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابرا
ہیم اور ان کی آل پر رحمتوں کا نزول
بلاشبہ تیری ذات اقدس بزرگ
برتر ہے۔ اے اللہ حضور پر اور
آپ کی آل پر برکات کا نزول فرما
جیسا کہ تو نے سیدنا ابراہیم اور
آل پر فرمایا۔ یقیناً تیری ذات
ہی لائق حمد و مجد ہے۔

۲۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اللہ وسلم سے عرض کیا گیا

ان اللہ عز وجل قد امرنا بالصلاۃ
علیک وکف نضلی علیک ؟
بیشک اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر
دُرود بھیجنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور ہم
آپ پر کیسے دُرود پڑھیں۔

تو آپ نے فرمایا،

قولوا اللہم صل علی محمد وعلی
آل محمد کما صلیت علی ابراہیم
وآل ابراہیم وارحم محمد و آل
محمد کما رحمت علی ابراہیم
وآل ابراہیم۔
تم کہو اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر صلوة
بھیج جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ
السلام اور آل ابراہیم پر صلوة بھیجی
اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور
آل محمد پر رحمت بھیج جیسے تو نے حضرت
ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر
رحمت کی۔

(مسند شافعی ۲۶۹)

باقی سلام کا طریقہ تمہیں پہلے ہی سکھا دیا گیا ہے۔

۲۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو صلاۃ ان الفاظ میں سکھایا کرتے
تھے۔

اللہم و احی المدحوات ، وباری اے اللہ تمام کائنات پھیلانے
المسوکات۔ وجار القلوب علی اور آسمانوں کے پیدا کرنے والے

فطر تقاضیہا وسعیہا، اجعل
شرائف صلواتک ونوالی بركاتک
ورافۃ محبتک علی محمد عبدک
ورسولک الخاتم لما سبق، والفتاح
لما غلق، والمعلن الحق والدامغ
جیشات الاباطیل کما حمل
واضطلع بامرک لطاعتک مستو
فذا فی طاعتک غیر ناکل فی قدم
ولا واهن فی عزم، داعیا لعزمتک
راعیا لوجہک، حافظا لعہدک،
ما ضیا علی نفاذ امرک، حتی اوری
قبس القابس۔ بہ ہدیت القلوب
بعد خطوت الفتن والاثم واضحات
الاعلام، میزات الاسلام، فهو
امینک المامون، وحاظن علمک
المخزون، وشہیدک یوم الدین
وبعثک رحمۃ ورشودک بالحق
رحمۃ، اللہم افصح لہ مفسحات

اور دلوں پر کسڑوں فرمائے والے
خواہ وہ بد سخت میں یا سعید،
اپنی عظیم رحمتوں، اضافہ فرمائے
والی برکتوں اور اپنی محبت کی
خصوصی شفقتوں کو اپنے برگزیدہ
بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم پر نازل فرما، جو سابقہ انبیاء
اور شریعتوں کے خاتم و آخری اور
ہر مشکل کو کھولنے والے ہیں
حق کو آشکار کرنے والے اور
باطل کے شکروں کو مٹانے والے
میں، تیری اطاعت کے ساتھ
تیرے حکموں کو جاری کرنے والے
تیری فرمانبرداری میں کامیابی
کے ساتھ قدم بڑھانے والے،
عزم میں کمزوری نہ رکھنے والے
تیری حرمت و عزت کے داعی،
تیری وحی کے محافظ، تیرے عہد

۱۔ عدل واجزہ مضعقات
المیر من فضلك، لہ مہنات
میر مکدرات من ثوابک المعلوم
جزل عطائک۔ اللہم (اعل)
علی بناء البنائین ہاہ (بناء) واکرم
مولہ لیدیک ونزلہ، واتم لہ نورہ
اجزہ من ابتعاث لہ مقبول الشہادۃ
مرفی المقالة والمنطق عدل وحجة
برہان عظیم۔

کے بچھانے والے، تیرے حکم کا
نفاذ کرنے والے ہیں، حتیٰ کہ وہاں
کا وقت آ پہنچا۔
نعتوں اور گناہوں کے بعد انہی
کی برکت سے تونے دلوں کو ہدایت
دی، منزل کے نشان واضح کیے
اور اسلام کی روشنی پھیلی، وہ تیرے
امین مامون ہیں، تیرے مخفی علوم
کے خازن ہیں، روز قیامت تیری
طرف سے گواہ ہیں۔ تونے انہیں
سر پار رحمت اور رسول حق بنا کر
مبعوث فرمایا، اے اللہ ان پر
اپنے عدل سے بخششیں عطا فرما
اپنے فضل سے ان کے خیر میں
اضافہ فرما، ان کی خوبصورت
جدوجہد پر ثواب عظیم اور عطائے
جزیل ہے۔ اے اللہ ان کی

۲۔ روز قیامت رسول اللہ کے سب سے قریب شخص

۲۲۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اولی الناس لی یوم القیامة
اکثرہم علی صلاۃ۔
(مسند ابویعلیٰ ۵۰۱۱)

روز قیامت میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ صلاۃ پڑھے گا۔

۲۵۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۳۔ ہر جگہ سے تمہارا درود و سلام مجھ کو پہنچتا ہے۔

۲۶۔ امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری خدمت میں صلاۃ پڑھا کرو۔

فان صلاتکم وتسلیمکم تبلغنی
حیثما کنتم (الطبرانی ۲۷۲۹)

بے شک تمہارا درود و سلام مجھ جہاں تک پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔

۲۷۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۲۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ان للہ عزوجل ملائکۃ فی الارض لے شک اللہ نے زمین میں فرشتے

بعین یبلغنی من امتی السلام
(المستدرک ۲۰-۲۱)

مقرر کیے ہوئے ہیں جو چلتے رہتے ہیں میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

۴۔ درود نہ پڑھنے والا بخیل ہوتا ہے

۲۹۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے ایک دن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الخبرکوا بخیل الناس
کیا میں بتاؤں سب سے بڑا بخیل کون ہے؟

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور آگاہ فرمائیے۔ آپ نے فرمایا:

من ذکرت عنده فلم یصل علی جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور وہ بخل الناس
(فضل الصلاۃ - ۳۷)

اُس نے مجھ پر درود نہ بھیجا پس وہ سب سے بڑا بخیل ہے۔

۳۰ اور ۳۱ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۵۔ اللہ کی طرف سے درود و سلام

۳۱۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ

والہ وسلم) آپ کا رتبہ پوچھ رہا ہے کیا آپ اس بات سے راضی ہیں کہ آپ کا کوئی امتیازی آپ پر صلوٰۃ بھیجے تو میں اس پر صلوٰۃ بھیجوں اور جو سلام بھیجے اس پر سلام بھیجوں۔ (الدارمی، ۲۷۷۶)

۶۔ کس درجات بلند

۳۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے میں پانی کا برتن لے کر حاضر ہو گیا، آپ نے وضو فرمایا اور سجدہ فرمایا میں ڈور ہٹ گیا، سر اقدس اٹھا کر فرمایا عمر تم نے بہت اچھا کیا، میرے پاس جبریل امین آئے تھے اور یہ خوش خبری دی

ان من صلی علیک واحدة صلی اللہ بیک جس نے آپ پر ایک مرتبہ علیہ عشاء اور دفعہ عشر درجات درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس (فضل الصلاة، ۵۱) مرتبہ درود بھیجے گا اور اس کے دس درجات بلند فرمائے گا۔

۳۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

من صلی علی صلوٰۃ صلی اللہ و جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود ملائکتہ علیہ عشاء۔ بھیجا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس مرتبہ درود بھیجیں گے

اب بندے کی مرضی وہ تقویٰ پڑھتا ہے یا زیادہ (جس قدر زیادہ اسے گا اسی قدر اللہ کی رحمتیں حاصل کرے گا)۔ ۳۵۔ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۳۶۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر درود پڑھتا ہے ملائکتہ تعالیٰ علیہ جب تک وہ مجھ پر درود پڑھتا رہتا امام یصلی علی۔ ہے فرشتے اس پر درود پڑھتے رہتے (ابن ماجہ، ۹۰۷) ہیں۔

اب بندے کی اپنی بہت ہے جتنا پڑھے گا اتنی رحمتیں پائے گا) ۳۷۔ اور ۳۸ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۷۔ دس گناہ بھی معاف

۳۹۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر درود و سلام پڑھا

صلی اللہ علیہ عشر صلوات و اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف فرمادے گا۔ (النسائی، ۵۰۰)

۸۔ درود کفارہ ہے

۳۰۔ انہی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ پر درود و سلام پڑھا کرو۔

فان الصلاة على كفارة لکون (الترغیب لابن القاسم)
بے شک مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لیے کفارہ ہے۔

اور جو مجھ پر ایک دفعہ صلاۃ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے۔

۹۔ درود زکوٰۃ ہے

۳۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ پر درود و سلام پڑھا کرو۔

فان صلاة على زكاة لکون (ابن ابی شیبہ، ۴۰-۸۷)
مجھ پر درود پڑھنا تمہارے لیے زکوٰۃ ہے۔

۱۰۔ دس نیکیاں بھی

۳۲۔ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس اُمتی نے بھی حسن نیت کے ساتھ مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔

۳۳۔ اس روایت کا بھی یہی مفہوم ہے۔
۳۴۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا، آپ نہایت ہی خوش و خرم اور آپ کا چہرہ صفا رہا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ لعلی حال ما رأيتک علی مثلها آپ کو اس حال میں میں نے کبھی نہیں دیکھا

آپ نے فرمایا میں کیوں نہ خوشی کا اظہار کروں ابھی میرے پاس جبریل آئے تھے اور کہہ گئے ہیں کہ اپنی اُمت کو یہ خوشخبری دے دو جو آپ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا، دس درجات اس کے بلند ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اس کی مثل رحمت نازل فرمائے گا اور مجھ پر روز قیامت پیش کیا جائے گا۔ (طبرانی، ۲۱-۸۷)

۳۵۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے میں بھی پیچھے ہو لیا۔ آپ نے فرمایا ابھی جبریل میری ملاقات کے لیے آئے تھے اور پیغام دے گئے

ہیں اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے کہ جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے گا اس پر اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی رحمتوں کا نزول فرمائے گا۔ (مسند ابویعلیٰ ۸۶۹)

۴۶۔ انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۵۰۲، ۸۷)

۴۷۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

نقل کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طویل سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر وجہ پوچھی تو فرمایا جبریل آئے تھے اور انہوں نے بتایا ہے جو آپ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور جو سلام پڑھتا ہے اس پر وہ سلام بھیجتا ہے۔

فسجدت للہ عزوجل شکراً میں نے بطور شکر یہ سجدہ کیا ہے۔

۴۸۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے یہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے باری تعالیٰ کے حضور اس لیے سجدہ کیا ہے جو جس قدر مجھ پر درود پڑھے گا اللہ کے فرشتے اس پر اسی قدر درود پڑھیں گے اب آدمی کی مرضی وہ کثرت کرے یا کمی۔

۴۹۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اندر تشریف لائے تو آپ کے چہرہ اقدس پر خوشی کے

دار تھے ہم نے عرض کیا آج ہم آپ کے مبارک چہرہ پر بہت ہی خوشی دیکھ رہے ہیں فرمایا ہاں میرے پاس میرے رب عزوجل کی طرف سے ایسی جبریل آئے تھے اور مجھے پیغام دے گئے ہیں آپ کا جو امتی آپ پر اب مرتبہ درود و سلام پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (شعب الایمان ۱۳۶۱)

۵۰۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے میں اور میرے فرشتے اس پر دس دفعہ درود و سلام کہتے ہیں۔

۵۱۔ عمران بن حمیری کہتے ہیں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا کیا میں تجھے وہ بات نہ سناؤں جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سنائی تھی کہ

ان اللہ عزوجل اعطی ملکاً من ثلاثۃ اسماء الخلائق فهو قائم کے ناموں سے آگاہ فرما رکھا ہے۔

علی قبر یموتی تقوم الساعة فلیس وہ قیامت تک میرے مزار عالی کے

احد من امتی یصلی علی صلاۃ پاس کھڑا ہے تم میں سے کوئی جب

الاقالی۔ یا احمد فلان بن فلان باسمہ صلوٰۃ پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ مجھے

واسم ابید صلی علیہ کذا و کذا کہتا ہے اے احمد فلان بن فلان

فیصلی الترتب تبارک وتعالیٰ اللہ آپ کی خدمت میں سلام عرض کر

من صلی علی صلوٰۃ صلی اللہ رہا ہے پس اللہ تعالیٰ رحمت نازل

علیہ عشرا وان زاد زاد اللہ
عز وجل -
(مندبزار ۱۰: ۲۳۶)

فرماتا ہے جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ
درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر
دس مرتبہ پڑھتا ہے۔ اگر وہ زائد
کرے تو اللہ تعالیٰ بھی زائد کرتا ہے۔

دس غلاموں کی آزادی

۵۲۔ حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ
اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اس کی دس برائیاں معاف فرما
دیتا ہے اس کے دس درجات بلند فرما دیتا ہے۔

وکن بعد عدل عشرا اور یہ دس غلاموں کی آزادی کے
قاب - (جلاء الافہام) برابر ہے۔

۵۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ درود و سلام پڑھا اللہ تعالیٰ اس
پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

۵۴۔ اس روایت کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۵۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھا اس پر

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اب بندے کی مرضی وہ
اس میں کثرت کرے یا کمی۔

۵۶۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھے یہ انعام عطا فرمایا ہے
کہ جو آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا میں اس پر دس مرتبہ پڑھوں گا۔
۵۷۔ انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں
نے اس بات پر سجدہ شکر کیا کہ جبریل نے خبر دی کہ جو آپ پر درود و سلام
پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا۔

۶۔ ہر وقت درود و سلام

۵۸۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ہے ایک آدمی نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا

اذ رأیت ان جعلت صلاقی کھا کیا آپ اس بات کی اجازت عطا
فرماتے ہیں کہ میں اپنی ہر دعا کی جگہ
آپ پر صلاۃ و سلام پڑھوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذن یکفیئک اللہ ما ھیک من تب اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت
امرو دنیاک و آخرتک (الترمذی) کی مشکلات آسان فرما دے گا۔

۵۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ

اجعل شطر صلاتی دعاء لك؟ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کو اپنی دعا کا حصہ بنانا چاہتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذن يكفيك الله هم الدنيا والاخرة تب الله تعالى تيري دنيا و آخرت (الكامل ۱۶۱: ۵۰)

۶۰۔ حضرت یحییٰ بن حبان اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ

اجعل نصف صلاتی لك؟ میں نصف دعا درود و سلام کر لوں؟

آپ نے فرمایا ہاں اگر تو چاہتا ہے تو کر لے۔ عرض کیا اگر میں دو تہائی کر دوں فرمایا پھر بھی درست ہے عرض کیا

فصلاتی کلھا؟ میری تمام دعا درود و سلام ہی ہوگا آپ نے فرمایا:

اذن يكفيك الله ما هلك من امر الدنيا و آخرتها اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کے تمام معاملات پر کافی ہے۔

۷۔ صبح و شام درود و سلام

۹۱۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من صلی علی حین یصبح عشرا جو شخص مجھ پر صبح کے وقت دس مرتبہ رحمن یحییٰ عشرا اور کہتے شفاعتی اور شام کو دس مرتبہ درود بھیجے گا وہ یوم القيامة۔ (بخاری الاقسام ۱۲۷۱) قیامت کے روز میری شفاعت پا لے گا۔

۹۲۔ حضرت ابو کابل رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ فرمایا اے ابو کابل اچھی طرح جان لو

من صلی علی کل یوم ثلاث مرات جو بندہ مجھ پر ہر دن تین مرتبہ اور ہر رات تین مرتبہ محبت اور شوق کے ساتھ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ (المعجم الکبیر ۱۸: ۹۲۸) نوبہ تلك الليلة وذلك اليوم۔ پڑھتی ہے کہ وہ اس بندے کے گناہ اس دن اور اس رات بخش دے۔

۸۔ جمعہ کے دن درود و سلام

۹۳۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ان من افضل ايامكم يوم الجمعة سب سے افضل دن جمعہ ہے اس
فیه خلق آدم علیہ السلام وفیه میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی
النفخة فیه الصلوة فاکثروا اسی میں صورتوں کا بانیگا اسی میں حشر
علی فیه من الصلوة ہوگا۔ اس دن مجھ پر کثرت کے
ساتھ درود و سلام پڑھو۔

فان صلاتکم معروضۃ علی بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش
کیا جاتا ہے۔

ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ

کیف تعرض علیک وقد امنت آپ کی خدمت میں صلوة و سلام کیسے
پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا
جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ان اللہ عزوجل حرم علی الارض بيشء اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء
ان تاکل اجساد الانبیاء کرام کے اجسام مقدسہ کا کھانا حرام کر دیا
(ابوداؤد، ۱۰۴۷) ہے۔

۶۳۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود و سلام پڑھو

اللہ لیس یصلی علی احد الا پس جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا
میت علی صلاتہ۔ ہے وہ مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے۔

۹۔ درود نہ پڑھنے والا برباد ہو جائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ برباد ہو جائے

البت عنده فلم یصل علی جس کے پاس میرا تذکرہ ہوا اور اس
نے درود نہ پڑھا۔

اور وہ شخص بھی تباہ ہو جائے جس نے والدین کو بڑھاپے میں پایا مگر
ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا اور وہ شخص بھی ہلاک ہو
جائے جسے رمضان ملا اور چلا گیا مگر وہ اس میں اپنی مغفرت و بخشش
کو داسکا۔

۶۶۔ اس روایت کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۶۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا بد بخت ہے
وہ شخص جس کے پاس

البت عنده فلم یصل علیک آپ کا ذکر مبارک ہوا اور اس نے
آپ پر درود نہ پڑھا۔

۶۸۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا
 آمین (قبول فرما) اور فرمایا جبریلی میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا
 من ذکرت عنده فلم یصل علیک جس کے پاس آپ کا ذکر کیا گیا اور
 فابعدہ اللہ ثم ابعدہ فقلت آمین اس نے آپ پر درود نہ بھیجا وہ
 (مسند بزار، ۲۱۵۲) کی رحمت سے دور ہو تو آپ نے
 آمین کہا۔

۱۰۔ دیگر رسولوں پر سلام

۹۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
 اذا صلیتم علی المرسلین فصلوا جب تم رسل عظام پر درود بھیجو
 علی معہم فانی رسول من تو ان کے ساتھ مجھ پر بھی درود
 المرسلین۔ بھیجو بیشک میں رسولوں میں سے
 ایک رسول ہوں۔

۱۰۰۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم نے فرمایا

اذا سلتم علی فسلموا علی جب تم مجھ پر سلام پڑھو تو تمام
 المرسلین۔ (ابن کثیر، ۲۶۱۴) مرسلین پر بھی پڑھو۔

۱۰۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا میرے ساتھ سوار کے پیالہ والا سلوک نہ کرنا سوار اپنے
 کو بھر کر رکھتا ہے پس جب وہ فارغ ہو جاتا ہے تو وہ اسے کسی
 کے ساتھ لٹکا دیتا ہے پس اگر اس میں پانی ہو تو وہ بوقت ضرورت
 پیتا ہے یا دھو کر لیتا ہے ورنہ پیالے کو انڈیل دیتا ہے۔

۱۰۲۔ افعلو فی اول الدعاء فی وسطہ پس تم مجھے دعا کی ابتدا اور درمیان
 لا تفعلو فی آخرہ میں یاد کرو اور دعا کے آخر میں نہ
 (مصنف عبد الرزاق، ۳۱۱۷) لے جاؤ۔

۱۱۔ آپ کے لیے مقام و وسیلہ کی دعا پر اجر

۱۰۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے فرمایا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مقام و وسیلہ مانگا کرو
 میں کیا گیا وسیلہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا

اعلیٰ درجۃ فی الجنۃ لانیالہا وسیلہ جنت میں ایک بلند درجہ
 الراجل وارجلوان اکون انا هو ہے جو ایک ہی شخص کو ملے گا میں
 (مسند احمد، ۳۶۵۱۲) امید کرتا ہوں کہ وہ شخص میں ہی
 ہوں گا۔

۱۰۴۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مقام و وسیلہ
 طلب کیا کرو۔

فمن سألها في الدنيا كنت له
شاهدًا أو شفيعًا يوم القيامة
(فضل الصلاة ۲۸)
پس جو میرے لیے دنیا میں مشا
وسیلہ طلب کرے گا میں بروا
اس کے لیے گواہ اور شفا
کرنے والا ہوں گا۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں
رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا میرے لیے اللہ تعالیٰ
وسیلہ مانگا کرو۔

فانها منزلة في الجنة لعبد من
عباد الله وارجوان اكون انا هو
فمن سألها لي حلت له شفاعتي
يوم القيامة۔ (اعلم ۲۸۳)
وہ جنت میں اللہ کے کسی بند
کا مقام ہے اور میں امید کرتا ہوں
وہ میں ہی ہوں جس نے بھی میرے
لیے اس کی دعا کی اس کے لیے
شفاعت ہے۔

۱۲۔ اذان کے بعد دعا وسیلہ

۵۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
جب اذان سنتے تو اس کے بعد یہ دعا کرتے
اللهم رب هذه الدعوة التامة
والصلوة القائمة۔ صل على محمد
واعطه سؤلہ يوم القيامة۔
اس دعوت کاملہ اور نماز قائمہ
ماکستید نامحمد پر رحمت کا
فرما اور قیامت کے دن اس کی

قبول فرما۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
اسلم نے فرمایا جس نے اذان سن کر دعا وسیلہ پڑھی قیامت
میرے میری شفاعت حاصل ہوگی۔ (مسند احمد ۲: ۳۵۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ
والہ وسلم نے فرمایا جب مؤذن سے اذان سنو تو اس کے ساتھ
جنت کو دہراؤ

صلوا على فانه من صلى على
صلى الله عليه عشرة۔
پھر مجھ پر درود پڑھو پس جو مجھ پر
درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس
رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو، وہ جنت میں سب سے اعلیٰ مقام
جو اللہ تعالیٰ کے کسی منتخب بندے کو نصیب ہوگا، میں امید کرتا ہوں
میں ہی ہوں جس نے بھی میرے لیے مقام وسیلہ کی دعا کی اس کے
میرے میری شفاعت ہے۔

۶۔ حضرت روفیع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ
والہ وسلم نے فرمایا جس نے بھی اذان سننی اور یہ دعا کی
اللهم صل على محمد وانزلہ
اے اللہ حضور پر رحمتوں کا نزول
اعمد المقرب عندك وجبت
فرما اور انہیں اپنے ہاں سب سے

لہ شفاعتی۔ (مشہ احمد ۱۰۸: ۱۰۸) بلند رجب عطا فرما تو اس کے

شفاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

۱۳۔ مسجد میں آتے جاتے درود و سلام

۷۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مسجد میں داخل ہونے لگو

فلیصل علی تو مجھ پر درود پڑھو

اور پڑھو

اللہم افتح لی ابواب رحمتک اے اللہ مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور جب مسجد سے نکلنے لگو تو

فلیصل علی النبی اپنے نبی پر پھر درود پڑھو

اور یہ کہو اے اللہ

اعصمنا من الشیطان ہمیں شیطان سے محفوظ رکھنا (ابن ماجہ ۱۷۷۳)

۱۴۔ وضو اور درود و سلام

۸۰۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لا وضوئین لم یصل علی جس نے مجھ پر درود نہ پڑھا

(ابن ماجہ ۱۰۸: ۱۰۸) وضو نہیں۔

۱۵۔ کان کے سن ہونے پر درود

۸۱۔ حضرت ابو رافع اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا کان سن ہو جائے تو

فلیصل علی مجھ پر درود و سلام پڑھے اور یہ کہے

اللہ بخیر من ذکرنی جو اللہ کو یاد کرتا ہے اُسے اللہ بہتر (المعجم الکبیر ۵۸: ۵۸) یاد فرماتا ہے۔

۱۶۔ دعا اور درود و سلام

۸۲۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں حمد یا ربی تعالیٰ اور درود و سلام کے بغیر دعا کرتے ہوئے سنا تو فرمایا تو نے جلدی کی ہے پھر بلا کر اُسے (ابن ماجہ ۱۷۷۳: ۱۷۷۳)

۱۷۔ درود و سلام چھوٹنے والا جنت کا راستہ بھول گیا

۸۳۔ حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من ذكرت عنده نفسي الصلاة
خطي طريق الجنة يوم القيامة -
(فضل الصلاة ۳۱۰)
نہیں کے پاس میرا ذکر ہوا اس لیے
درود نہ پڑھا وہ قیامت کے دن
کراستہ بھول جائے گا۔

۱۸۔ اجتماع اور درود و سلام

۸۴۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ما جلس قوم مجلسا لا يصلون
على رسول الله الا كان عليهم
حسرة وان دخلوا الجنة لما
يرون من الثواب
(فضل الصلاة، ۵۵)
جو لوگ کسی بھی اجتماع سے بغیر درود
سلام پڑھے متفرق ہو جاتے ہیں
وہ جنت میں داخل بھی ہو جائیں مگر
افسوس کرتے رہیں گے جب اس کا
ثواب دیکھیں گے۔

۸۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ما جلس قوم مجلسا فاطلوا
الجلوس ثم تفرقوا قبل ان يذكروا
الله عز وجل او يصلوا على
نبيهم الا كانت عليهم من الله
جو لوگ کسی طویل مجلس و اجتماع سے
ذکر الہی اور درود و سلام کے بغیر
جدا ہو جائیں انہیں اس پر افسوس
گھا، اللہ چاہے انہیں عذاب دے

ان شاء عذبه وان شاء
يعفو - (الروادد، ۳۸۵۵)

۱۹۔ غیر نبی کے لیے دعا

۸۶۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمارے ہاں تشریف آوری ہوئی تو فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اٹھا کر یہ دعا فرمائی

صلوا جعل صلواتك ورحمتك
على سعد بن عبادہ پر اپنی رحمتوں
کا نازل فرما۔

انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے لیے دعا فرمائی

اللهم صل على الانصار وعلى ذرية
عبد الانصار (طبرانی، ۸۹۰) در اولاد پر رحمتیں نازل فرما۔

۸۹۔ حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے ہے جب کوئی شخص آپ
کی خدمت میں مالی صدقہ پیش کرتا تو آپ اس کے لیے دعا فرماتے جب
اس صدقہ لے کر حاضر ہوا تو یہ دعا دی۔

اللهم صل على ابی اوفی
(مسند احمد، ۳۵۳۱) اے اللہ آل ابی اوفی پر رحمت بھیج
۹۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۹۱۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ہے جو لوگ مجلس سے جدا
 گئے نہ انہوں نے وہاں اپنے اللہ کا ذکر کیا اور نہ اپنے نبی پر درود
 سلام عرض کیا تو وہ مجلس روز قیامت پریشانی کا باعث بنے گی۔
 (المجموع کبیر، ۷۷۵۱)

حدیث تو سل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں

تصنیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ۶، میلاد شریعت گلشن رحمان ٹھوکر نواز بیک لاہور

042,35300353...0300.4407048

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام امت کے اہل علم نے یہ بیان کیا اور تسلیم کیا کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا گاہ اقدس میں اس کے حبیب سیدنا محمد ﷺ کی ذات کا وسیلہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے وسیلہ کی برکت سے ان کی توبہ قبول کی۔

امید مسلمہ نے حضور ﷺ کے جواز وسیلہ پر اس مبارک حدیث کو ہمیشہ بطور دلیل ذکر کرتے ہیں مثلاً امام مالک رحمہ اللہ سے خلیفہ وقت منصور نے پوچھا میں روضہ میں ہوں یا عاصری دیتے وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا قبلہ کی طرف؟ تو انہوں نے فرمایا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے مقام عالی سے آگاہ کر دیتا ہوں اس کے بعد فیصلہ خود کر لینا کہ منہ کس طرف کرنا ہے، آپ ﷺ کی شان اس سے بڑھ کر ہے۔

وَسَلِّطَكَ وَوَسِيلَةَ الْوَالِدِكَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ آپ ﷺ تمہارے وسیلہ بلکہ تمہارے والد گرامی حضرت آدم علیہ السلام کے بھی وسیلہ ہیں۔ اس میں امام مالک رحمہ اللہ نے اسی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس روایت سے اہل علم کا استدلال ہی واضح کر دیتا ہے کہ یہ حدیث ہرگز موضوع اور من گھڑت نہیں ورنہ امام مالک جیسے آئمہ دین اس سے استدلال نہ کرتے اور اس روایت سے ائمہ امت استدلال کریں گویا اس کی صحت پہ ان کا اتفاق ہے

اہل بدعت کا انکار

ہمارے دور کے کچھ اہل بدعت نے اپنی کم علمی اور کج فہمی کی وجہ سے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے اور اپنی رائے و تحقیق کو تمام امت پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہندو عوام ان چیزوں سے آگاہ نہیں لہذا وہ پریشان ہو جاتے ہیں آئے دن میری نظر سے ایسے مضامین گزر رہے جن میں اس حدیث کو من گھڑت قرار دینے پر ہی زور دیا گیا تھا

بعض احباب مثلاً الحاج شوکت علی سرپرست جامع مسجد شادمان نے بھی اس
ذکر کیا اور اصل صورت حال افکار کرنے کا بھی کہا کہی دفعہ سوچا کہ اس پر لکھوں گا اور
واضح کروں گا کہ یہ روایت ہرگز ہرگز موضوع نہیں ہاں یہ ضعیف بلکہ حسن لہجہ
جس سے استدلال بالکل درست ہے یہی وجہ ہے کہ امت کے آئمہ اس سے استدلال
کرتے رہے مگر دیگر معروضات کی وجہ اس پر نہ لکھ سکا۔

کافی عرصہ پہلے سے عظیم محدث امام عبداللہ صدیق البخاری (م۔ ۱۳۱۳ھ)
کی اس روایت پر علمی تحقیق مطالعہ میں تھی اب یہی سوچا کہ اس کا ترجمہ کر دیا جائے
تا کہ اہل علم کو اس پر مواءقراہم ہو جائے۔ انہی کے عظیم شاگرد شیخ محمود سعید مدوح نے
اپنی دفعہ المنارۃ فی تخریج التوسل والذیارة میں بھی اس روایت پر گفتگو کی ہے
وہ مختصر ہے لیکن امام بخاری کی گفتگو تفصیلی ہے جو ان کی کتاب الرد المحکمہ المتعین
علی کتاب القول المبین کے ص ۱۲۲ تا ۱۳۱ تک پھیلی ہوئی ہے آئیے ان کی علمی تحقیق
کا مطالعہ کرتے ہیں:

متعصب کا شبہ

متعصب مکر وسیلہ کہتا ہے کہ امام حاکم، ابن حبان اور صاحب الدر المنکور (امام
سیوطی) نے ارشاد الہی فتعلی آدم من ربہ کلمات کی تفسیر میں حضرت عبدالرحمن بن زید
نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت
کیا کہ جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور انہوں نے کھالیا، انہوں نے نگاہ اٹھائی تو باب
جنت پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، تو عرض کیا:

اللہم انی توسل الیک بمحمد وال محمد اے اللہ میں تیری بارگاہ میں حضرت محمد ﷺ
اور آل محمد ﷺ کو وسیلہ بناتا
ہوں تاکہ تو مجھے معاف کر دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اللہ من ین علمت بمحمد حتی اے آدم تم نے محمد ﷺ کو کیسے جانا حتی
کہ ان کے وسیلہ سے تم نے دعا کی؟
اور کیا میں نے نظر اٹھائی تو جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا تو میں نے جان لیا:
لقد تعفون اسک الاحباب الاسماء تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی نام گولایا ہے
جو تجھے سب سے زیادہ محبوب نام ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

موت لك میں نے تمہیں معاف کر دیا۔

روایت سے سات کتب حدیث خالی ہیں، امام حاکم نے اپنی اس جاوت (کر وہ
اصول احادیث کو صحیح قرار دیتے ہیں) کے مطابق اسے بھی صحیح قرار دے دیا
بلکہ امور کا تذکرہ

میں کہتا ہوں مخالف کی گفتگو میں ان امور کا تذکرہ ہے۔

اول: ابن حبان کی طرف نسبت غلط ہے

اس نے حدیث کی نسبت امام ابن حبان کی طرف کی ہے حالانکہ یہ نسبت غلط
کیونکہ امام ابن حبان نے اس روایت کو نقل نہیں کیا نہ صحیح میں نہ ثقات میں اور نہ ضعیف
میں۔ البتہ امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں، امام حاکم نے مستدرک، امام بیہقی اور امام ابو نعیم
ہاں نے دلائل النبوة اور امام ابن عساکر نے اسے تاریخ میں نقل کیا ہے:

اسرائیلی: امام سیوطی راوی نہیں

صاحب الدر المنکور کی طرف روایت حدیث کی نسبت کرنا بھی مخالف کے
اہمیت غبی ہونے اور انتہائی جہالت کا پتہ دے رہا ہے اس لئے کہ صاحب الدر
المنکور اگرچہ حفاظ حدیث بلکہ ائمہ الحفاظ میں ہیں لیکن وہ اسانید کے ساتھ حدیث
روایت کرنے والوں میں سے نہیں ہیں مثلاً امام بخاری، امام ابن حبان، ابو نعیم،

ابن عساکر اور ابن نجار، کیونکہ جہاں سیوطی کا زمانہ ان محدثین سے متاخر ہے وہ ان کے وقت سے پہلے کتنی مدت روایت بالا سناد کا انقطاع ہو چکا ہے جس طرح کتب مصطلح الحدیث سے یہ ثابت معلوم ہے وجہ مذکور کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ امام سیوطی نے الدر المنثور اور الجامع الصغیر میں روایت کیا ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حدیث نقل کی ہے۔

اخراج اور خروج میں فرق:

محدثین کی اصطلاح کی بنا پر اخراج اور خروج میں فرق ہے وہ پہلے لفظ کو سند بیان کرنے والے اور دوسرے کو سند بیان کرنے والے کی طرف حدیث کی نسبت کرنے والے کے لئے استعمال کرتے ہیں وہ کہیں گے اخروج الطبرانی والدیلمی حدیث کذا۔ اخروج ابن حجر او الوسوطی یعنی روایت کرنے والوں کی طرف انہوں نے نسبت کی ہے

بعض محدثین نے اخروج بمعنی اخروج استعمال کیا ہے حافظ ابن رجب نے اپنی کتب میں اسی اصطلاح کو اپنایا ہے۔ لیکن اخروج (روایت کیا) کو اخروج (نقل کیا) کی جگہ کسی محدث نے ذکر نہیں کیا بلکہ یہ صریح جہالت ہے ایسی بات اس متعصب جیسے لوگوں سے ہی صادر ہو سکتی ہے۔ واللہ العوفی

امر ثالث: لفظ جد ہضم کر لیا

اس نے سند یوں بیان کی۔

عن عبد الرحمن بن زید بن اسلم عن ابيه عن عمر۔
یہ نہایت واضح لفظی ہے کیونکہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جیسے المسند رک اور دیگر کتب میں ہے لیکن مگر جد (دادا) کا لفظ ہضم کر گیا۔

والع: الفاظ حدیث میں کی بیشی

اس نے الفاظ حدیث میں کی بیشی کر دی، ہم اصل کے مطابق حدیث ذکر کیے ہیں تاکہ اس کی تحریف کا ازالہ کیا جاسکے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے خلا ہوئی تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

يا رب اسالك بحق محمد لعافرت لی اے میرے رب میں محمد کے وسیلہ سے عرض کرتا ہوں مجھے تو معاف فرما دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم لعافرت محمد اولہ اخلقه؟ تم نے انہیں کیسے پہچانا حالانکہ میں نے اسے پیدا نہیں کیا۔

عرض کیا جب تو نے اپنے دست اقدس سے مجھے پیدا کر کے میرے اندر اپنی رحمت سے روح پھونکی تو میں نے سراٹھایا تو

لا اله الا الله محمد رسول الله لا اله الا الله محمد رسول الله تو میں نے عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا۔ لا اله الا الله محمد رسول الله۔

تو میں نے پہچان لیا کہ

لا اله الا الله محمد رسول الله تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کو ملایا ہے جو تجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يا آدم ان الله احب الخلق الى عنك يا آدم ان الله احب الخلق الى اے آدم تو نے سچ کہا ہے یہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

تو نے ان کا وسیلہ دیا ہے

فقد عرفت لك ولو لا محمد ما خلقت میں نے تجھے معاف کر دیا اور اگر محمد نہ ہوتا
هو اخذ الانبياء من ذريتك ہوتے میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔ وہ تمہاری اولاد
میں آفری نبی ہوتے

الفاظ حدیث تمہارے سامنے ہیں اس سے منکر کے الفاظ کا موازنہ کر لیجئے اور
دونوں کے درمیان واضح فرق ہے:

امر خامس: یہ کہنا کہ اس حدیث سے سات کتب خالی ہیں اور امام حاکم کا عادت کے
مطابق موضوع کو صحیح قرار دینا ظاہر ہے۔

اس ضدی کی کھنگول نہایت واضح کر رہی ہے کہ صحیح حدیث اور وضع حدیث میں

فرق فقط یہ ہے کہ اس کا وجود ان کتب میں ہے یا اس کا وجود ان میں نہیں کیونکہ اس سے

اس حدیث کے موضوع ہونے کو اس پر مرعوب کیا ہے امام حاکم نے اسے لاپرواہی سے بھیج

کہا اور اس سے یہ دروازہ کھل جائے گا کہ جس حدیث سے کتب سب خالی ہیں وہ موضوع

ومن گھڑت ہوگی۔ اگر اس کے ہاں اس علامت کے برعکس ہو جائے گا اور اس کا متعکس

ہونا اس کی عقل فاسد سے بعید بھی نہیں تو اس سے لازم آئے گا کہ جو حدیث ان سات

کتب میں موجود ہے وہ موضوع نہیں ہوگی، اس منحوس طائفہ نے محدثین سے اختلافات

میں یہی راستہ اختیار کیا ہے اگرچہ حدیث کے لئے کثیر طرق ہوں نہ عقل اس کے موافق

ہے اور نہ ہی نقل جیسا کہ ہم نے ابتدا کتاب میں اس پر تنبیہ کی ہے لیکن علماء محدثین

اصولیین اور فقہاء کے طریق پر بطور تردد و تلس یہ مذکور علامت فاسد ہے بلکہ اس کا مداد ان

کے ہاں شرائط قبولیت کا پایا جانا یا نہ پایا جانا ہے تو جس حدیث میں شرائط قبولیت ہوگی وہ

صحیح ہوگی ورنہ صحیح نہ ہوگی خواہ وہ سات کتب میں موجود ہو یا موجود نہ ہو۔ اسی قاعدہ کی

تائید عقل کرتا ہے جو عقلی نہیں کیونکہ وضع حدیث اور سات کتب کے اس سے خالی ہونے

میں کوئی ملازم نہیں مگر اس کے دماغ میں جو اس متعصب جیسا دماغ رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں

سیدھی راہ کی ہی توفیق دے

سادس: امام حاکم پر حملہ

اس متعصب کا یہ دعویٰ کہ امام حاکم موضوع احادیث کو لاپرواہی اور عدم سنجیدگی
اور ہر سے صحیح قرار دیتے ہیں، اس کو بڑی جسارت ہے اور یہ اس بات کا مستحق ہے کہ ہم
اس کی ذہن کھینچ لیں تاکہ یہ امت کے برگزیدہ علماء کے بارے میں ایسے بکواس نہ کر سکے
بلکہ امام حاکم امت کے عظیم عالم، حافظ کبیر، ان کے صدق و عدالت، علم حدیث کی
حکمت اور اس میں تقدم اور امامت پر امت کا اجماع ہے جس کا حافظ ذہبی اور دیگر ان
کی شان والے علماء نے اعتراف کیا ہے۔ اس پر یہ دلیل ہی کافی ہے کہ حافظ ذہبی ان
کے شاکر اور تلمیذ ہیں اور اپنی کتب میں اکثر انہی سے روایت کیا ہے اور ان کا اسم گرامی
ابوالہدایہ حافظ لکھتے ہیں اگر وہ عدم سنجیدگی کی وجہ سے موضوع احادیث کو صحیح قرار دینا کرتے
تو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟

اگر انہیں ایسا کہنا درست اور ان سے یہ ثابت ہوتا تو پھر ان کے فسق و جہالت

بازعیاں ہوتا کیونکہ انہوں نے دانت طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف کذب کی نسبت کی

حالانکہ ایسی بات کا اللہ تعالیٰ اور اہل اسلام انکار کرتے ہیں۔

بندہ محسوس کرتا ہے کہ یہ متعصب اس خیال میں ہے کہ وہ ایسے اوباش لوگوں

کے درمیان ہے جو طوطے کی طرح کسی کی تحقیق پر اسے گالی دے اور اس پر لعنت کرے تو

وہ سب و شتم اور لعنت کرنے والا ہے تو اس نے امام حاکم کے حق میں ایسی جسارت کا

انکاب کیا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس نے امام کبیر اور سنت نبوی ﷺ کے ایک حافظ پر

ظلمناک حملہ کیا کیونکہ امت میں اگر متعصب جیسا کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ

بندہ رک جیسی کتاب لانے سے عاجز ہوگا اگرچہ لوگ ایک دوسرے سے معاون بن

جائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور اسے ہدایت کی توفیق دے۔ آمین

امر سابع: حافظ ابن حجر کی تحقیق

اس کا یہ دعویٰ بھی بڑی جہالت ہے کہ امام حاکم موضوعات کو صحیح قرار دیتے ہیں

منجید نہیں حافظ ابن ابن حجر نے امام موصوف کی طرف اس تسامی کی نسبت کی تحقیق ہے جو معروف اور متداول کتب مصطلحات میں مذکور ہے۔

امام سیوطی کی گفتگو

امام سیوطی نے تدریب الراوی میں المسردک اور اس کے مصنف کے تسامی لکھا کہ انہوں نے کتاب کا مسودہ تیار کیا اور وہ اس کی تصحیح کا ارادہ رکھتے تھے کہ ان کا وصال ہو گیا اور لکھا۔

میں نے المسردک کے چھ اجزاء میں سے تقریباً دوسرے جز کے نصف کے قریب تک امام حاکم کی املا پائی ہے اور لکھا:

اس کے علاوہ کتاب ان سے بطور اجازہ حاصل ہے اور لکھا:

املا شدہ حصہ میں باقی حصہ کی نسبت تسامی بہت کم ہے۔

حم نے دیکھا حافظ موصوف نے یہ حقیقت اشکار کر دی کہ تسامی کا سبب تصحیح کتاب سے پہلے امام حاکم کا وصال کر جانا ہے اور انہوں نے یہ تصریح کر دی کہ املا والے اور تصحیح کردہ حصہ میں بہت ہی کم تسامی ہے یہاں اس مشہور و شعر کا ذکر خوب رہے گا۔

اذا قلت حراماً فصدقوها فان القول ما قلت حذوا
اس تحقیق کے بعد کوئی بھی امام حاکم کی طرف تسامی یا لاپرواہی کی نسبت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا مگر وہ جو اس متعصب کی طرح جہالت کے گڑھے میں گرا ہوا ہو۔
وبالله التوفیق۔

امر ثامن

متعصب کا یہ دعویٰ کہ امام حاکم موضوع روایات کو صحیح قرار دینے میں لاپرواہی برتتے ہیں یہ باطل، ہولناک اور لغو بات ہے جو دفع نہیں یہ اس لئے کہ مستدرک میں تمام موضوع روایات جو تقریباً سو ہیں جنہیں حافظ ذہبی نے خاص جز میں جمع کر دیا ہے جس کا حافظ سیوطی نے ذکر کیا، بلاشبہ یہ تعداد کتاب کی ضخامت اور اس میں کثیر روایات کی نسبت

امام شہری بلکہ مستدرک کی تخفیف کرنے والے حافظ ذہبی نے اپنی اسی تحقیق میں لکھا کہ مستدرک میں احادیث ضعیفہ اور موضوع کتاب کا چوتھائی اور باقی تین حصوں کی تمام حدیث صحیح ہیں وہ بخاری شریف کی یا بخاری و مسلم میں سے کسی ایک کی شرائط پر ہیں یا اگرچہ ان میں سے کسی کے شرائط پر نہیں ہیں۔

حافظ سیوطی نے تدریب میں لکھا:

امام ابوسعید مالینی کہتے ہیں۔

میں نے امام حاکم کی تصنیف المسردک کا اول و آخر مطالعہ کیا تو میں نے اس میں کوئی ایسی ایک حدیث نہیں پائی جو بخاری و مسلم کی شرائط پر ہو۔

اس پر امام ذہبی کہتے ہیں:

هذا السرف وغلو من العالینی یہ مالینی کا غلو اور زیادتی ہے۔

ورد اس میں بیشتر احادیث بخاری و مسلم کی شرائط پر اور بیشتر ان میں سے کسی کی شرائط کے مطابق ہیں اور ان کا مجموعہ نصف کتاب بنا جاتا ہے، اس میں چوتھائی حدیث کی اسناد صحیح اور ان میں بعض شی ہے اور باقی چوتھائی تقریباً مناکیر اور کمزور ہیں جو کچھ ہیں اس میں بعض موضوعات ہیں،

یہ علمی تحقیق ہے جو اطلاع و محرفت پر مبنی ہے یہ اعلان ہے کہ مستدرک میں کثیر احادیث صحیح کی نسبت ضعیف بہت ہی کم ہیں اور آپ جان چکے کہ موضوع احادیث بہت کم ہیں اور یہ تمام اس متعصب کے کذب اور جہالت پر بہت ہی واضح دلیل ہے۔
وبالله التوفیق۔

پھر متعصب نے لکھا:

ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں لکھا: وہ آدمی نے امام شافعی کی موجودگی میں امام مالک سے عبدالرحمن بن زید کے بارے میں کہا جو اس حدیث کی سند کا مدار ہے یعنی ان کے علاوہ کسی طریق سے سہرو دی نہیں۔

امام مالک نے فرمایا: جب تم پر احادیث کے اسناد میں اشکال ہو تو عبدالرحمن بن زید کے پاس اسے لے جاؤ تو وہ اپنے والد وہ اپنے جد اور حضرت نوح علیہ السلام سے کرتا ہے اور یہ بات کسی اسناد کی تکذیب کے لیے نہایت موثر ہے۔

امام مالک نے یہ بھی فرمایا:

یہ متا کیر روایات لاتا ہے انہوں نے نقل کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کنشیت بیت اللہ کا طواف کیا اور دور کھٹیں نماز پڑھی۔

جس طرح امام مالک نے ان کی خوب تکذیب کی ہے اسی طرح امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور تمام ائمہ حدیث نے بھی ان کی تکذیب کی ہے۔

حتیٰ کہ حافظ عبدالحق نے روایان حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم تو جانتے کہ اہل علم میں سے کسی نے بھی عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی حدیث سے احتجاج کیا اور

حافظ ذہبی نے مستدرک حاکم کی تعلیق جلد ۲ ص ۶۱۵ سطر سات ۹۵ میں لکھا: امام حاکم نے روایت کو صحیح کہا بلکہ یہ موضوع ہے اس کی سند میں عبدالرحمن بن

زید بن اسلم ہے اس نے اسے مجہول سے روایت کیا۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عبدالرحمن بن زید کو خوب و شدید کفر قرار دیا اور ان پر طعن کے لیے ائمہ سے نقل کیا جو کچھ ہم نے نقل کیا یہ بہت کم ہے جو اس

سے اضافہ چاہتا ہے وہ ان کا کلام پڑھے۔

قابل توجہ چند امور

امراؤں:

امام مالک سے منقول حکایت میں رد و بدل کر دیا گیا صواب و درست وہ ہے جس کا میزان اور دیگر کتب نے ذکر کیا کہ

ایک آدمی نے امام مالک کے سامنے ایک حدیث بیان کی فرمایا یہ حدیث کس نے بیان کی

تو اس نے منقطع سند بیان کی تو امام مالک نے فرمایا تم عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے والد جاؤ وہ تمہیں اپنے والد اور حضرت آدم علیہ السلام کے حوالہ سے حدیث بیان کریں گے

امراؤں:

یہ حکایت عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی تکذیب پر دلیل نہیں بن سکتی جیسے اس نے دھرم کا گمان ہے اور یہ اپنے اس گمان میں کاذب اور مجہول ہے۔

اس حکایت کا معنی یہ ہے کہ امام مالک عبدالرحمن بن زید بن اسلم کو حدیث میں

محکم نہیں جانتے اور یہ غفلت اور عدم اتقان میں یہاں تک ہیں کہ وہ متون کو ایسی منقطع سند سے روایت کر دیتے ہیں جن میں انقطاع نہایت ہی ظاہر ہے اور اس میں یہ اقیانوس گہرائی کہ اس میں سے کون صحیح ہے اور کون صحیح نہیں۔ عبارت مذکورہ سے امام مالک کی

گواہی ملتی ہے اور اس کے علاوہ معنی درست نہیں۔ اس پر پہلی دلیل یہ ہے کہ عبدالرحمن بن زید کی کسی نے کذب کی طرف نسبت نہیں

کی نہ امام مالک نے ایسا کیا اور نہ ہی نہ ایسا کسی دوسرے امام نے کیا ہے بلکہ اہل علم نے انہیں باوجود اہل قرار دیا ہے جیسا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آ رہا ہے۔

دوسری دلیل

اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ خالد بن خراش نے بیان کیا ہے کہ مجھے داور دی،

میں اور اہل مدینہ کے اکثر علماء نے کہا کہ عبدالرحمن کے پاس نہ جاؤ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں لیکن ان کے بھائی عبداللہ کے پاس جاؤ۔

یہ گفتگو واضح کر رہی ہے کہ عبدالرحمن اپنے شہر کے لوگوں کے ہاں ہماری مذکورہ بات غفلت اور عدم اتقان میں معروف تھے۔ بلاشبہ امام مالک مدینہ طیبہ میں رہتے تھے اور

محکم ہے وہ ان میں شامل ہوں جنہوں نے خالد بن خراش کی رہنمائی کی جیسا کہ ان کا قول اکثر اہل مدینہ کا ظاہر بنا رہا ہے تو متعین ہو گیا کہ ان کی سابقہ عبارت سے وہ ہی مراد ہے جو کہ ہم نے ذکر کیا نہ کہ وہ جیسے اس ہٹ دھرم نے سمجھا۔

امر ثالث

اس ضدی کے یہ الفاظ کہ

امام مالک رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ منا کیر احادیث روایت کرتا ہے انہوں نے کشتی اور غیلانہ کے بارے میں بیان کیا کہ اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ یہ اس ضدی کا صراحۃً جھوٹ ہے امام مالک نے ایسی گفتگو ہرگز نہیں کی اور نہ حافظ ابن حجر نے اسے تہذیب التہذیب میں نقل کیا جس سے اس ضدی نے نقل کیا ہے اور اس کا ذکر ذہبی نے میزان میں بھی نہیں کیا بلکہ ہم ایسی کوئی شے کتب رجال میں نہیں جانتے جیسے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے واضح ہو جائے گا۔

امر رابع

اس ضدی کا کہنا کہ

امام مالک نے اس کی خوب تکذیب کی اور اس طرح امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور عام آئمہ محدثین نے بھی اس کی تکذیب کی ہے۔ یہ بھی جھوٹ ہے نہ امام مالک نے عبدالرحمن کو کاذب کہا اور نہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور نہ آئمہ حدیث میں اسے کسی نے کہا چہ جائیکہ وہ تمام ایسی بات کہیں جھوٹوں پر اللہ کی لعنت

امر خامس

اس متعصب کا یہ کہنا

حتیٰ کہ حافظ عبدالحق نے راویان حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم کسی اہل علم کو نہیں جانتے کہ اس نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی حدیث سے احتجاج کیا ہو۔ یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ حافظ عبدالحق نے اس حدیث پر گفتگو ہی نہیں کی اور نہ ہی اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے یہ اس ضدی نے خود گڑھا تا کہ اپنے مذہب کو پختہ کرے اور اگر ضدی یہ کہنے کا ارادہ رکھتا ہے کہ عبدالحق نے کسی اور حدیث پر

اس کی ہے جس کی سند میں عبدالرحمن بن زید ہے تو اس کی یہ عبارت اس کی تائید و مدد نہیں دیتی۔

امر ساوس

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ حافظ عبدالحق سے جو اس نے نقل کیا یہ صحیح ہے۔ اس کا جھوٹا ہونا کسی طرح سے ثابت ہو چکا ہے لیکن اس سے عبدالرحمن بن زید کا کذب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

ان کی عبارت سے نہ بطور مطابقت نہ بطور تقصیم اور نہ بطور التزام بلکہ زیادہ زیادہ کلام حافظ عبدالحق (اگر صحیح ہو) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عبدالرحمن ضعیف ہے ضعیف کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جاتا جیسے کہ علم حدیث میں ثابت ہے لیکن کیا کذاب ہوتا ہے حالانکہ ان کے درمیان واضح فرق ہے۔

امر سابع

اس ضدی کے حافظ عبدالحق سے کلام نقل کرنے اور اس کے اس قدر مبالغہ کرنے کہ عبدالرحمن بن زید کی عام آئمہ محدثین نے تکذیب کی ہے یہ اشتکار ہوا کہ یہ ضدی حالاً جرح کا فہم نہیں رکھتا اور نہ ہی جرح کے مراتب میں فرق کر سکتا ہے جیسا کہ اس فن کا ماہرین کے ہاں معروف ہیں۔ اس لئے محدثین کے عبدالرحمن بن زید کو ضعیف کہنے سے ضدی یہ سمجھا کہ وہ اس کی تکذیب کر رہے ہیں اور اسے وضاع کہہ رہے ہیں وہ نہیں جانتا کہ جرح کے مختلف درجات ہیں اور ان کا کسی راوی کے بارے میں یہ قول کہ وہ ضعیف ہے یا اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا ان کے اس قول سے کتنے مراحل و درجات زیادہ خفیف ہے کہ وہ اسے کذاب، وضاع اور جرح میں شدید ترین الفاظ استعمال کریں۔ ہماری اس گفتگو سے یہ برہان سامنے آیا کہ یہ ضدی شخص جاہل و خائن ہے اور ہم نہیں رکھتا اور کسی شے کے نقل پر اہلین بھی نہیں اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرمائے

احلت لفا مہبتان و دمان۔ (ہمارے لئے دو اموات اور خون حلال کیے گئے ہیں)۔
 نوٹ: یاد رہے یہ بھی روایت حسن ہے اور اس کے طرق پر آگاہی سے یہی معلوم و واضح ہے۔
 عمرو بن علی (فلاس) کہتے ہیں میں نے عبد الرحمن بن مہدی کو ان سے بیان کرتے سنا دوری نے ابن معین سے نقل کیا اور اس کی حدیث کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔
 امام بخاری اور امام ابو حاتم کہتے ہیں علی بن مدینی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور کہا کہ میں عبد الرحمن سے حدیث بیان نہیں کرتا، عبد اللہ ان سے افضل ہیں، نسائی ضعیف کہتے ہیں، ابن عبد الحکم کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے سنا کہ ایک آدمی امام مالک کے سامنے منقطع روایت بیان کی تو فرمایا عبد الرحمن بن زید کے پاس جاؤ جنہیں اپنے والد اور حضرت نوح علیہ السلام سے روایت بیان کریں گے۔

خالد بن خراش کا بیان ہے کہ وہ اور دئی، معن اور عام احمد اہل مدینہ نے کہا کہ عبد الرحمن کے پاس مت جاؤ وہ نہیں جانتے وہ کیا کہہ رہے ہیں ہاں ان کے بھائی عبد اللہ کے پاس جایا کرو۔ ابو زرعد نے ضعیف کہا، ابو حاتم کہتے ہیں حدیث میں تو قوی نہیں۔ انہوں نے نہایت صالح مگر حدیث میں کمزور تھے۔ دوسرے مقام پر لکھا یہ مجھے ابن ابی الرجال سے زیادہ پسند ہیں، ابن عدی کہتے ہیں ان سے احادیث حسان مروی ہیں لوگوں کا ان کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے انہیں سچا و صادق قرار دیا مثلاً حضرت معن نے ان سے احادیث لکھی ہے بخاری کہتے ہیں مجھ سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا کہ یہ ۱۸۲ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔

میں کہتا ہوں، انہیں حبان کہتے ہیں یہ روایات میں قلب سے کام لیتے ہیں اور اس کا علم نہیں رکھتے حتیٰ کہ ان کی روایات میں کثرت کے ساتھ مراہیل، مرفوع اور موقوف سند ہو گئیں تو یہ ترک کے مستحق ٹھہرے، ابن سعد کہتے ہیں کثیر الحدیث اور بہت زیادہ ضعیف ہیں، ابن خزیمہ کا کہنا ہے کہ یہ ان میں سے نہیں جن کی حدیث سے اہل علم احتجاج کریں کیونکہ ان کا حافظ کم تھا ان کا شعبہ عبادت اور زہد ہے اور یہ ماہرین حدیث سے نہیں

ساجی کہتے ہیں ہمیں ربیع نے انہیں امام شافعی نے بیان کیا کہ عبد الرحمن بن زید نے پوچھا کیا کہ تمہارے والد نے تمہارے دادا سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں نوح علیہ السلام نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو نوافل پڑھے، ہاں، ساجی کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ طحاوی کہتے ہیں کہ حدیث کے ماہرین ان کی حدیث نہایت ضعیف ہے، حربی نے کہا دیگر اس سے زیادہ ثقہ ہیں حاکم اور ابو نعیم نے کہا یہ اپنے والد سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے لکھا اس کے ضعف پر علماء کا اجماع ہے۔

میں نے تہذیب الجذب سے من وعن نقل کر دیا ہے اس میں ایک حرف کی بھی کمی نہیں کی میں ان کے ضعیف ہونے پر کثیر نصوص ہیں مگر ایسی کوئی چیز نہیں جو عبد الرحمن کے عیب ہونے یا حدیث گھڑنے والا ہونے پر شاہد ہو بلکہ یہاں اس کے برعکس نصوص و تصدیقات ہیں جو اس کے صدق، صالحیت، عابد اور زاہد ہونا بتا رہی ہیں اور سوء حفظ اور حسد کی وجہ سے اس میں ضعف ہے لیکن اس ضدی نے کیا بنا لیا؟ اور کیا کہہ دیا؟

جس حدیث ضعیف کے حوالہ سے امام شافعی نے اس کا ذکر کیا اس کا اس سے تعلق ہی نہیں کیونکہ اس حدیث کو عبد الرحمن نے اپنے والد اور دادا کے حوالہ سے منقطع سند کے ساتھ مرفوعاً بیان کیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے دادا کے بیان طویل مسافت ہے کہ وہاں تک پہنچنے میں اونٹ ہلاک ہو جائیں، بلاشبہ اس کثیر الخطا کے وقت کسی کا ذہن نے الفاظ وضع کیے اور عبد الرحمن بن زید تک پہنچی تو انہوں نے سننے کے مطابق اسے بیان کر دیا اور اس میں انتظار اور نکارت معنی تھا اسے وہ نہ جان سکے جیسے وہ صالحین لوگ جو معرفت حدیث کم رکھتے ہیں وہ احادیث موضوع روایت کر دیتے ہیں اس میں ان کی نیت صحیح ہوتی ہے اور ان کا ارادہ ہرگز وضع حدیث کا نہیں ہوتا جیسا کہ اصطلاحات حدیث کی کتب میں ان کی مثالیں موجود ہیں۔ اگر عبد الرحمن بن زید کشتی نوح علیہ السلام والی روایت کو ایسی سند متصل سے بیان کرتے جو شرط صحیح

ابن زید بن اسلم (بخلاف جو ضعیفی نے ان کے حالات میں کذب اور نقل
کے خلاف وجہی سے کام لیا) فقط ضعیف ہیں نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ ہیں

اس پر دلیل

دلیل یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے تہذیب المعجم میں ان کا تذکرہ کیا جو ابھی ہم
نہ دیکھیں ان سے نقل کیا انہوں نے تقریباً تہذیب میں بھی ان کا تذکرہ یوں لکھا۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم عدوی ضعیف، اٹھویں طبقہ سے ہیں ان کا وصال
۱۸۰ھ میں ہوا اور خطیب تقریب میں انہوں نے لکھا۔

اس میں مذکور راویوں میں ہر شخص پر وہی حکم ہوگا جو ان کے بارے میں اصح اور
اعتبار سے نہایت معتدل ہوگا۔

ادلوں تصریحات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصح حکم اور عدل کے طور پر وصف عبد الرحمن کا
ضعیف ہونا ہے جسے ہم نے اوپر بیان کر دیا، تمہارے لئے حافظ ابن حجر کا حکم کافی ہے

مبارات کے احاطہ اور ان کے درمیان موازنہ کے بعد ہی انہوں نے یہ حکم جاری کیا
اور یہ اس فن کے باہر اس کی عقل کے معالج اور اس کے لشکر کے امیر ہیں لہذا جو کہیں

کہ وہ سچ ہوگا اور جو حکم لگائیں گے وہ عدل ہوگا اس لئے خلاصہ تہذیب میں شیخ خزرجی
فقط ان کے ضعیف ہونے پر اکتفا کیا اور لکھا عبد الرحمن بن زید بن اسلم مدنی اپنے والد

سے روایت لیتے ہیں اور ان سے کعبہ ابن وہب، قتیہ اور کافی حقوق نے روایت لی ہے،
امام احمد، ابن مدینی، نسائی اور دیگر نے انہیں ضعیف کہا ۱۸۲ھ میں فوت ہوئے

تمہاری جہانگی اور تعجب برابر ہو گئے جب تم یہ جان لو گے کہ امام ذہبی نے بھی
ان کے ضعیف ہی کہا ہے کیونکہ المیزان میں انہوں نے لکھا۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم عدوی مولا ہم مدنی، یہ اسامہ اور عبد اللہ کے بھائی ہیں، امام ابو

کے مطابق اور راوی ثقہ ہوتے پھر یہ انہی کا کام ہوتا اور انہی کو وضع کرنے والا قرار
جاتا نہ کہ کسی دوسرے کو جیسا کہ محدثین کے ہاں یہی ضابطہ ہے، لیکن یہ روایت
مقطوع سے مروی ہے تو اب یہ عقلمندی تو نہیں کہ انہیں اس کی وجہ سے وضاع کہہ
جائے بلکہ ان پر کوئی عیب نہیں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان سے غفلت ہوئی اور ان کا
معنی کے باوجود حدیث بیان کر دی۔

اسی طرح حاکم اور ابویوسف کا کہنا کہ یہ اپنے والد سے احادیث موضوعہ نقل کرتا ہے
کا معنی بھی یہ ہے کہ یہ انہیں روایت کر دیتے ہیں اور ان سے رواج پاتی

ہیں لیکن ان کی وضع کا ارادہ نہیں کرتے، ان کی عبارت اس مضمون کی مفید ہے کیونکہ
اگر ان کا ارادہ انہیں کاذب و وضاع قرار دینا ہوتا تو یوں کہتے وضع علی ایہ

احادیث (کہ وہ اپنے والد کے حوالہ سے احادیث وضع کر لیتا تھا) جیسا کہ علماء کا کسی
کو کاذب و وضاع قرار دینے کا معروف طریقہ ہے۔

یہ اس پر ظاہر ہے جو کتب رجال کا مطالعہ اور اہل اصطلاح پر نظر رکھتا ہے جیسا
حافظ منذری نے الترغیب والترہیب میں یہ حدیث بیان کی

اعطوا الاجور اجورہ قبل ان یجف عرقہ مزدور کو مزدوری اس کا پیسہ خشک ہونے
سے پہلے ادا کرو

تو اس کے بعد لکھا اسے امام ابن ماجہ نے عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے
روایت کیا اور ان کی توثیق کی گئی ہے امام ابن عدی کہتے ہیں ان کی احادیث، حسان ہیں

اس میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض نے ان کی تصدیق کی اور حضرت معن ہیں جنہوں نے
ان سے احادیث لکھیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ کسی محدث نے عبد الرحمن بن زید کو جھوٹا قرار نہیں دیا،
فقط اس سبب و حرم نے انہیں جھوٹا قرار دیا اور انہیں جھوٹا قرار دینے کا پورا پورا

بدلہ اسی کو حاصل ہوگا

یعنی الموصلی کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن معین سے سنا زید بن اسلم کے بیٹوں کی اور حیثیت نہیں، عثمان الدارمی کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین سے سنا زید کے بیٹے ضعیف ہیں، بخاری نے کہا علی نے عبد الرحمن کو بہت ہی ضعیف قرار دیا ہے، نسائی نے ضعیف کہا امام احمد نے کہا عبد اللہ ثقہ اور دوسرے بھائی ضعیف ہیں، اس کے بعد اس سے احادیث ذکر کیں ان میں کشتی نوح والی حدیث بھی ہے اور اسے اسلم کے احادیث سے بطور موقوف ذکر کیا کہ بطور مرفوع

جو واضح کر رہا ہے کہ یہ روایت عبد الرحمن سے بطور مرفوع ثابت نہیں اور ظاہر یہی کہ اسلم نے اسے اسرائیلیات سے ذکر کیا کیونکہ اس میں مناکیر کا کثیر حصہ ہے۔ یہ میزان کی عبارت کا حاصل ہے یہ عبارت بھی اسے ضعیف سے زیادہ قرار نہیں دے رہی جیسا کہ حافظ ابن حجر کا حکم و فیصلہ اوپر آچکا ہے۔ وبالله التوفیق۔

گیارہواں امر

اس نے کلام ذہبی سے نقل کیا۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے زیر بحث روایت کو مجہول سے روایت کیا ہے یہ امام ذہبی کی طرف کذب اور ان کے کلام میں تحریف ہے۔

امام ذہبی ایسی بات کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے اسے اپنے والد سے روایت کیا ہے اور ان کے والد گرامی زید، معروف ثقہ راویان حدیث میں سے ہے۔

اللہ کی قسم متعصب کا یہ جھوٹ نہایت واضح ہے اور یہ ایسے ہی بندے سے صادر ہو سکتا ہے مختصر یہ ذہبی کی پوری عبارت سامنے آجائے گی تاکہ اس کے مطالعہ سے اس قول ثابت ہو جائے گا انشاء اللہ۔

بارہواں امر

حدیث تو سل آدم علیہ السلام پرگز موضوع نہیں اگرچہ اس ضعیف نے حافظ ابن حجر کی گفتگو میں تبدیلی، غلط مفہوم، کذب بیانی اور تحریف سے کام لیا ہے اگر آپ ہماری

اس کی صحت پر دلیل کا شوق رکھتے ہیں تو اچھی طرح متوجہ ہو کر ہماری گفتگو سنو کیونکہ وہ اور تریاق ہے اور یہ وہ تمام محو کردے گی جو اس ضعیف کی جہالت، کم عقلی، کذب، ہالی اور بے وقوفی کی وجہ سے تمہارے قلب و عقل کو بیماری عارض ہوئی ہے واللہ الموفق لا ریب غیرہ اللہ توفیق دینے والا اور اس کے علاوہ کوئی رب نہیں امام حاکم نے یہ روایت اپنی سند سے یوں بیان کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی تو انہوں نے یوں دعا کی:

یا رب اسئلك بحق محمد لما اے میرے رب میں تیری بارگاہ میں محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں مجھے معاف فرما دے

اللہ تعالیٰ نے پوچھا، اے آدم علیہ السلام

ہف عرفت محمدًا ولم اخلقه تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا جبکہ میں نے انہیں پیدا ہی نہیں کیا

عرض کیا میرے رب جب تو نے مجھے اپنے دست اقدس سے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی طرف سے روح پھونکی، میں نے اپنا سرا اٹھایا

روایت علی قواعد العرش مکتوباً لا تو میں نے عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

السلام تصف الی اسمک الاحب تو نے اپنے نام کے ساتھ ان کا نام ملایا ہے جو الخلق المک تجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام تم نے سچ کہا

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

فمرت لك ولو لا محمد ما خلقتك

امام حاکم نے لکھا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور بخاری حدیث ہے جو میں نے عبد الرحمن بن

زید بن اسلم سے اس کتاب میں ذکر کی ہے۔

حافظ ذہبی نے ان کے اسے صحیح کہنے پر لکھا۔

میں کہتا ہوں بلکہ یہ موضوع ہے اور عبد الرحمن کزور ہے۔ حاکم نے کہا یہ پہلی روایت ہے جو میں نے ان سے کتاب میں ذکر کی ہے میں کہتا ہوں، اسے عبد اللہ بن مسلم فہری نے روایت کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس میں بن مسلم سے روایت کرنے والے کون ہیں؟

میں کہتا ہوں ان دونوں جلیل حفاظ نے غلو سے کام لیا اور حدیث پر ایسا حکم دیا جو مسلم نہیں، انصاف یہ ہے کہ یہ حدیث نہ تو صحیح ہے جیسے امام حاکم نے کہا اور نہ یہ موضوع ہے جیسے ذہبی نے کہا۔

اس کا صحیح نہ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ عبد الرحمن بن زید شراک صحیح پر نہیں اترتے لیکن اس کے موضوع نہ ہونے پر چند دلائل ہیں۔

پہلی دلیل

عبد الرحمن بن زید نہ کا زب ہیں اور نہ ان پر ایسی کوئی تہمت ہے وہ فقط ضعیف ہیں، محدثین کا اصول یہ ہے کہ کسی حدیث کو فقط ایک یا دو وادیوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے موضوع قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ وہاں ایسے قرائن کا ہونا بھی ضروری ہے جو اس کے موضوع ہونے پر دلیل ہوں مثلاً نکارت معنی یا حدیث کا ایسی احادیث کے مخالف ہونا جن کی صحت پر بزم ہو اور ان میں موافقت نہ ہو سکتی ہو یا اس طرح کے دیگر قرائن ہوں مگر اس روایت میں نہ نکارت معنی ہے اور نہ کسی حدیث کی مخالفت، اس میں نکارت کیسے ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے محبوب اپنے نبی ﷺ کو یہ عزت بخشے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے کہیں بلند ان گنت نعمتیں عطا کی ہیں مثلاً آپ کو اس وقت نبی بنایا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے، تمام انبیاء و رسل علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ اگر آپ ﷺ ان کی زندگی میں تشریف لائیں تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لا کر آپ کے معاون بن جائیں، شفاعت

اللہ وادبہ دیا جو کسی نبی مرسل اور ملک مقرب کو نہ ملا، اور دیگر شفاعات عطا کیں، آپ کا ذکر متعلیوں بلند کیا کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ ﷺ کا ذکر کر دیا۔

جب حدیث میں نہ کوئی نکارت ہے اور نہ مخالفت تو یہ موضوع کیسے ہو سکتی ہے؟

دوسری دلیل

عبد الرحمن بن زید سے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہے یہ ہے کہ عبد الرحمن بن زید ضعف میں اس حدیث نہیں پہنچے کہ ان کی روایت موضوع ہو۔ اب بڑی جامع ہونے کے باوجود اس میں امام احمد نے موضوع روایت نقل نہیں کی۔ ابن جوزی نے کتاب الموضوعات میں اس کی متعدد احادیث کو ذکر کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے ابن جوزی کا رد کیا اور امام احمد کا خوب دفاع کرتے ہوئے مکمل یہ کتاب لکھی کہ قول المسند فی الذب عن المسند للامام احمد (مسند امام احمد کے دفاع میں) اس کے مقدمہ میں لکھا۔

ابن جریر کے بعد، میں نے چاہا ان اوراق میں ان احادیث کے بارے میں اپنا مطالعہ کرنے لائوں جنہیں کچھ محدثین نے موضوع قرار دیا ہے حالانکہ وہ امام احمد بن محمد بن حنبل کی بڑی مشہور مسند میں ہیں جو کہ قدیم و جدید محدثین کے امام ہیں اور میرا ان عقلی گوشوں سے پردہ اٹھانا کوئی ایسی مصیبت نہیں جو دین و مروت کے خلاف ہو، بحمد اللہ، حدیث کے دفاع میں حیثیت، جاہلیت کی حمیت کی طرح نہیں بلکہ یہ تو عظیم مصنف حدیث و دفاع ہے جنہیں امت میں تکریم و قبولیت حاصل ہے اور انہیں اپنا جنت میں امام بنایا ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اختلاف کے موقع پر انہی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح ”تقیل المصنعة بزوائد رجال الذیعة“ میں لکھا۔

مسند احمد میں تین یا چار احادیث کے علاوہ کوئی ایسی حدیث نہیں جس کی کوئی اصل نہ ہو ان میں سے حدیث عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ہے کہ وہ جنت میں دھکا داخل ہو گئے۔

میں کہتا ہوں، القول المسند میں میں نے حدیث عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ایسے شواہد ذکر کیے ہیں کہ ان میں سے بعض کی سند قوی ہے

حافظ منذری نے الترغیب میں لکھا۔

اس کے لئے جماعت صحابہ سے طرق ہیں ان میں سب سے عمدہ بھی کلام سے خالی نہیں۔
حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کثرت احادیث اور بیان میں مسند احمد کے برابر کوئی نہیں البتہ کثیر احادیث وہاں بھی رہ گئی ہیں۔

الغرض مسند احمد کی حفاظت حدیث کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے حتیٰ کہ حافظ ابن حجر نے تہجد زوالہ مستند البیرونی میں لکھا۔

جب حدیث مسند احمد میں موجود ہو تو اسی پر طرح اکتفاء کر لیا جائے اسے دیگر مسانید کی طرف منسوب کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔

جب صورت حال یہی ہے تو امام احمد کا مسند جس کا مقام و شان یہ ہے "میں ابو الحسن بن زید سے روایت لانا اس پر دلیل ہے کہ ان کی حدیث وجہ موضوع تک نہیں کر سکتی۔
تیسری دلیل: حدیث توسل آدم علیہ السلام کو امام بیہقی نے دلائل النبوة میں ذکر کیا حالانکہ انہوں نے اپنے اوپر یہ التزام کر رکھا ہے کہ اس میں ایسی کوئی حدیث نہیں لاؤں گا جس کا موضوع ہونا معلوم ہو جیسے اس پر حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے المعجم المکی کتاب التوحید میں تصریح کی ہے اور ابن جوزی کا رد کیا کہ انہوں نے ابن شاہین کے حوالہ سے منقولہ روایت کو موضوع قرار دیا جسے امام بیہقی نے کتاب الاسماء و الصفات میں وارد کیا ہے۔

چوتھی دلیل

امام بیہقی نے اپنی کتاب الدلائل کے مقدمہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو بتا رہی ہے کہ اس کتاب میں منقول ان احادیث کو قبول کیا جائے گا اگرچہ وہ ضعیف ہیں، ہم ان کی من و عن عبارت نقل کیے دیتے ہیں تاکہ ہماری مذکورہ گفتگو کی صحت کا یقین ہو جائے۔
امام بیہقی دلائل النبوة کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

واضح رہے کہ میں اس کتاب میں جو حدیث لاؤں گا تو میں اس کے بعد اس کی صحت کی طرف اشارہ کروں گا یا اسے بلا حکم چھوڑ دوں گا اور وہ اس طرح کے معاملہ میں

اول ہوگی، اگر ایسی روایت لاؤں گا جس میں کوئی ضعف ہے تو اس کے ضعف کی طرف اشارہ کروں گا اور دیگر احادیث پر اعتماد کروں گا کیونکہ متاخرین اہل علم نے معجزات اور دیگر اہل میں کتب لکھیں ہیں وہ ان میں کثیر تعداد میں احادیث لائے ہیں، جن میں صحیح و سقیم، صحیح و غریب اور موضوع میں فرق و امتیاز نہیں کیا حتیٰ کہ جس کی نیت اچھی تھی اس کی حدیث کو قبولیت کا درجہ واحد دیا اور جس کی نیت بری تھی اس کی احادیث کو درجہ واحد دیتے ہوئے رو کر دیا میرا طریقہ اپنی اصول و فروع میں تصانیف میں یہ ہے کہ احادیث صحیح چھوڑ کر صحیح پر اکتفا کرتا ہوں اور صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز کرتا ہوں تاکہ اہل سنت کا حالہ کرنے والا ان پر اعتماد کر کے بصیرت حاصل کر پائے اور اہل بدعت جس کا دل عدم اول احادیث کی وجہ سے میز جا ہے اسے ان روایات سے اعتراض کا موقع نہ ملے جن پر اہل سنت نے اعتماد کیا ہے۔

پھر آگے چل کر لکھا۔

جو آدمی میری کتب میں صحیح اور سقیم احادیث کے درمیان امتیاز سے آگاہ ہے اور اہل حق الہی نے اس کی مدد کی ہے تو وہ میری مذکورہ بات کی تصدیق کرے گا اور جو اس پر اور فکر نہیں کرے گا اور توفیق نے اس کی مدد نہ کی اسے میری یہ تفصیل کوئی فائدہ نہیں اسے گی اگرچہ وہ کتنی ہو، اسے میری وضاحت مطمئن نہیں کر پائے گی اگرچہ کس قدر بلیغ و دُر ہو جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

وَمَا تَنْفَعُ الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنِ الْقَوْمِ لَا إِيمَانَ لَهُمْ لَهُمْ آيَاتُ وَنُذُرٌ
وہ صحت (پ ۱۱، یس، ۱۰۱) فائدہ نہیں دے سکتیں

(مقدمہ دلائل النبوة: ۱ = ۳۶، ۳۷)

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدعت سے مراد وہ لوگ لئے ہیں جن کے دل ہم قبول احادیث کی وجہ سے میز سے ہوتے ہوئے۔

ہر جگہ یہ ضدی اور اس کے ساختی بھی ایسی کثیر احادیث فقط اس لئے رو کر

دیتے ہیں کہ وہ ان کی خواہشات کے مخالف ہیں اور قبول احادیث کے لئے ایسی عائد کرتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل نازل نہیں ہوئی جس کا بڑا کافرانہ بیان ہماری اس کتاب کی ابتدا میں آچکا ہے۔

ان کے شیخ اور مبلغ شیخ رشید رضا مصری کے حوالہ سے مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ طبرستان سے ایک نے انہیں یہ رائے دی کہ اس پر مشتمل کتاب لکھیں وہ رائے یہ تھی کہ قرآن ہی کافی ہے سنت کی قانون و تشریح میں کوئی ضرورت نہیں۔ شیخ موصوف نے اس سے اتفاق کیا، اگر ان کی یہ موافقت ثابت و درست ہے تو اس سے یہ دین سے الگ جماعت مسلمین سے خارج قرار پائیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی و عافیت مانگتے ہیں۔ امام بیہقی نے دلائل کے مقدمہ کی مذکورہ منقولہ عبارت کے بعد لکھا۔

حمد و صلوات کے بعد، جب میں اللہ تعالیٰ کی مدد و حسن توفیق سے اسما و صفات، برکت و امان، ایمان، قدر، عذاب قبر، علامات قیامت، بعثت، نشور، میزان، حساب، صراط، حشر، شفاعت، جنت و دوزخ اور دیگر اصول کے بارے میں تخریج احادیث اور ان میں امتیاز و فارغ ہوا تو میں نے ارادہ کیا اور مشیت اللہ تعالیٰ کی اسی ہے کہ میں سیدنا نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ معجزات اور آپ کی نبوت کے دلائل جمع کروں تو میں نے ابتدا کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے طلب خیر کی اور اپنے ارادے کی تکمیل کی مدد مانگی اسی طرح جو میں نے اپنی دیگر کتب میں شرط رکھی کہ صحیح پر اکتفا کروں گا اور مستقیم نہیں لاؤں گا، معروف سے غریب نہیں لوں گا، جب اس کے بغیر صحیح اور معروف سے مراد واضح نہ ہو تو میں اسے لاؤں گا اور اعتماد کروں گا ان تمام پہنچیں اہل تواتر و معافی نے صحیح یا معروف قرار دیا ہے (دلائل الہیہ ۱۶-۱۷)۔

دلائل کے آخر میں باب منہ مستدل بہ علی ان العیسیٰ علیہ السلام یستخلف احدا بعینہ لم یدر ابعثہ، میں اس کے بعد کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت کی حدیث نقل کی اور اشارہ کیا کہ یہ دعا جب اور آداب میں طویل حدیث ہے اور لکھا یہ حدیث موضوع ہے میں نے ابتدا کتاب میں واضح کر دیا کہ میں اس میں ایسی حدیث نہیں لاؤں گا جسے میں موضوع جانتا ہوں گا۔

(دلائل الہیہ ۱۶، ۱۷-۲۲۹)

اس سے خصوصاً دلائل الہیہ اور امام بیہقی کی دیگر کتب عموماً کی اہمیت اظہار ہو گیا کہ انہوں نے ان میں ہرگز کوئی موضوع روایت ذکر نہیں کیا البتہ ضعیف لا کر اس کی اشارہ کرتے ہیں یا دوسرے محدثین پر اعتماد کرتے ہوئے صحیح لا کر تبصرہ نہیں کرتے یا صرف ذکر کردہ معاملہ میں مقبول ہوتی ہے جیسا کہ انہوں نے کہا یا ان کے بیان کردہ دیگر احادیث کو حدیث تو سلم آدم علیہ السلام کا دلائل میں لانا اور اس کا مقام سامنے ہے یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ موضوع نہیں

پانچویں دلیل

امام بیہقی نے فقط حدیث کو ضعیف ہی قرار دیا ہے کیونکہ کتاب الدلائل کے حوالہ سے ما جاء فی تحدیث رسول اللہ ﷺ بنعمۃ ربہ عزوجل لقول اللہ تعالیٰ واما بنعمۃ ان کے تحت روایت نقل کی کہ ہمیں ابو عبد اللہ حافظ نے لکھوایا اور پڑھ کر سنایا ہیں ابو سعید خدری بن محمد بن منصور العدل نے الماکروانی کہ ہمیں ابو الحسن محمد بن اسحاق بن ابراہیم اخیاطی نے کہا ہمیں ابو الحارث عبد اللہ بن مسلم الصمری نے مصر میں بیان کیا۔ ابو الحسن کہتے ہیں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے خاندان سے ہیں اور کہا ہمیں اسماعیل بن مسلمہ نے ابن عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے والد سے انہوں نے دانا سے انہوں نے حضرت محمد رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے مذکورہ روایت بیان کی پھر لکھا۔

ابو الحسن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے اس طریق پر بیان کرنے میں منفرد ہیں جو کہ ضعیف ہیں یہ عبارت پرانے نسخہ صحیح سے ہے جس پر جمال یوسف بن عبد الحمادی، علامہ قطب الدین اور حافظ سیوطی کے دستخط ہیں یہ امام بیہقی کی تصریح و نص ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا جو ہمارے دعویٰ کی ہی توثیق ہے واللہ التوفیق۔

چھٹی دلیل

حدیث تو سلم آدم علیہ السلام کا شاہد موجود ہے جو اس کا توثیق ہے۔

امام ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں امام محمد بن علی بن حسین بن علی علیہ السلام سے نقل کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو انہیں نہایت تکلیف پہنچی اور ان پر بہت عداوت ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا
هل اذ لك على باب توبتك الذي
يتوب الله عليك منه
کیا میں تمہیں توبہ کا دروازہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ اس سے تمہاری توبہ قبول کرے گا

فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام ضرور بتاؤ اور کہنے لگے۔

اس مقام پر کھڑے ہو جاؤ جہاں تم اپنے رب سے مناجات کرتے ہو اس کی بزرگی و مدح کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مدح سے بڑھ کر کوئی شئی محبوب نہیں، فرمایا، جبرئیل میں کیا پڑھوں بتایا، یہ کہو

لا اله الا الله وحده لا شريك له لا اله الا الله وحده لا شريك له
الله وحده کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا شریک
الملك وله الحمد يحيى ويموت وهو حسبي لا يموت وبهede الخبير
نہیں حکومت اس کی اور حمد اس کے لئے، زندہ و مرگ
كله وهو على كل شىء قدير
خیر اس کے قبضہ ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے
پھر اپنی غلطی پر معافی مانگو

سبحانك اللهم وبحمدك لا اله الا انت رب انسى ظلمت نفسي و عملت سوء فاغفر لي انه لا يغفر الذنوب الا انت اللهم انى اسالك بجاه محمد عبدك وكرامته عليك ان تغفر لي عظيمتى
اے اللہ تیری ذات پاک اور تیری حمد ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور غلط کیا مجھے معاف فرما دے۔ تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا اے اللہ! میں تجھ سے تیرے خاص بندے محمد کے مقام مرتبہ جو ان کا تیرے ہاں ہے کے وسیلہ سے عرض کرتا ہوں میری خطا معاف فرما دے

تو حضرت آدم علیہ السلام نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدم علیہ السلام تمہیں دعا و توفیق کی تعلیم کس نے دی؟ عرض کیا میرے رب جب تو نے میری اندر روح پھونکی تو کامل انسان بن گیا اور میں نے سنا دیکھا، سمجھنا شروع کیا تو میں نے

ربت على ساق عرش مكتوبا باسم الله الرحمن الرحيم لا اله الا الله
میں نے تیرے عرش کی ساق پر لکھا ہوا دیکھا اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں محمد اللہ کے رسول اللہ العالمر علی اثر اسمك اسم ملك مقرب فرشتہ کا اور نہ ہی کسی نبی مرسل کا نام سوائے
عسنت الله اكرم مخلقتك عليك ان کے نام کے نہ دیکھا تو میں نے جان لیا کہ تیرے ہاں سارے مخلوق سے یہ زیادہ معزز ہیں

اللہ تعالیٰ نے سچ کہا

وقد ثبت عليك و غفرت لك میں نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کر دیا
امام محمد بن علی بن حسین سے مراد امام ابو جعفر یا قمر بنی ہاشم ہیں جو ثقہ تابعی اور ان کے سر تاج ہیں آئمہ ستہ نے ان سے روایت لی یہ حضرت جابر، ابو سعید، ابن عمر اور دیگر کتب سے روایت لیتے ہیں

ایک اور شاہد

پھر ہمیں اس کا ایک اور فرمان نبوی بطور شاہد بھی ملا ہے، امام ابن جوزی نے کتاب الوفاء فی فضائل المصطفیٰ میں بطریق ابو الحسن بن بشران سے انہوں نے ابو جعفر محمد بن عمرو سے انہوں نے احمد بن اسحاق بن صالح سے ان سے محمد بن صالح نے ان سے محمد بن سنان الصوفی نے ان سے ابراہیم بن طهمان نے ان سے بدیل بن ميسره نے ان سے عبد اللہ بن شفيق نے اور ان سے حضرت ميسره رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب نبی بتائے گئے

جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور آسمان بنایا، عرش پیدا

کتاب علی ساق العرش محمد ساق عرش پر لکھا محمد اللہ
رسول اللہ خاتم الانبیاء رسول اور آخری نبی ہیں

اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا کی اور حضرت آدم و حوا علیہ السلام کو فرمایا

کتب اسمی علی الابواب والادواق تو میرا نام اسی کے دروازوں، چٹوں، دروازوں
القباب والخیامر واعدن الارواح والجسد اور حیوانوں پر لکھا جبکہ ابھی آدم روح و
کے درمیان تھے

تو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زندہ کیا تو

نظر الی العرش فرائی اسمی فاجبرہ اللہ عرش کی طرف نظر اٹھائی تو انہوں نے
الہ سید ولدک نام دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا تو

تمہارے اولاد کے سربراہ ہیں

جب شیطان نے ان کو دھوکہ دیا۔

قالوا استغفرا باسمی الیہ انہوں نے توبہ کی اور میرے نام کو شفیع بنایا
اس حدیث کی سند قوی ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری وغیرہ میں لکھا اور
حدیث عبد الرحمن بن زید کے لئے بہت ہی قوی شاہد ہے

اس باب میں امام ابو بکر اجری نے کتاب الشریعہ میں یوں نقل کیا۔

ہمیں ہارون بن یوسف التاجر نے ان سے مروان عثمانی نے ان سے ابو عثمان
بن خالد از عبد الرحمن بن ابی الزناد از والد گرامی سے بیان کیا کہ وہ کلمات جن سے حضرت
آدم علیہ السلام نے توبہ کی وہ یہ تھے

اللہ اے اللہ میں محمد علیہ السلام کے وسیلہ سے تیری بارگاہ
سے مانگتا ہوں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں مقام محمد علیہ السلام پر کیسے آگاہی ہوئی! عرض کیا

اللہ تعالیٰ نے میرے رب میں نے سر اٹھایا تو میں نے
اللہ تعالیٰ نے میرے رب میں نے سر اٹھایا تو میں نے
اللہ تعالیٰ نے میرے رب میں نے سر اٹھایا تو میں نے
اللہ تعالیٰ نے میرے رب میں نے سر اٹھایا تو میں نے

میں سب سے محترم ہیں

حدیث کے الفاظ مولاہ یا آدم ما خلقتک کا شاہد خود امام حاکم نے حضرت
عباس علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ ہمیں علی بن عثمان العدل از ہارون بن العباس ہاشمی از
ابن ابی اسود از عمرو بن اوس الصاری از سعید بن ابی عروبہ از قتادہ از سعید بن المسیب
ابن ہشام حضرت ابن عباس علیہ السلام سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف
اللہ تعالیٰ نے میرے رب میں نے سر اٹھایا تو میں نے

محمد پر ایمان لاؤ اور انہیں حکم دو جو تمہاری
امت ہیں کہ ان پر ایمان لائیں اگر محمد نہ
ہو تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اگر وہ نہ
ہو تو میں جنت و دوزخ پیدا نہ کرتا میں
اللہ تعالیٰ نے میرے رب میں نے سر اٹھایا تو میں نے
میں نے اس پر لکھا اللہ کے سوا کوئی معبود
نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں تو عرش ظہر کیا
امام حاکم نے لکھا۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اس پر ذہبی نے لکھا۔ میرے خیال میں یہ سعید سے
مروان سے لیکن ذہبی کے اس متن پر کوئی دلیل نہیں لہذا اس کا اعتبار نہیں اور یہ کیسے ہو سکتا
ہے جبکہ حضرت ابن عباس علیہ السلام سے دوسرے طریق سے فرمان نبوی منقول ہے۔

امام دیلمی نے مسند فردوس میں لکھا۔

ہمیں ہمارے والد نے از ابو طالب بن علی بن الحسین از عبد اللہ بن ابراہیم از ابراہیم از عبد اللہ بن اسحاق المدائنی از محمد بن بشار از عبید اللہ بن موسی القرظی بن جعفر بن سلیمان از عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس از والد از حضرت امیر المؤمنین سے یہ فرمان نبوی ﷺ روایت کیا میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور کہا ان اللہ يقول لولائک ما خلقت الجدة و اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم نہ ہوتے تو میں لولائک ما خلقت النساء پیدا نہ کرتا اگر تم نہ ہوتے تو میں دوزخ پیدا نہ کرتا۔

پس حم بن داؤد بن اسلم العدنی مصری نے از احمد بن سعید مدنی فہری از عبد اللہ بن اسماعیل مدنی از عبد الرحمن بن زید بن اسلم از والد از داؤد از حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی جیسے اوپر آچکا البتہ ان الفاظ کا اضافہ ہے، اے آدم علیہ السلام

من ذریعتک و ان امتہ یہ تمہاری اولاد میں آخری نبی ہیں اور ان کی امت تمہاری اولاد میں آخری امت ہوگی۔

اسے امام ابو بکر اجری نے کتاب الشریعہ میں بطریق عبد اللہ بن اسماعیل بن ابی عبد الرحمن بن زید سے اس کی مثل روایت کیا۔ البتہ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول موقوف قرار دیا اور اس بارے میں موقوف حکم مرفوع میں ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

بروز جمع المبارک بعد نماز عشاء

بوقت پونے گیارہ بجے

راجہ دھانیہ شادمان لاہور

۳۱ جولائی ۲۰۰۹ء..... شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ

صواب و درست یہاں ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی کمی کا ازالہ حضرت میسرۃ الغفریہ رضی اللہ عنہا کی روایت کر رہی ہے جو قوی حدیث ہے جیسے کہ اوپر ابھی گزرا ہے اس کی کا ازالہ امام باقر اور دیگر شیوخ کے آثار سے بھی ہو رہا ہے۔

تو اس وجہ سے حدیث تو مسل حسن الغیرہ قرار پائے گی لہذا اس سے بلا ضرر استدلال و احتجاج کیا جاسکتا ہے۔

ایک اور بات پر تنبیہ

اس پر بھی تنبیہ نہایت ضروری ہے۔

اس حدیث کے بارے میں دھی کا یہ قول کہ اسے عبد اللہ بن مسلم فہری نے نقل کیا اور میں نہیں جانتا یہ کون ہے؟ اگر ان کی غرض عبد اللہ بن مسلم کے بھول ہونے کی ہے تو حدیث میں علت بیان کرتا ہے تو سے علت بنانے کا کوئی معنی ہی نہیں کیونکہ یہ حدیث عبد الرحمن بن زید سے معروف ہے علاوہ ازیں اس میں عبد اللہ بن مسلم فہری معروف ہیں

ارض خدا ملکیتِ مصطفیٰ ﷺ

تصنیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور ۱۔ میاں دسٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نواز بیک لاہور

042,5300353...03004407048

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو شانیں عطا کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے آپ ﷺ کے قبضہ و اختیار میں دے دی گئی ہے اس میں آپ باذن الہی جتنا چاہیں کسی کو عطا فرمائیں، آپ ﷺ کی اس شان و فضیلت ان وسعت میں بڑے ہی واضح انداز میں آشکار کر دیا گیا ہے مثلاً ارشاد الہی ہے

اعطینا ک الکونین ہم نے آپ کو ساری کثرت عطا کر دی

کثرت کا ذکر تو ہے مگر اس کی تصریح و تعیین نہیں کہ فلاں میں کثرت عطا کی ہے بلکہ کسی شے کا ذکر کر دیا جاتا تو کثرت محدود ہو جاتی لہذا عموم کی خاطر اس کا ذکر نہیں لیا اب مفہوم یہ ہوگا کہ انسان جس کا بھی تصور کرے مثلاً علم، کمال، حسن ظاہری و باطنی، اخلاق کاملہ، طاقت و قوت، ملکیت و تصرف اسی میں آپ ﷺ کو سب سے زیادہ کثرت ملی ہے مثلاً اختیارات لیجئے اس کائنات میں سب سے زیادہ اختیارات در عالم ﷺ کو حاصل ہیں اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

اس کی تفسیر ان الفاظ میں منقول ہے

الکونین هو الخیر الکثیر کلہ کوثر سے مراد تمام خیر میں کثرت ہے

ابن محمد اشرف سیالوی تفسیر سورۃ الکونین میں لکھتے ہیں

لفظ کوثر صفت ہے اور صفت کا تحقق و تعین بغیر موصوف کے نہیں ہو سکتا لہذا کوثر کوئی موصوف مراد ہوتا تو لازماً اسے ذکر کر دیا جاتا جب کسی موصوف خاص کا ذکر نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ہر وصف کمال اور طلق حسن ہر وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائی ہے وہ کوثر ہے نہ نعمتیں کیت کے لحاظ سے محدود ہیں نہ عظمت و

شان اور رفعت مقام کے لحاظ سے احاطہ عقل میں آسکتی ہیں بلکہ موصوف کو حذف کران نعم ظاہرہ و باطنہ دنیویہ و اخرویہ اور روحانیہ و جسمانیہ کے عموم و شمول پر متوجہ دی اور ساری مخلوق کو بتا دیا کہ میں نے اپنے محبوب کو ہر نعمت عطا فرمائی ہے اور نعمتوں میں سے کسی ایک کا بھی تم احاطہ نہیں کر سکتے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کوڑ ہے لہذا تم سے کسی کا مرغ عقل وہاں تک پرواز نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی کے سہمہ خیال کو وہاں تک رسائی ہے

(کوثر الخیرات: ۳۰۸)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تو بتا دیا کہ ہم نے اپنے حبیب ﷺ کو سب سے زیادہ کثرت عطا کی مگر اس کا تعین نہیں فرمایا کہ کثرت کس میں ہے؟ مقصد یہ کہ انسان جس وصف و کمال کا بھی تصور کرے اسی میں حبیب ﷺ کو ہم نے کثرت عطا فرمائی ہے مثلاً علم دنیا و آخرت کی بات کرو تو رسول اللہ ﷺ تمام مخلوق سے بڑھ کر ان کا علم رکھتے ہیں تمام نعمتوں میں آپ ﷺ نے کثرت پائی ہے اور ان کے تقسیم کنندہ ہیں تو تسلیم کر لینا چاہیے کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں مولانا شبیر احمد عثمانی (ت: ۱۳۶۹) نے مذکورہ آیت کے تحت لکھا،

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کوثر دے کر ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں عطا فرمادی ہیں

(تفسیر مثنوی: ۷۸۸)

حتیٰ کہ شیخ ابن تیمیہ (ت: ۷۲۸) نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

اتساراً بركة رسالته و بمن سفارته رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور سفارت کی سعادت کی برکت سے ہمیں دنیا اور آخرت کی خیر عطا فرمائی

(الدرم المسلول: ۸)

سے مقام پر لکھا

س لى الارض مملكة قلعة الابوة جو بھی زمین پر مملکت قائم ہے وہ نبوت و النبوة وان كل خير فى الارض یا اثر نبوت سے قائم ہے کیونکہ زمین پر حسن اثر النبوات (ایضاً: ۲۵۰) ہر خیر نبوتوں کا ہی اثر ہے

ابن حجر شیح ابن قیم (ت: ۷۵۱) نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں اجاگر کیا ہے ان كل خير نالته امة فى الدنيا و تمام وہ خیر جو امت کو دنیا و آخرت میں ملی وہ الاخرة نالته على يده ﷺ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں سے ملی ہے

(زاد المعاد: ۳۶۴)

محتاج ہے ساری خدا کی تیرے در کی

ایک اور مقام پر شیخ ابن قیم اس بات کو کھولی کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا مکمل طور پر محتاج بنا لیا تو ساری مخلوق اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا محتاج بنا دیا

لما كمل الرسول ﷺ مقام جب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف الانسجار الى الله سبحانه اخرج شان محتاجی میں کامل ہو گئے تو تمام مخلوق کو لاجلائق كلهم اليه فى الدنيا اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں آپ کا محتاج و الاخرة اما حاجتهم اليه فى بنا دیا لوگوں کے لیے دنیا میں رسول اللہ ﷺ لاجلائق لاشد من حاجتهم الى ﷺ کی ضرورت، کھانے پینے بلکہ ان الطعام و الشراب و النفس الذى سانسوں سے بھی زیادہ ہے جس سے بدنوں حیاة ابدانهم و اما حاجتهم کی حیات ہے بدنوں کے لیے آخرت میں

اليه في الاخره فانهم رسول الله ﷺ کی ضرورت یوں ہے کہ
يستشفعون بالرسول الى الله لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں رسولوں
حتیٰ یریحہم من مقامہم کے ذریعے سفارش کروائیں گے تاکہ وہ تنگی
لکھیں بتاخر عن الشفاعة کے مقام سے آرام پا سکیں تمام اس شفاعت
فیشفع لہم وهو الذی یستفتح سے رک جائیں گے تو اس موقع پر حبیب
لہم باب العجۃ خدا ﷺ ہی شفاعت کریں گے اور یہی
(الفرقان ۱۶)

شرق وغرب کے جن وانس کی ذمہ داری

رسول اللہ ﷺ کے افضلیت پر امام رازی، سولہویں دلیل امام محمد بن
علی حکیم ترمذی (ت ۲۱۰) کے حوالے سے یوں ذکر کرتے ہیں کہ اصول یہ ہے
کہ ہر سربراہ کی ذمہ داری اس کی رعایا کے مطابق ہوتی ہے اگر وہ کسی بستی کا
سربراہ ہے تو اس بستی کے مطابق اس کی ذمہ داری اور بحیث ضروریات ہوں گی اور جو
مشرق و مغرب کا بادشاہ ہوگا وہ اس بستی والے سے کہیں زیادہ اسوال و ذخائر کا ضرورت
مند ہوگا تو جب رسول صرف اپنی قوم تک آئے تو انہیں اس کے مطابق رموز توحید اور
جو اہر معرفت عطا کیے تو جو شرق وغرب، انس و جن کا رسول بنا اس کے لیے ضروری تھا
لا یدان یعطی من المعرفة بقدر ما کہ اسے اس قدر معرفت دی جائے
یسکنہ ان یقوم بسعیہ بامور اہل کہ جس سے اہل شرق وغرب کی تمام
المشرق والمغرب امور میں ضروریات پوری کر سکیں

اللہ حضور ﷺ کی نبوت دیگر انبیاء کی نسبت اس طرح ہے جیسے بستی کے مقابلہ میں
ام مشارق ومغرب

ولما کان كذلك لا جرم جب صورت حال یہ ہے تو لازم ہے کہ آپ ﷺ
اعطی ﷺ من کنوز الحکمة کو حکمت و علم کے ایسے خزانے عطا کئے جائیں جو
والعلم ما لم یعط احد قبلہ فلا آپ ﷺ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئے لہذا
جرم بلغ فی العلم الی الحد آپ ﷺ علم کی اس حد پر پہنچے کہ کوئی انسان
الذی لم یبلغہ من البشر قال وہاں کا تصور نہ کر سکے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ
تعالیٰ فی حقہ فاوحی الی عبیدہ ﷺ کے حق میں فرمایا اس نے وحی کی اپنے
ما و حی و فی الفصاحة الی ان بندے کی طرف جو وحی کرنا تھی اسی طرح آپ
قال او تبت جوامع الکلم ﷺ کی فصاحت و بیان کے حوالے سے فرمایا
(مفاتیح الغیب ۱۳-۵۷)

الغرض جس قدر ذمہ داری سیدنا محمد ﷺ کی ہے وہ کسی کی نہیں لہذا ہر علم و کمال اور
اختیار میں آپ ﷺ کو ہر ایک سے اعلیٰ و افضل ماننا ضروری ہے خواہ وہ علم و کمال
دینی ہو یا دنیوی

احادیث مبارکہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنی اسی شان اور عطائے الہی کو متعدد احادیث میں
بیان فرمایا ہے۔ چند ملاحظہ کیجئے
۱۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

او تبت بمقالید الدنیا علی
فرس ابلق (مسند احمد ۳۰۸-۳۰۹)
کی گئی ہیں

امام نور الدین حاشی (ت ۸۰۷) نے اس روایت کے بارے میں لکھا
رواہ احمد و رجالہ رجال
الصحيح (بخاری ۵۸۳۸-۵۸۳۹) راوی صحیح کے راوی ہیں

۲- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے
اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی عنایات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

انسی اعطیت مفاطیح خزائن
الارض و انسی واللہ ما اخاف
بعدي ان تشرکوا ولكن اخاف
ان تنسا لسوا الهيا
میں نے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا
کر دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم مجھے تم پر یہ
خوف نہیں کہ تم شرک کرو گے لیکن یہ
خوف ضرور ہے کہ تم دنیادار بن جاؤ گے
(بخاری ۵۰۸۱-۵۰۸۲، ۵۸۵)

۳- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
او تبت مفاطیح کل شئی
ہر شے کی چابیاں مجھے عطا کر دی گئیں
(مسند احمد ۳۰۲-۳۰۳) ہیں

۴- حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
ان الله عز وجل ذوی لی الارض
رأیت مشارقها ومغاربها
اللہ عز وجل نے زمین کو میرے لئے
سمیٹ دیا ہے تو میں نے اس کے
مشارق و مغارب کو دیکھ لیا
(مسند احمد ۳۰۳-۳۰۴)

روایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے

ابھیے مسلم ۳۹۰:۲، ترمذی ۲۰۲-۲۰۳) امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے
کی ارشادات عالیہ کی بنا پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مضمون ﷺ کی شان
من ارتے ہوئے کہا کرتے

یسی لیکم ﷺ مفاطیح کل شئی تمہارے نبی ﷺ کو ہر شے کی چابیاں عطا
فرمائی ہیں (بخاری ۵۸۳۸-۵۸۳۹)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے منبر پر خطبہ
دے ہوئے فرمایا

وانسی قد اعطیت مفاطیح
خزائن الارض (بخاری و مسلم)
میں نے تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں
عطا کر دی گئیں

الحمد ثین امام عبد الرؤف السناوی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں
احص حبیبہ ﷺ باعطاء
مفاطیح خزائن المواهب فلا
مخرج منها شیء الا علی یدہ۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے
لئے نعمتوں کے خزانوں کی چابیاں مخصوص
کر دی ہیں، اب کوئی شے بھی ان سے
نہیں نکلی مگر آپ ﷺ کے ہاتھ سے
(فیض القدیر ۵۶۳:۱)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زمین میں تصرفات سپرد کئے اور آپ ﷺ نے
عاجزی کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے مزید شفقت فرماتے ہوئے

فمعوض التصرف في خزائن اس کے عوض آسمانوں کے خزانے
السماء برد الشمس بعد غروبها و میں تصرف عطا فرمادیا مثلاً غروب
شق القمر و رجيم النجوم و اختراق بعد سورج کا لوٹنا، چاند کا دو ٹکڑے
السموات و حبس المطر و ارساله ستاروں کا شیطان کو لگنا، آسمانوں
و ارسال الرياح و امساكها و پھٹنا، بارش کا برسنے اور رک جانا
تظليل الغمام و غير ذلك من ہواؤں کا چلنا اور بادل کا سایہ کرنا
الخوارق و غیر خلاف معمول چیزوں کا ظاہر ہونا

(فيض القدير: ۱۴۸)

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
جامع کلمات سے نواز آگیا، رعب و دبدبہ سے میری مدد کی گئی ہے اور میں سویا ہوا ہوں
اتيت بمفاتيح خزائن الارض مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کر دی گئیں
هو ضعت في يدي (مسلم: ۱۹۹) ہوئے میرے قبضہ میں دے دی گئیں
امام ابن حجر مکی (ت: ۹۷۳) آپ ﷺ کی ان احادیث کی تشریح میں لکھتے ہیں
انه عليه السلام خليفة الله الذي جعل آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں تو اللہ تعالیٰ
خزائین کرمہ و موائد نعمہ نے اپنے کرم کے خزانے اور نعمتوں کے سرشار
طوع بدیہ و تحت اراذله يعطی آپ ﷺ کے قبضہ اور ارادہ کے تحت کر دیے
منهما من يشاء و يمنع من يشاء ہیں آپ ﷺ ان میں سے جس کو چاہیں عطا
(الجزء الحکم: ۳۲) فرما دیں جس سے چاہیں روک دیں

شارح بخاری امام احمد قسطلانی (ت: ۹۲۳) فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ خزائین السور و موضع آپ ﷺ رازوں کا خزانہ اور امور کے
خود الامر فلا یفقد امر الا منه و نفاذ کا مرکز ہیں ہر معاملہ آپ ﷺ ہی
یقل خیر الا عنه سے نافذ ہوتا ہے اور ہر خیر آپ ﷺ سے
(المواہب مع زرعی: ۲۳۱) ہی حاصل ہوتی ہے

صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت ربیعہ بن کعب سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے میں رسول
ﷺ کی رات کو خدمت کیا کرتا تھا ایک دن مجھے آپ ﷺ نے فرمایا: اے ربیعہ
سل فقلت اسالک مرافقتک مانگو! عرض کیا: میں آپ ﷺ سے جنت
الجنة میں آپ ﷺ کی رفاقت مانگتا ہوں

ایا۔ اس کے علاوہ بھی۔۔؟ عرض کیا: ”حضور یہی کافی ہے“ فرمایا: ”کثرت بخود
کے ساتھ اپنی ذات کے حوالے سے میری مدد کرو (مسلم: اب فضل الجور)

اس فرمان نبوی نے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کامل اختیارات
سے نواز رکھا ہے اگر انسان کے پاس اختیار ہی نہ ہو تو وہ کسی کو یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ جو مانگنا
ہے وہ مانگ لو اور پھر صحابی کا سوال بھی واضح کر رہا ہے کہ حضور ﷺ کو جنت تک عطا
کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے کیونکہ اگر وہ یہ عقیدہ نہ رکھتے ہوتے تو وہ ایسا
وال ہی نہ کرتے، پھر حضور ﷺ نے اس سے وعدہ فرما کر اپنے اختیار پر مہر ثبت کر دی
اور آپ ﷺ یہ فرمادیتے کہ یہ کام مجھ سے اونچا ہے، مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے
علاوہ بھی کچھ چاہیے تو وہ بھی مل جائے گا اس کے بعد آپ ﷺ کے اختیارات کے انکار
کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس حدیث کے تحت آئمہ کی عبارات بھی ملاحظہ کر لیں

آئمہ امت کی آرا

۱۔ اس حدیث کے تحت استاذ المحدثین ملا علی قاری (ت: ۱۰۱۳) رقم طراز ہیں۔

ای اطلب منی حاجة لان هذا هو
شان الکرام ولا اکرم منه ﷺ
ویؤخذ من اطلاقه ﷺ الامر
بالسوال ان الله تعالى مکنه من
اعطاء کل ما اراد من خزائن
الحق و من ثم عدالته من
خصائصه ﷺ انه یخص من
شاء بما شاء کجعلہ شهادة
خزیمہ بن ثابت بشہادتین رواہ
البخاری و کثر غیبه فی النیاحۃ
لام عطیة فی آل فلان خاصة
رواہ مسلم

(مرآة المفاتیح ۲: ۲۲۲)

مجھ سے حاجت مانگو کیونکہ کریموں کی
شان ہوتی ہے اور حضور ﷺ سے
کوئی کریم نہیں، آپ ﷺ نے ہر
مانگنے کا حکم دیا جس سے واضح ہو رہا ہے
اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے
خزانوں کے عطا کرنے پر قادر فرمادیا ہے
یہی وجہ ہے کہ آئمہ امت نے آپ ﷺ کو
یہ خاصہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ جس
چاہیں مخصوص کر دیں مثلاً حضرت خزیمہ
اللہ تعالیٰ کی شہادت دو کے برابر کر دی۔
کہ بخاری میں ہے اور حضرت ام عطیہ کا
فلاں میں نوحہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی
جیسا کہ مسلم میں مروی ہے

۲۔ تقریباً حدیث مذکورہ کی تشریح میں یہی الفاظ امام محمد بن علان صدیقی (ت: ۱۰۵۷) کے ہیں
(فیقال سلی) حاجة اتحفک
بہا فی مقابلة خدمتک لان هذا
شان الکرام ولا اکرم منه ﷺ
ویؤخذ من اطلاقه السؤال ان
الله تعالى مکنه من اعطاء کل
ما اراد من خزائن الحق

من ثم عدالته من خصائصه
انه ان یخص من یشاء بما یشاء
کجعلہ شهادة خزیمہ بشہادین
رواہ البخاری
(ریل المفاتیح ۱: ۳۱۷)

بنایا ہے اس وجہ سے آئمہ امت نے آپ
ﷺ کے خواص میں سے بیان کیا کہ
آپ ﷺ جسے چاہیں اس کے لیے حکم
مخصوص فرمادیں جیسا آپ نے حضرت خزیمہ
رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو گواہوں کے برابر
قرار دے دیا اور یہ بخاری میں ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت: ۱۰۵۴) نے یہی بات ان الفاظ میں تحریر کی ہے
الطلاق سوال کہ فرمودہ مل
سواء و تخصیص نکرد بمطلوبہ
من معلوم شود کہ همه بلمست
سمت و کرامت اوست
کامبرجہ خواہد ہو کرا خواہد
ہاں پروردگار خود بلہد
مطلوب کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جس
سے معلوم ہو رہا ہے کہ تمام امور
حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہیں جو چاہیں
جس کے لیے چاہیں اپنے پروردگار کے
حکم سے عطا کر دیں

(اجلہ المفاتیح ۱: ۳۹۶)

اسی حدیث کی تشریح میں اہل حدیث فاضل نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو
اس پڑھ لیجئے
قال النبی ﷺ سل معناه
طلب ای غیور شست من خیر
الدنیا والاخرہ و یعلم من قوله
سل مطلقاً من غیر
حضور ﷺ نے فرمایا مانگو اس کا معنی یہ
ہے کہ دنیا و آخرت کی جو خیر چاہتے ہو
مانگ لو، آپ ﷺ کے فرمان مطلق سے
پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی مخصوص شے کے ساتھ

تفسیر بمطلوب خاص ان الامر مقید نہیں کیونکہ تمام معاملہ میں کلمہ بید ہمتہ و کرامتہ عزیز يعطی مبارک ہاتھ میں ہے۔ عطا کریں جس ما شاء لمن شاء باذن ربہ تعالیٰ جتنا چاہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے

فان من جودك الدنيا وضرتها

و من علومك علم اللوح و القلم

دنیا و آخرت آپ ﷺ کی سخاوت کا حصہ ہے اور لوح و قلم کا علم آپ ﷺ کے علوم کا حصہ ہے (مسک الختام)

شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی (ت ۱۳۶۹ھ) نے اس حدیث کے تحت لکھا

ذكر ابن سبع في خصائصه امام ابن سبع اور دیگر محدثین نے آپ ﷺ وغیرہ ان الله تعالى اقطعه کا یہ خاصہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارض الجنة يعطی منها ما شاء نے آپ ﷺ کو جنت الاث کی لمن شاء قاله القاري في المرقاة ہے جسے چاہیں جتنی چاہیں عطا (فتح الملہم ۶۳۸:۳) فرمائیں

آخر میں محابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی بھی سن لیجیے ان اکرم خلیفة الله علی الله اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مکرم خلیفہ آپ ابو القاسم ﷺ کی ذات اقدس ہے

امام حاکم اسے نقل کر کے کہتے ہیں

هذا حديث صحيح

پروایت صحیح ہے

(المعبرک ۶۱۲:۳)

اب ہے معطی یہ ہیں قاسم

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنا نائب اور خلیفہ اعظم بنایا ہے آپ ﷺ کے خازن اور اس کے خزانوں کی تقسیم کنندہ ہیں۔ متعدد احادیث صحیحہ میں اس پر تصریح ہو چکی ہے ان میں سے چند کا ذکر کئے دیتے ہیں

۱۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

انما انا قاسم واللہ يعطی میں تو فقط تقسیم کرنے والا ہوں عطا (بخاری ۱۹۷۱:۱) کرنے والا اللہ ہے

۲۔ انہی سے مروی دوسری روایت کے الفاظ ہیں

واللہ المعطی وانا القاسم اللہ عطا کرنے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں (بخاری ۳۳۹:۱)

میں خازن ہوں

۳۔ تیسری روایت کے الفاظ ہیں

انما قاسم و خازن واللہ يعطی میں قاسم اور خازن ہوں اور عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے (بخاری ۳۳۹:۲)

۴۔ مسلم کے الفاظ ہیں

انما انا خازن انما انا قاسم و يعطی میں خازن و قاسم ہوں اور اللہ ہی عطا اللہ (مسلم ۳۳۲:۱) کرنے والا ہے

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا

انما انا قاسم اضع حيث امرت میں تقسیم کنندہ ہوں اور وہاں ہی خر میں تقسیم کنندہ ہوں اور وہاں ہی خر کرتا ہوں جہاں کا حکم ہوتا ہے (بخاری ۴۱۹۰)

۹۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

بعثت قاسماً اقسام بينكم

مجھے قاسم بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ میں تم

میں (اللہ تعالیٰ کے خزانے) تقسیم کروں

ان تمام روایات کو پڑھیے کسی جگہ آپ ﷺ کی تقسیم کو محدود نہیں کیا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا خازن قرار دے دیا تو اب اس کے بعد یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ آپ ﷺ کو صرف علم کا خزانہ دیا گیا ہے۔ دیگر خزانے نہیں دیئے گئے

اگر ایسی قید لگا ہوتی تو حضور ﷺ خود لگا دیتے محض ضد و بہت دھری کی بنیاد پر آپ ﷺ کی تقسیم کو محدود کرنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا پھر یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا کا بھی ذکر ہے کیا وہ بھی علم تک ہی محدود ہوگی؟ جیسے اللہ تعالیٰ کی عطا متعین نہیں اسی طرح اس کے حبیب ﷺ کی تقسیم بھی متعین نہیں

ان روایات کے بعد دیگر کسی حوالہ کی ضرورت نہیں مگر پھر بھی ہم کچھ آئمہ امت کے الفاظ نقل کئے دیتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ انہوں نے ان احادیث سے کیا سمجھا ہے؟

۱۔ حضرت ملا علی قاری (ت: ۱۰۱۳ھ) "انما جعلت قاسماً لا قسم بينكم" کی شرح میں لکھتے ہیں

من العلم والغنمة ونحوهما اس سے علم، غنیمت اور ان کی مثل دیگر اشیاء اصل البسار والصلح والا نذار مراد ہیں، بعض نے صلح کے لئے بشارت مطلق و يمكن ان تكون قسمة اور بد کے لئے ڈرانے والا مراد لیا ہے ممکن ضرورات والدركات مفوضة له ہے اس سے مراد درجات ومقامات ہوں جو آپ ﷺ کے سپرد کر دیئے گئے

کے فرماتے ہیں

لا منع من الجمع كما يدل عليه ان تمام اقوال کو جمع کرنے میں کوئی عطف المفعول للمذهب الفسهم کل رکاوٹ نہیں جیسا کہ اس پر مفعول کا ملعوب ويشرب كل واحد من عطف دال ہے تاکہ اس سے مراد جو بھی لشك المشرب۔۔۔ والحاصل لیا جائے درست ہو حاصل یہ ہے کہ میں اسی ليست ابا القاسم بمجرد ان قاسم محض اس لیے نہیں ہوں کہ میرے ولدی كان سمي بقاسم بل لوحظ بیٹے کا نام قاسم ہے بلکہ میرے قاسم اس معنی القاسمية باعتبار القسمة ہوئے کا یہ معنی و مفہوم ہے کہ میں ازل الاولية في الامور الدينية والنبوية سے دینی و دنیاوی نعمتوں کا تقسیم کنندہ فليست كما حدكم لافي الذات ولا ہوں اور میں تم جیسا ہرگز نہیں ہوں نہ في الاسماء والصفات ذات میں اور نہ اسماء وصفات میں

(مرقاۃ المفاتیح، باب الاسماء ۵۱۰/۸)

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت: ۱۰۵۲ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں

ف مفعول کی وجہ سے عموم

آخرت ملا علی قادری وغیرہ نے عموم پر جو دلیل قائم کی ہے یہاں مفعول کو حذف کر دیا گیا یعنی
 انصاف کی گئی کہ اللہ تعالیٰ فلاں عطا فرماتا ہے اور نہ آپ ﷺ کی تقسیم کو کسی چیز تک محدود
 کیا تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے حضور ﷺ اس کے تقسیم کنندہ ہیں
 حضرت مغرب شاہ عبداللہ صدیق غامدی (ت ۱۳۱۳) مذکورہ احادیث لانے کے بعد لکھتے ہیں
 هذه الروايات الصحيحة تبين انه صحيح روايات بتا رہی ہیں کہ رسول
 سلی اللہ علیہ وسلم بقسم بین امتہ اللہ ﷺ اپنی امت کے درمیان اللہ
 سایر ذقہم اللہ من معارف وعلوم کا عطا فرمودہ رزق تقسیم کرتے ہیں
 اسوال وغیرہا ولیس قسمته علیہ مثلاً علوم، معارف اموال وغیرہ اور
 الصلاة والسلام خاصا بآل الفی آپ ﷺ کی تقسیم صرف مال فی اور
 والمغانم بل هذا عام کما ذکرنا غنیمت تک ہی محدود نہیں بلکہ عام
 (احادیث السنۃ فی احوال رسول اللہ ص ۷۲) ہے جیسا کہ ذکر ہوا

عموم پر دو دلائل

کچھ لوگوں نے کہا یہ تقسیم مال غنیمت تک ہی محدود ہے ان کا رد اور عموم پر دلائل
 دیتے ہوئے لکھتے ہیں
 بلید هذا العموم ویؤکدہ امران تقسیم کے عموم کی تائید دہا کیدان روا اور
 الاولی قوله انما بعثت قاسماً سے ہو رہی ہے اول یہ ہے کہ آپ ﷺ
 وهو انما بعث لقسم ما اوتی من نے فرمایا مجھے قائم بنا کر بھیجا گیا ہے

قسمت میرے کنم میں شمول جب حق میں تم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 وآن چہ وحی کو کہہ شدہ است بسوئے من کرنے والا ہوں جو اس نے میری
 وفر ساتھ شدہ بر من لہ علم وعمل میرے طرف وحی کی ہے اور جو مجھے علم وعمل
 وسلم ہر یکسے رآن چہ نصب الوست فرمایا ہے میں ہر ایک کو حصہ دیتا ہوں
 ومستحق است مآل و امر کم بر کس جس کا وہ مستحق ہے اور میں ہر شخص کو
 والی وحی کہ تو مرتبہ الوست لہ فضل کے مرتبہ وفضل کے مطابق مقام دیتا
 وشرف (احادیث المسرات ص ۳۲-۳۳) ہوں

۳۔ امام محمد مہدی فاسی (ت ۱۰۵۲) ان مبارک الفاظ کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں۔
 وهو خليفة الله في العالم جہاں میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے
 وواسطة حضرته والمتولى خلیفہ ہیں اور بارگاہ الوہیت میں
 لقسمه مواهب واعطينه واسطہ ہیں اور اس کی بخششوں
 فكل من حصله له رحمة في اور عطاؤں کی تقسیم کے امین ہیں
 الوجود اوخرج له قسم من۔ تو جس کسی کو اس کائنات میں کوئی
 رزق السیاء والاخرة رحمت ملی یا جس کسی کو دنیا و آخرت،
 والظاهر والباطن والعلوم ظاہر و باطن، علوم و معارف اور
 والمعارف والطاعات طاعات سے جو حصہ ملا ہے وہ خود
 فانما خرج له ذلک علی آپ ﷺ کے ہاتھوں اور واسطے
 یدیہ وبواسطة ﷺ سے ملا ہے
 (مطالع المسرات ص ۲۲۶)

الهدى والنور والعلم والعرفان اور بلاشبہ آپ ﷺ جن چیزوں کی قسم
 فاما قسم الفنى والمغانم فهو کے لئے مجتہد کئے گئے ہیں وہ ہدایت
 امر ثانوى اما حصل بعد نور علم اور عرفان ہے۔ رہا مال غنیمت
 فرض الجهاد والامر بقتال تقسیم کرنا تو وہ ثانوی امر ہے اور یہ عمل
 المشرکین بعد الهجرة الثانی آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد اجازت
 انه عليه الصلاة والسلام بھی جہاد کے بعد کیا دوسری دلیل یہ ہے کہ
 غیرہ ان یکتسی بسابی القاسم آپ ﷺ نے دوسروں کو ابوالقاسم کنیت
 وعلل النهی بانه یقسم ولو کان رکھنے سے منع فرمایا اور اس پر دلیل یہ دی کہ
 المراد قسم الفنى والمغانم لم میں تقسیم کنندہ ہوں تمہارا یہ مقام نہیں اگر
 یکن لهذا النهی والتعلیل معنی مراد مال فنی اور غنیمت کی تقسیم ہی ہوتی تو
 لان کل امام وخليفة یقسم اس سے منع کرنے پر مذکورہ دلیل کا کوئی
 المغانم بین المجاہدین کما معنی نہیں رہ جاتا کیونکہ وقت کا ہر امام
 کان یفعل عمر وغیره من وخليفة مجاہدین کے درمیان مال غنیمت تقسیم
 الخلفاء وذلك هو المقرر فی کرتا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی
 الشرع فلولاً انه عليه الصلاة اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر خلفاء کیا کرتے بلکہ
 والسلام اختص فی القسم بشی شریعت میں یہی اصول ہے اگر آپ ﷺ
 لم یشرک فیہ غیرہ لم یکن کی تقسیم ایسی نہ ہوتی جس میں کوئی دوسرا
 للنهی معنی کما ذکرنا شریک نہ ہو تو پھر کنیت سے منع کرنے کا
 (ابن المغانم: ۱۰، ۳۳۷) کوئی معنی نہیں رہ جاتا جیسا کہ ذکر ہوا

ت اور تصرفات نبویہ علی صاحبہما الصلاة والسلام کے بارے میں شاہ عبدالحق
 دہلوی رحمہ اللہ علیہ (ت: ۱۰۵۲) رقم طراز ہیں
 وملك وملکوت جن ملک ملکوت جن وائس اور تمام جہان
 وائس وتسامہ عوالم بتقدیر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ وائس سے
 وتصریف الہی عز و علا در نصیریف الہی کے تصرف اور قدرت
 حطہ قدرت تصریف میں ہیں
 (ابن المغانم: ۱۰، ۳۳۷)

۱. اوزان جملہ آنست کہ دادہ یعنی اور حضور ﷺ کے خصائص اور فضائل
 ۲. ان حضرت را صلی اللہ علیہ سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے
 ۳. مسلم مفتاح خزائن وسپردہ شد تمام خزانوں کی کھجیاں حضور کو دی گئیں اور
 ۴. موم وظاہر ش آنست کہ خزائن آپ ﷺ کے سپرد کی گئیں اس (حدیث)
 ۵. خلوک فارس وروم ہمہ بدست کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ فارس اور روم
 ۶. صحابہ اثنادو باطنش آن کہ مراد کے بادشاہوں کے خزانے صحابہ کے ہاتھ
 ۷. خزائن اجناس عالم است کہ رزق آئے اور اس کا باطنی مطلب یہ ہے کہ اس
 ۸. در کف اقتدار وے سپرد سے تمام عالم (جہان کی) ہر جنس کے خزانے
 ۹. قوت تربیت ظاہر و باطن ہوں مراد ہیں اس طرح کہ سب کا رزق حضور کے
 ۱۰. چنان کہ مفتاح غیب طاقتور ہاتھ کے سپرد کیا اور ظاہر و باطن کی
 ۱۱. درست علم الہی است تمیہ اند تربیت کی قوت حضور ﷺ کو عطا کی

آن را مگروے مفاتیح خزائن
رزق و قسمت آن در دست این
سید کریم نهادند قوله عَلَيْهِ السَّلَام انما
انا قاسم والمعطى هو الله

(درج النبوت ۱۲۹۷)

جیسا کہ مفاتیح غیب علم الہی کے دست تقدیر
میں ہے (جس کے لیے چاہے کھولے چاہے نہ کھولے)
ان مفاتیح غیب کو (ذاتی طور پر)
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا (اسی طرح)
رزق کے خزانوں کی کنجیاں اور اس کی تقسیم
سید کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں
رکھ دی گئیں حضور ﷺ کا ارشاد ہے میں ان
(ہر شے) تقسیم فرماتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ان
(ہر شے) عطا فرماتا ہے

احادیث عطاء مفاتیح اور احادیث تقاسمیت کے صحیح سمجھنے کے لیے معترضین شیخ محقق
محدث دہلوی کی اس عبارت کو بار بار دیکھیں

۳. بود آن حضرت کہ تصرف می
کرد در ایشان و می کرد انید، غنی
و افقیر و می ساخت شریف را برابر
و ضیع... داد خدا ہے تعالیٰ عزت
و قلیوت و ممکن و مدد و نصرت
و قوت و شوکت کہ ہر ہمہ بالا تر
آمد کار او ہر ہمہ بیشی گرفت
سبقت لے گیا اور سب سے حضور

اختیار اولوالہ سو گند بخدا ہے
ﷺ کا اختیار بڑھ گیا

کہ مسخر کرد انید اور ایں ہمہ
سور شک نمی کند دریں هیچ
اطلے (درج النبوت ۱۲۹۷)
و کتبہ ابو القاسم لانه یقسم
احسن بین اهلها

(درج النبوت ۲۶۹۱)

اللہ کی قسم ایہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے
حضور ﷺ کے لیے مسخر اور تابع کر دی
تھیں اس میں کوئی عاقل شک نہ کرے گا
حضور ﷺ کی کثیت ابوالقاسم ہے تو اس
کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضور مستحقین میں
قاسم جنت ہیں بہشت تقسیم فرماتے ہیں
اللہ تعالیٰ کے تصرف سے حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کا تصرف زمین اور
آسمان کو شامل ہے بلکہ دنیا اور آخرت
کے ہر قسم کے مشروب اور طعام اور حسی
و روحانی رزق اور ظاہری و باطنی نعمتیں
حضور ﷺ کے طفیل اور واسطہ سے
حضرت است ہیں

آخر اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

(اے باد صبا یہ سب کچھ تیرا ہی لایا ہوا ہے)

شکر فیض تو چمن جو کند اے
ابر بہار کہ اگر خار و گھر گل ہمہ
پروردہ تست و انشد الشیخ العالم
العارف محمد البکری قدس سرہ عارف محمد بکری قدس سرہ، نے پڑھا

ما ارسل الرحمن او يرسل من رحمة ينصعد او ينزل
في ملكوت الله او ملكه من كل ما يختص او يشاء
الا وطله المصطفى عبده ونبيه المختار الحرس
واسط فيها واصل لها يعلم هذا كل من يعقل

(اللہ تعالیٰ نے جو رحمت بھیجی ہے یا بھیجتا ہے یا بھیجے گا اور جو رحمت چڑھتی ہے یا نازل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ملک اور ملکوت میں جو جس کو ملتا ہے اس میں اصل اور واسطہ حضور ہی ہیں ہر عاقل اس بات کو جانتا ہے) (مدارج ۳۱۱:۱- مطالع السیرات ۲۶۴)

۶۔ ایک مقام پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا

تصرف و قدرت سلطنت و حضور کا تصرف اور آپ کی قدرت اور سلطنت
ﷺ زیادہ ہر ان بودو ملک سلیمان علیہ السلام کی قدرت اور سلطنت
و ملکوت جن و انس و تمامہ سے زیادہ تھی ملک و ملکوت (عالم شہادت اور
عوالم بتقدیر و تصرف الہی عالم غیب بلکہ کل ماسوا اللہ) جن اور انسان اور
عزو و علا در حیطہ قدرت سارے جہان اللہ تعالیٰ کے تابع کر دینے
و تصرف و بود سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصرف اور

(امعة المذہبات ۳۳۲:۱) قدرت کے احاطہ میں تھے (اور ہیں)

۷۔ نیز شیخ محقق حدیث "عادی الارض لله ورسوله ثم هي لكم مني" کے ماتحت ارقام فرماتے ہیں

من قلیسم ... مرخدا کی راست (حضور ﷺ نے فرمایا ہے) قدیم زمین اللہ
اور رسول خدا ہی را پستر آن زمین اور رسول کی ملکیت ہے پھر وہ زمین میری
شمار است از من یعنی من طرف سے تمہارے لیے ہے یعنی میں اس
صرف مے کم توان بہر وجہ کہ زمین میں جس طرح چاہتا ہوں تصرف کرتا
مے خواہم و می بخشم ہر کرا کہ ہوں اور جسے چاہتا ہوں بخشا ہوں اور ظاہر یہ
سبحو لهم و ظہر آن بود کہ گفتہ ہے کہ اس طرح کہا جاتا "صرف منی کے
شود منی و من اللہ" زیرا کہ ہمہ از خدا بجائے "منی و من اللہ" ہوتا یعنی پھر وہ زمین
است و خدا و ہمہ جہا پیغمبر خود را میری اور اللہ کی طرف سے تمہیں عطا ہوئی
تصرف دادہ است تمہاری ملکیت ہے اس لیے کہ ہر چیز کی عطا میں

(امعة المذہبات ۲۶۳:۲ حوالہ الرقاۃ ۳۲۱:۲) اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اپنے رسول کو تصرف دیا ہے

۸۔ اس ارشاد الہی

تلك الجنة التي نورث من بيده خست ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں
عبادنا من كان تقيا سے بناتے ہیں جو تقی ہوا
کے تحت لکھتے ہیں

امی نورث تلك الجنة ہم اس جنت کا وارث محمد ﷺ کو بناتے ہیں
محمد ﷺ فيعطى من يشاء پس ان کی مرضی جسے چاہیں عطا فرمائیں اور
و يمنع عن من يشاء وهو السلطان جسے چاہیں منع کریں دنیا اور آخرت میں وہی
فی الدنيا والآخرة فله الدنيا وله سلطان ہیں انہیں کے لیے دنیا جا و انہیں
الجنة وله المشاهدات ﷺ کے لیے جنت (دلوں کے مالک وہی ہیں اور
(انہد لاخیر ۲۳۷ شیخ مہدو باب بخاری حوالہ ۵۹۳) انہیں کے لیے مشاہدات ہیں

شیخ اشرف علی تھانوی (ت: ۱۳۶۱) نے لکھا

آپ ﷺ کو تمام غزائیں روئے زمین کے اور تمام شہروں کی کنجیاں عالم
کشف میں عطا کی گئی تھیں
(نشر الطیب: ۱۶۶)

شیخ محمود الحسن دیوبندی لکھتے ہیں

آپ ﷺ اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات، بنی آدم ہوں
غیر بنی آدم القصد آپ ﷺ اصل میں مالک ہیں

(ادلہ کاملہ: ۱۲)

جنہیں کتاب وسنت کی سمجھ آئی ہے انہوں نے سچ کہا

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
رزق اس کا کھاتے یہ ہیں

حضرت تمیم داری کا واقعہ

انہی روایات کے پیش نظر اہل علم و فضل نے تصریح کی ہے کہ جو شخص

رسول اللہ ﷺ کو زمین کا مالک نہ مانے وہ کافر ہے اس بارے میں امام

غزالی، امام تقی الدین سبکی، امام مناوی، امام ابن العربی، امام سیوطی اور امام

شعرانی جیسے آئمہ امت نے باقاعدہ فتویٰ کفر جاری فرمایا، یہاں ہم اس کی

تفصیل درج کرتے ہیں

رسول اللہ ﷺ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زمین کا ایک

کھڑا عینایت فرمایا تھا

لہذا تعرض بعض الولاۃ لال
بسم و اراد انزعاع الارض
بہم و رفع امرہم الی القاضی
حاکم الہروی الحنفی
قاضی القدس الشریف فاحتج
الدارسون بالکتاب فقال
القاضی ہذا الکتاب لیس
بلازم، لان النبی ﷺ اقطع
سما مالہم بملک فاستغنی
المرالی الفقہاء و کان ابو حامد
الغزالی رحمہ اللہ جبند بیت
المقدس قبل استیلاء الفرنج
علیہ فقال: ہذا القاضی کافر
لان النبی ﷺ قال: زویت لی
الارض کلہا، و کان یقطع فی
الجنة فیقول: قصر کذا الفلان
، فوعده ﷺ صدق و عطاء
ﷺ حق فخری القاضی
والوالی و بقی آل تمیم علی ما
ما ید بہم

کسی سربراہ نے آل تمیم سے
جھگڑا کیا اور ان سے وہ زمین چھیننا
چاہی وہ اس معاملہ کو قدس شریف کے
قاضی ابو حامد ہروی حنفی کے پاس لے
گیا تو حضرت داری کی اولاد نے حضور
ﷺ کی تحریر کو دلیل کے طور پر پیش کیا
تو قاضی نے کہا اس تحریر کی کچھ حیثیت
نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے تمیم کو یہ
زمین بطور علیہ دی تھی جس کے وہ
مالک نہ تھے تو والی نے فقہاء سے فتویٰ
طلب کیا، امام ابو حامد الغزالی اس وقت
بیت المقدس میں تھے اور ابھی فرنگیوں کا
بیت المقدس پر قبضہ نہ ہوا تھا امام غزالی
نے کہا کہ یہ قاضی کافر ہے کیونکہ نبی
کریم ﷺ کا فرمان ہے تمام زمین
میرے قبضے میں دی گئی ہے اور حضور
ﷺ تو جنت بھی (اپنے اصحاب کو
کویتے ہوئے فرمایا کرتے فلاں محل
فلاں شخص کے لیے ہے اور آپ ﷺ
کا وعدہ سچا اور آپ ﷺ

و كانت هذا الحادثة لما كان
القاضي ابو بكر بن العربي بالشام
(نظام الملوك ج ۱ ص ۲۰۹)
ابو بكر بن العربي شام میں تھے

امام غزالی کا فتویٰ

امام جلال الدین سیوطی نے بھی یہی فتویٰ ان الفاظ میں ذکر کیا
و كان يقطع الا راضی قبل
فتحها لان الله ملكه الارض
كلها و الفی الغزالی بكفر من
عارض اولاد تمیم الدای فیما
يقطعهم (انصاف ص ۸۱)
انہوں نے انصاف الکبریٰ میں یہ باب قائم کیا

باب اختصاصه ﷺ بالحمی
نفسه و انه لا ينقض ما حماه
اپنے لیے جس قدر چاہیں زمین رکھ سکتے
ہیں اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا

حدیث مبارکہ سے تائید

اور اس کے تحت حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے
اخرج البخاری عن ابی عباس ان
الصعب بن جثامة قال قال رسول
الله ﷺ لا حمی الا لله و لرسوله
اقال الا صاحب من خصائصه
امام بخاری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں حضرت مصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
جاگیر اللہ اس کے صلہ میں ہے

ان لہ یحمی السموات
و لا یجوز ذلک لسانہ
و انما یجوز لہم
لحمی للمسلمین و قبل لا
یحوز ایضا و علی الجواز یجوز
للمن بعده و ما حماه النبی
ﷺ لا ینقض و لا یغیرہ بحال و
کان یحمی ﷺ یقطع الاراضی
قبل فتحها لان الله تعالى ملكه ايا
ما يفعل فيها ما يشاء وقد اقطع
المسيم الداری و ذریہ قریۃ بیت
المقدس قبل فتحها و هی فی ید
ذریہ الی الیوم و اراد بعض الولاۃ
التشویش علیہم فافتی الغزالی
بکفرہ قال : لان النبی ﷺ
کان یقطع ارض الجنة فارض
الدنیا اولی

(انصاف الکبریٰ ص ۲۱۱)

علماء نے بیان کیا کہ آپ ﷺ بے
مالک زمین کو اپنے لئے رکھ سکتے ہیں اور
دیگر سربراہوں کے لئے ایسا کرنا ہرگز جائز
نہیں ہاں وہ مسلمان کو جاگیر دے سکتے ہیں
بعض نے اس جواز کا بھی انکار کیا ہے اگر یہ
ان کے لیے جائز بھی ہو تو بعد کے سربراہوں
معاہدے کو ختم بھی کر سکتے ہیں لیکن جو جاگیر
کسی کو رسول اللہ ﷺ نے عطا کی اسے ختم
کیا جاسکتا ہے پھر نہ ہی کسی حال میں تبدیل کیا
جاسکتا ہے حضور ﷺ قبل از فتح زمین وراثت
فرمایا کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو
اس کا مالک بنایا لہذا اس میں جو چاہیں فیصلہ
کریں آپ ﷺ نے حضرت تمیم داری اور انکی
اولاد کو بیت المقدس میں فتح سے پہلے جاگیر عطا
کی جو آج تک ان کی اولاد کے پاس ہے کسی
سربراہ نے ان کو پریشان کیا تو امام غزالی نے اس
پر کفر کا فتویٰ جاری کیا اور وجہ یہ بیان کی کہ
آپ ﷺ جب جنت لاث فرماتے ہیں تو
زمین بطریق اولیٰ دے سکتے ہیں

امام شعرانی اور قسطلانی کی تائید

امام عبد الوہاب شعرانی (ت۔ ۹۷۳) آپ ﷺ کے خصائص کے تذکرہ میں لکھتے ہیں
وكان يقطع الاراضى قبل فتحها لان رسول الله ﷺ قبل فتح زمين صحابه
الله ملكه الارض كلها وله ان يقطع قريشاً يعني كيونكہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو
لرض الجنة من باب اولي ﷺ تمام زمین کا مالک بنا دیا ہے اور آپ ﷺ
والله اعلم (تلف المصنف من معاني الآثار ۶۵) جنت تقسیم فرماتا بطریق اولیٰ جائز ہے

شارح بخاری امام محمد بن محمد قسطلانی (ت۔ ۹۲۳) الخصائص من المباحات کے
تحت رسول الله ﷺ کا یہی خاصہ ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں

وكان يقطع الاراضى قبل رسول الله ﷺ قبل از فتح زمين کا کما
لفتحها لان الله ملكه الارض عطا فرما دیا کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
كلها و افسى الغزالي بكفر من آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک بنایا ہے
عارض اولاد تميم الداری فیما امام غزالی نے اس شخص کو کافر قرار دیا ہے
اقطعهم وقال انه ﷺ كان جس نے حضرت تمیم داری کی اولاد سے
يقطع ارض الجنة فارض الدنيا رسول الله ﷺ کی عطا کردہ زمین میں
اولیٰ جھگڑا کیا اور فرمایا کہ رسول الله ﷺ تو

(المواهب اللدنیہ ۳-۶۲۶)

جنت الاث کرنے والے ہیں تو دنیاوی
زمین بطریق اولیٰ الاث فرما سکتے ہیں

امام ابن العربی اور سبکی کی تائید

اس کی شرح کرتے ہوئے امام زرقانی (ت۔ ۱۱۲۳) رقمطراز ہیں

وكان يقطع الاراضى قبل رسول الله ﷺ زمین قبل از فتح عطا
لفتحها بخلاف غيره من الائمة فرماتے اور یہ درجہ کسی اور سربراہ کو
فانما يقطع بعد فتحها لان حاصل نہیں کیونکہ وہ بعد از فتح ہی
الله ملكه الارض كلها ولا دے سکتے ہیں (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
مقتضیٰ شئیء مما اقطعه بعده آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک بنایا)
بحال (و) لذا (افسى الغزالي اور بعد از فتح عطا فرمودہ زمین پر کوئی
بكفر من عارض اولاد تميم اعتراض نہیں ہو سکتا اور اس لئے امام
الداری فیما اقطعهم التی غزالی نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا
ﷺ) من الارض بالشام جنہوں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ
قال انه ﷺ كان يقطع ارض تعالیٰ عنہ کی اولاد سے رسول الله
الجنة) ما شاء منها لمن شاء ﷺ کی شام میں عطا کردہ زمین
(فارض الدنيا اولی) و نقلہ کے بارے میں جھگڑا کیا اور فرمایا کہ
ابن العربی عن الغزالی فی رسول الله ﷺ جس کو چاہیں اور جتنا
القانون و اقره و افسى به چاہیں تقسیم فرما سکتے ہیں تو دنیاوی
السبکی ایضا زمین تو بطریق اولیٰ عطا فرما سکتے ہیں

(زرقانی علی المواہب ۵-۲۳۲)

اسے امام غزالی سے امام ابن العربی
نے القانون میں نقل کیا اور اس کی تائید

کی اور امام سبکی کا بھی یہی فتویٰ ہے

امام محمد بن جعفر الکتانی (ت۔ ۱۳۳۵) اس قطعہ کی تفصیل، حضرت عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ نبوی ﷺ کو ہی بحال رکھنا اور فتویٰ امام غزالی
بارے میں رقمطراز ہیں

وقد ذكر بعض شراح
مختصر خليل في الزكاة في
الكلام على زكاة المعادن
عند استرادهم لقضية اقطاع
النبي ﷺ لتميم بن اوس
الداري قرية عينون بنو احى
بيت المقدس قبل فتحه و
امضاء عمر ذلك له لما
فتحته ان الله تعالى ملكه
الارض كلها وفي عبارة
الدنيا والجنة يقطع منهما ما
اراد لمن اراد خصوصية له و
نص الشيخ عبد الباقي
الزرقاني في شرحه لدى قوله
في الزكاة وحكمه للامام
الى قوله الا مملوكة لمصالح
فله تنبيه اقطاعه ﷺ

بعض شراح مختصر خليل نے کتب ان
کے باب زکاة معدنیات میں یہ واقعہ ذکر
بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت
تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس
فتح ہونے سے پہلے اس کے نواح میں عینون
کے مقام پر قطعہ ارضی عطا فرمایا حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح بیت المقدس کے
بعد اس فیصلہ نبوی کو جاری فرمایا کیونکہ اللہ
تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک
بنایا ہے بعض کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ
کی یہ شان و خصوصیت ہے کہ تمام دنیا اور
جنت میں سے جس کو جتنا چاہیں عطا
فرمائیں امام عبد الباقی نے اس کی شرح
میں ایک اہم نوٹ لکھا کہ حضور ﷺ کا
بیت المقدس کے نواحی میں قبل از فتح
حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
قطعہ زمین کا الٹ کرنا

سما الداری بعض ارض بنو احی
بيت المقدس قبل فتحه من
مناصه عليه الصلاة والسلام كما
يخصه السيوطي الصغرى زاد
ساوى في شرحها و اقره و نقله
عنه ابن العربي في القانون

کے بعد امام عبد الوہاب شعرانی کی عبارت نقل کی اور لکھا

وجه كون اقطاع النبي ﷺ
جميعاً من الخصائص كونه
اقطاعاً جازماً لا تقدير فيه ولا
تعليق حسبما يظهر من كلامهم
واقطاع غيره من الانمة الارض
الحرب لا بد فيه من التعليق على
الفتح اذ لا تصرف لهم في ارض
الحرب ما دامت ارض حرب و
كونه اقطاعاً ما ضماً يلزم الانمة
بعد انقضاء مطلقاً وان كانت
ارضه ارض معدن و فرضنا انه
صولح اهل الارض

رسول اللہ ﷺ کے حضرت تمیم
داری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمودہ
قطعہ زمین کو آپ ﷺ کا خاصہ
قرار دینا بتا رہا ہے کہ یہ قطعہ قطعی
طور پر ان کا ہی ہوگا اس میں کوئی فتح
کی شرط وحد نہیں جیسے کلام آئمہ سے
ظاہر و واضح ہے لیکن آپ ﷺ
کے علاوہ اگر کوئی سربراہ ارض
حرب میں سے کسی کو دے تو
اس کے لیے شرط فتح ضروری
ہے کیونکہ جب تک ارض حرب
ہے سربراہ اس میں تصرف

علیہا وغیرہ من الائمة انما یقطع
 ارض المعدن علی ما ذهب الیه
 المالکیہ ومن وافقہم انتفاعاً بحیث
 لا یبغیہا من القطعہا ولا تورث عنہ و
 بہذا اتعلم مافی قول بعض
 المتأخرین من اصحابنا المالکیہ لا
 یظہر کون اقطاع تمیم قبل
 الفتح من الخصائص علی
 مذہبنا لما ذکرہ ابن یونس من
 الانساق علی ان المعدن فی
 ارض حکمہ للإمام و کذا فتیاء
 الغزالی فی ذلک لیست علی
 مذہبنا لما ذکرہ ابن عرفہ من
 ان من اقطاع الامام معدن لا
 یورث عنہ فان کلام ابن یونس
 انما هو فی الارض العرب یعنی
 النبی اسلم اہلہا علیہا و تصحف
 ذلک لصاحب التوضیح وهو
 الشیخ خلیل بارض الحرب
 ہی نہیں کر سکتا اگر ماضی میں کسی
 جاگیر دی تھی تو بعد کے حکمرانوں پر
 جاری رکھنا لازم ہے اگر زمین معدنی
 میں سے ہے اور بالفرض اہل زمین
 سربراہ کے درمیان صلح ہوئی ہے تو ان کے
 موافقین کے ہاں اپنی زمین کو بطور نفع دیا
 سکتا ہے مگر وہ شخص نہ اسے بیچ سکتا اور نہ اس
 اس میں وارث جاری ہوں گے اس
 ہمارے متاخرین مالکیہ کے اس قول میں
 جو بڑا ہے وہ بھی سامنے آ جاتی ہے کہ
 ہمارے مذہب کے مطابق فتح سے پہلے
 حضرت تمیم داری کو جاگیر دینا رسول اللہ
 ﷺ کا خاصہ نہیں کیونکہ شیخ ابن یونس نے
 لکھا کہ اس پر اتفاق ہے کہ ارض حرب میں
 معدنیات کا معاملہ سربراہ کے سپرد ہے اس
 طرح امام غزالی کا فتویٰ ہمارے مذہب
 کے مطابق نہیں کیونکہ شیخ ابن عرفہ نے لکھا
 جسے سربراہ قطعہ معدنی دے اس میں
 وراثت جاری نہ ہوگی گڑبڑ کی وجہ

ارض الحرب لا تصرف فیہا
 للامام الا ان یعلق الامر علی الفتح
 و فیما الغزالی مینہ علی ان اقطاعہ
 علیہ السلام لتمیم تمایک لہ کما
 ذکرنا لا انتفاع و علیہ فلا بد من
 حمل اہل مذہب ذلک علی
 الخصوصیۃ واللہ اعلم
 یہ ہے کہ شیخ ابن یونس کی گفتگو ارض حرب
 کہ جس کے اہل اس شرط پر ایمان لائے
 صاحب توضیح شیخ خلیل کے سامنے ارض
 عرب کے بجائے نسخہ ہی ارض حرب تھا اور
 ارض حرب میں سربراہ تصرف نہیں کر سکتا
 ہاں شرط فتح ضروری ہے امام غزالی کا فتویٰ
 اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ
 نے حضرت تمیم داری کو اس قطعہ کا مالک
 بنایا ہے نہ کہ فقط نفع کا لہذا امارے تمام

(ج۱: انقلاب ۲۳۹ء)

سرور عالم ﷺ کا خاصہ ہی مانتے ہیں
 مذکورہ تمام دلائل حضور ﷺ کے اختیارات پر اس قدر واضح ہیں لہذا کسی
 صورت میں بھی آپ ﷺ کو بے اختیار قرار دینا درست نہیں ہمیں یہ عقیدہ رکھنا
 چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا کامل نائب و خلیفہ مقرر کر کے مختار
 کائنات بنایا ہے کیا سب سے بڑا خلیفہ بے اختیار ہوتا ہے؟
 انہی دلائل کی روشنی میں امت مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن و حکم سے
 حضور ﷺ سب کچھ کر سکتے ہیں

مسئلہ ترک

—: تصنیف:—

امام عبد اللہ محمد بن الصدیق الثماری

○
—: ترجمہ:—

مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور 1۔ میلادسٹریٹ گلشن رحمان ٹوبہ کراچی لاہور

042,5300353...03004407048

انتساب

خدمتِ اہلسنت استاذِ گرامی حضرت العظام مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ
ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس پاکستان کے نام
کہ جن کی استقامت اور شہانہ روز محنت شائد کے نتیجہ میں ملک کی
عظیم مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ کی بہاریں قائم ہیں اور ہزاروں
نسلان قوم زیورِ علم سے آراستہ ہوئے۔

دعا گو

محمد خاں قادری

عالم اسلام کے عظیم محدث و مفکر

امام ابو الفضل عبداللہ محمد بن الصدیق الغماری الحنفی المتوفی ۱۳۱۳ھ

ضرورت مقالہ

ذیر نظر کتاب کے مصنف امام ابو الفضل عبداللہ بن محمد الصدیق الغماری الحنفی آپ عالم اسلام کی ان اہل علم و فکر شخصیات میں سے ہیں جن کی خدمات کو راسخی و پائیدار رکھا جائے گا۔ انہوں نے اور ان کے عظیم خاندان نے گمراہ کن نظریات و عقائد اور اعمال کے خلاف جو علمی، فکری اور تحقیقی محاذوں پر کام کیا ہے اس دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جس طرح برصغیر میں امام اہل محبت مولانا احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز اور ان کے رفقاء نے ہر طرح کی گمراہ کن تحریکوں کا سینہ تن کر مقابلہ کیا۔ اسی طرح عالم عرب میں شیخ عبداللہ محمد بن الصدیق الغماری اور ان کے خاندان نے علمیات اسلام کی سرحدوں کی خوب حفاظت کی۔ ایک ایک اختلافی مسئلہ پر کتاب و سنت کی روشنی میں مستقل ایسی کتب تحریر کیں جن میں ناقابل تردید دلائل کے انبار لگا رہے۔ اپنے تو اپنے مخالف بھی دم بخود رہ گئے۔ کسی مخالف کو ان کی تحریرات کا جواب دینے کی جرات نہ ہو سکی۔

ان کی بعض اہم تصانیف کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ اتقان الصنعة فی تحقیق معنی البدعة (بدعت کے بارے میں تحقیق)
- ۲۔ الرد الحکم العین علی کتاب القول العین (مقائد صحیحہ کا اثبات)
- ۳۔ اواخر البیان فی تحسب سور القرآن (قرآنی سورتوں کا درمیانی رد)

کچھ لوگ بعض اعمال مثلاً جشن میلاد، عرس، مبارک راتوں میں اجتماع کا انعقاد وغیرہ کو حرام قرار دیتے ہوئے فقط یہ دلیل دیتے ہیں کہ انہیں حضور ﷺ نے نہیں کیا۔ لہذا یہ حرام و حرام ہیں حالانکہ جب تک آپ ﷺ کے ترک کے ساتھ ساتھ اس پر کتاب و سنت میں بھی وارد نہ ہو اسے حرام قرار دینا سراسر زیادتی اور ظلم ہے اسی مسئلہ کی وضاحت کے لئے اس علمی و تحقیقی مقالہ کا ترجمہ مع عربی متن شائع کیا جا رہا ہے۔

۴- النفحة الالهية في الصلاة على خير البرية (درود و غلام)

۵- الاحاديث المنتقاة في فضائل رسول الله صلى الله عليه وسلم (فضائل و شمائل حضور)

۶- توضح البيان لوصول ثواب القرآن (ايصال ثواب)

۷- حسن التفهم والبرك لمسالة الترك (مسند ترك)

۸- نهاية الامال في صحة و شرح حديث عرض الاعمال

۹- غايۃ التحرير في صحیح حدیث نوسل الضرب

۱۰- النفحة الذکية في بيان ان الهجر بذعة شرکية (مسلمانوں سے تعلق ختم کرنا بدعت ہے)

۱۱- القول المتبحر

۱۲- الاربعين الغماریه فی شکر التعم (نعمتوں پر شکر کے بارے میں پچاس احادیث)

۱۳- حسن البیان فی ليلة النصف من شعبان (شب برات کی فضیلت)

۱۴- مصباح الرجاء فی فوائد صلاة الحاجة (نماز حاجت کے فضائل و فوائد)

۱۵- الاستقصاء لادلة تحريم الاستمناء (حرمت مشت زنی)

۱۶- الصبح السافر فی تحقیق صلوة المسافر (نماز مسافر کے بارے میں تحقیق)

۱۷- اتحاف النبلا بفضل الشهادة و انواع الشهداء (شہید اور شہادت کے اقسام)

۱۸- غايۃ الاحسان فی فضل زکوة الفطر و فضل رمضان (روزہ و رمضان اور صدقہ الفطر کے فضائل)

۱۹- کمال الایمان فی التلاوی بالقرآن (طمان بالقرآن)

۲۰- قرة العین بادلة لرسال النبی الی الثقلین (حضور جن و انس کے رسول میں)

حزیر البصيرة ببيان علامات الكبيره (کبیرہ گناہ کی علامات)

حاشیہ علی المقاصد الحسنۃ للسخاوی

ایسے ایسے نئے موضوعات پر لکھا جن پر پہلے مواد بہت کم ملتا تھا مثلاً بدو کے

کے مطابق مسئلہ ترک پر مستقل مقالہ سب سے پہلے آپ ہی نے لکھا ہے۔

۱۱- "حسن التفهم والبرک لمسالة الترك" ہے۔ اس میں ان لوگوں کی

مرتب ہے جو کسی کام کے حرام ہونے پر فقط یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ کام رسول

ﷺ نے نہیں کیا۔ آپ نے اس مقالہ میں واضح کیا کہ آپ ﷺ کے کسی

ترک فرمانے کی مختلف حکمتیں ہو سکتی ہیں مثلاً آپ نے اس عمل کو اس لیے

فرمایا ہو۔

۱۲- کون ترکہ مخافة ان يفرض کہ کہیں یہ میری امت پر فرض ہی نہ

۱۳- امة کثرکھ صلوة التراويح ہو جائے مثلاً صحابہ کے نماز تراویح

۱۴- اجتماع الصحابة يصلوها باجماعت کے لیے اکٹھا ہونے کے باوجود

(حسن التفهم ۵)

۱۵- علماء حضرت مولانا امجد علی قادری قدس سرہ نے اپنی کتاب "اظهار الانوار" میں

۱۶- مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے اس سے ایک اقتباس آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷- اور اس نماز کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض بہتان و افتراء، مگر بزرگ قرآن و حدیث میں کہیں اس کی

۱۸- حدیث میں نہ مخالفت کوئی آیت یا حدیث اپنے دعوے میں پیش کر سکا، مگر صرف زبانی اذعان سے کام لیا مگر

۱۹- حدیث فقیر و سفاہت فظیر ہے جس میں فرقہ بندیہ و ملائکہ حادثہ قدیم سے مبتلا یعنی قرآن و حدیث میں

۲۰- ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اس کی مخالفت بھی قرآن و حدیث میں نہ ہو، ان ذی ہوشوں کے نزدیک

۲۱- میں کوئی واسطہ ہی نہیں اور عدم ذکر و عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شے کا نام ہے! ترمذی و

۲۲- و حاکم سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضرت اقدس علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۲۳- میں نے اس کو روکا اور اس کی تصدیق قرآن و حدیث میں موجود کہ فرماتا ہے جل و کلا

۲۴- الذین آمنوا لا تشلوا علی اشیاء ان تبدلکم اسے ایمان والو! وہ باتیں نہ چھو کہ تم پر کھول دی

۲۵- اور ان تشلوا عنہا حین یسئلون جائیں تو تمہیں پُراگے اور اگر قرآن اُترتے وقت

مفسرین نے اس آیت کو "مَنْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ فَهُوَ كَذَّابٌ" سے معنی فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی فرمائی ہے۔

بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ ان کا حکم دینے تو فرض ہو جاتا ہے اور بہت ایسی کوئی کرتے تو حرام ہیں جو انہیں چھوڑنا یا کرتا گناہ میں پڑتا ہے اس ناکہ مہربان نے اپنے احکام میں ان کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بکثرت تو قبول اور چھپتے سے پاک ہے بلکہ ہمیں پر مہربانی کے لئے کہ پر مشقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فہم دینا ہی ان کی چھٹی نہ کرو کہ پوچھو گئے حکم مناسب دیا جائے گا اور انہیں کو رقت ہوگی۔ اس آیت سے صاف کہ جس باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ ملے وہ ہرگز مستحب نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں، وار قطفی اور قاضی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَرَضَ فَرَسَ الْفَضْلِ فَلَا تَقْبِعُوْهُ هَا وَ حَرَمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْهَيْتُكُمْ هَا وَ حُدُودَ الْاَعْلَانِ فَلَا تَقْعُدُوْهُ هَا وَ سَكْتَ عَنِ الشَّيْءِ مِنْ غَيْرِ لِسَانٍ فَلَا تَبْهَشُوْهُ عَنْهَا۔
 بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں فرض کیں اور سے نہ رو اور کچھ حرام فرمائیں ان کی آواز اور کچھ حدیں باندھیں ان سے آگے نہ چڑھیں سے بلکہ ہمت لے سکوت فرمایا ان پر نہ کرو۔

امام بخاری و مسلم و ابی داؤد و ترمذی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذَرَوْهُ مَا تَرَ كُنْتُمْ فَاَنْتُمْ هَذِهِ مَنَ كَانَتْ قَبْلَكُمْ بِكَوْنِهِمْ مَوَالِيَهُمْ وَ اخْتَلَفَ فِيْهِمْ عَلٰى اَنْبِيَآءِهِمْ فَاِذَا نَهَيْتُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاِجْتَنِبُوْهُ وَاِذَا اَمَرْتُمْ بِاَمْرٍ فَاَتَوْا اَمْنَهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔
 یعنی جس بات میں میں نے تم پر تنبیہ نہ کی مجھے سے تفقیض نہ کرو کہ اگلی امتیں اسی بات پر نہیں میں جس بات کو منع کروں اس پر بھی اور جس کا حکم دوں اسے بقدر قوت بجالاؤ۔

امام بخاری، مسلم، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ اَعْظَمَ الْمَسْلَمِيْنَ فِي الْمَسْلَمِيْنَ جُرْعًا مَنِ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يَحْصُرْهُ عَلٰى اَنَّا مِنْ خُصْمِهِ مِنْ اَجْلِ مَسْأَلَتِهِ۔
 بیشک مسلمانوں کے بارے میں ان کا بڑا گناہ وہ ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ ہو کہ سوال کے بعد حرام کر دی گئی۔

یہ احادیث باطنی انداز میں قرآن و حدیث میں جن باتوں کا ذکر نہیں نہ ان کی اجازت ثابت نہ مانع اصل جو ان پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب و سنت میں ذکر نہ ہو مطلقاً ممانعت وادارست محمد سے تو اس سوال کرنے کی کوئی غلطی اس کے بغیر ہے بھی وہ چیز ناجائز ہی رہتی۔ بالکل یہ قاعدہ فقہیہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن و حدیث جس چیز کی پہلانی یا برائی ثابت ہو وہ بھی یا برائی ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح ہے اور اس کو حرام و گناہ و نادرست و ممنوع کہنا شرعیات مملوہ پر افتراء۔

وَمَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی لَا تَقُولُوا لِمَا قُصِدْتُ شَيْئًا كُنْتُمْ اَنْكُذِبُ هَذَا اَحْلَالٌ وَ هَذَا اَحْرَامٌ۔
 اور اعلیٰ اللہ انکذیب ان الذین یفلسفون اللہ انکذیب لا یفلحون۔
 ہمارے رب تعالیٰ نے فرمایا اپنی زبانوں کا اس گھڑتے جھوٹ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افتراء کرتے ہو بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اللہ انکذیب لا یفلحون۔

اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین و صحابہ کرام کے خلاف کہنا بھی اسی سنا بہت فتنہ پرانی بات ہے منقول ہے جو علما و ائمہ کے نزدیک ممنوع تھا حالانکہ حدیث ثبوت فعل و ثبوت عدم جواز میں زمین و آسمان کا فرق ہے، امام علامہ ابن حجر رحمہ اللہ شارح صحیح بخاری و مواہب لدنیہ و فتح مغربہ میں فرماتے ہیں:

احمد یذل علی الجواز و عدم الفعل لا یذل۔
 رافضیوں نے اس مانتہ پر یہ کہ طرح ایک استدلال کیا تھا اس کے جواب میں شاہ عبدالغفور صاحب سہیلوی فرماتے ہیں:

ان چیز سے دیگر سے و مشق فرمویں چیز سے دیگر است۔
 نہ کرنا اور چھیننے سے اور منع کرنا اور چھیننے سے قطعاً و ات۔

امام قسطلی علی الاطلاق فتح الباری میں بعد بیان اس امر کے کہ اذان مغرب کے بعد وضو سے پہلے اور رکعت نفل نماز نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے۔ فرماتے ہیں:

الثابت بعد هذا انفق المحدث و بیئہ احادیث الکرہیۃ فلا لایان یذل و دلیل آخر۔
 یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام کے نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوگا کہ مذہب نہیں رہتی کہ بہت وہ اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔

۱۔ نہایۃ الامال کا ترجمہ "انکار نبوت اور مشاہدہ اعمال امت" کے نام سے عالمی دعوت اسلامیہ نے شائع کر دیا ہے۔

۲۔ غایۃ التحریر فی بیان صحیح حدیث نوسل الضمیر کا ترجمہ بھی تقریب شائع ہو چکا ہے۔

۳۔ حسن التفسیر کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

شیخ عینی عبداللہ بن مالک الحمیری سربراہ اوقاف دہلی اس رسالہ کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں۔

وقد استوفی المصنف بحثاله یسوق الیہ ولم یغلب بفضل اللہ علیہ وهو بحث التفرک الذی

ترک پر ہے جس کے ساتھ کسی امر کا
کا اقبال نہیں۔

مصنف کا وصال ۲۰ شعبان ۱۳۳۳ کو ہوا۔

یہ مقالہ محدث غفاری نے اپنے عظیم شاگرد شیخ محمود سعید ممدوح مدظلہ
مزارش پر لکھا۔ شیخ محمود سعید اس دور کے عظیم محدث اور فاضل ہیں۔ انہوں
مختلف موضوعات پر نہایت ہی علمی کام کیا ہے۔ ان کی چند تصانیف کا تعارف بھی ملاتا
کر لیجئے۔

۱۔ رفع المنارہ للترغیح احادیث التماسل والزیادۃ

بارگاہ نبوی میں حاضری کے بارے میں جو احادیث ہیں ان کے متن و سند
محققین نے اعتراضات وارد کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ قابل استناد
نہیں۔ شیخ ممدوح نے اس کتاب میں ان تمام اعتراضات کا مسکت جواب لکھ کر مخالفین
کو درجہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اس کے زیارت والے حصہ کا ترجمہ علامہ محمد عباس
رضوی نے کر دیا ہے۔

۲۔ اس موضوع پر آپ نے ایک اور مقالہ تحریر فرمایا جس کا نام "الاعلام
باحتجاب شد الرعل الی زیارۃ خیر الانام" اس کا ترجمہ مولانا ممتاز احمد سیدی نے کیا ہے
عالمی دعوت اسلامیہ نے شائع کر دیا ہے۔

۳۔ تمام امت مسلمہ تیسحات و وظائف شمار کرنے کے لیے ہاتھ میں تسبیح رکھتے
ہیں کچھ لوگوں نے اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ جڑ دیا۔ شیخ ممدوح نے اس مسئلہ پر
مکمل کتاب تصنیف کی جس کا نام "وصول التھانی" ہے۔

۴۔ کچھ لوگوں نے حدیث نماز تسبیح کے بارے میں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی
کوشش کی کہ یہ ثابت ہی نہیں۔ شیخ نے امام ابن ناصر الدین دمشقی کی کتاب "الترغیح
لحدیث صلاۃ التسبیح" شائع کی اور اس پر نہایت ہی علمی حاشیہ تحریر کیا۔

۵۔ شیخ ناصر الدین البہانی نے حدیث پر جو کام کیا اس میں جاہل تصورات کی نشاندہی
مختلف اہل علم نے کی ہے۔ اس سلسلہ میں یہاں شیخ غفاری کے ایک عظیم شاگرد شیخ
حسن بن علی الشاف کا کام "تناقضات الالبانی الواضحات فیما وقع لہ فی
نصحیح الاحادیث و تضعیفہا من اخطا و غلطیات" قابل ذکر ہے وہاں شیخ
محمود سعید ممدوح کا کام بصورت "تنبیہ المسلم الی تعدی الالبانی علی

صحیح مسلم "نہایت ہی قلیل دلوں میں ہے۔

مقدمہ میں اس کتاب کی غرض و غایت یوں تحریر کرتے ہیں:

مقد وقف علی کلام الشیخ
الالبانی ضعف فیہ جملۃ من
الاحادیث النی فی (صحیح
مسلم) فتکلم علیہا بما یوکل
خطا و ثبت خروجہ علی ماقرہ
العلماء من صحنہا و تلفیہا
القبول المعقید للعلم و کلامہ یدعو
الی التشکیک فی صحیح الامام
مسلم و فیہ من الاغراب
والمخالفة والتعقید علی المعقید
مبین ما یوم المفسرین بہ انہ
استدرک علی الاثمة المتقدنین
کالبخاری و مسلم فضلا من
المشاخرین — وقد رایت ان
السلوت علی هذا التعدی غیر
مقبول ویلحق العارف بہ الاثم
لذلک کتبت هذا (التنبیہ) اذفع بہ
بعون اللہ تعالیٰ کل تعدیہ علی
صحیح مسلم و قد سمینہ تنبیہ
المسلم الی تعدی الالبانی علی
صحیح مسلم (تنبیہ المسلم) (۷)

اس کتاب کے مطالعہ سے اس بات کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے کہ شیخ موصوف کی
علم حدیث اور اصول حدیث پر کتنی نظر ہے؟

ان علمی چیزوں کو خود پڑھئے دوسروں تک پہنچائیے اور ان کی اشاعت میں لگے۔
فرمائیے تاکہ عقائد و اعمال صحیحہ کی آبیاری ہو سکے۔

اسلام کا اولیٰ

محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمام صحابہ و ثناء اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں سیدھے راستہ کی رہنمائی فرمائی
میں معرفت حجت و دلیل کی توفیق دی، صلوٰۃ و سلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد پر، آپ
کا مبارک آل پر، اللہ تعالیٰ آپ کے صحابہ و تابعین سے راضی ہو۔
حمد و صلوٰۃ کے بعد۔

ایک فاضل شاگرد محمود سعید نے مجھے کہا کہ آپ مسئلہ ترک پر رسالہ تحریر فرما
یہ جو قارئین کو پریشانی اور تکلیف سے نجات عطا کر دے۔ آپ نے اپنی کتاب
فان الصنعه میں اس پر لکھا ہے مگر وہ نہایت مختصر ہے، بعدہ نے ان کے شوق کو
رہتے ہوئے ان کی رائے کو قبول کر لیا، مذکور مسئلہ پر یہ رسالہ تحریر کیا ہے تاکہ اس
اہر قاری کسی بھی مسئلہ پر استدلال کے معاملہ میں ذہن کو واضح رکھ سکے اور اسے
قبل مقبول اور غیر مقبول کی پہچان ہو جائے۔

واللہ الموفق والہادی وعلیہ اعنمادی

مقدمہ

وہ دلائل جن سے تمام آخر اسلام استدلال کرتے ہیں درج ذیل ہیں۔
 ۱۔ کتاب اللہ ۲۔ سنت رسول
 ان دونوں کے بارے میں ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔
 ۳۔ اجماع ۴۔ قیاس
 جسور علماء ان کو بھی دلیل تسلیم کرتے ہیں۔
 علم اصول میں بیان کردہ دلائل کی بنا پر یہی رائے راجح و مختار ہے۔
 درج ذیل دلائل میں آخر اربعہ کا اختلاف ہے۔

۱۔ حدیث مرسل ۲۔ صحابی کا قول ۳۔ سابقہ شریعت ۴۔ استحباب ۵۔ اجتہاد
 اہل مدینہ کا عمل ان پر تفصیلی گفتگو کے لیے امام بیہقی کی کتاب جمع الجوامع کے
 الاستدلال کا مطالعہ کیجئے۔

حکم شرعی کسے کہتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا وہ خطاب جس کا تعلق مکلف کے کسی فعل سے ہو، حکم شرعی کہلاتا ہے اس کی پانچ اقسام ہیں۔
 ۱۔ فرض یا واجب، یعنی جس کے بجالانے والے کو ثواب اور تدارک کو عتاب ہو
 مثلاً نماز، زکوٰۃ، رمضان کا روزہ، والدین کی خدمت۔
 ۲۔ حرام، جس کے بجالانے پر عتاب اور تدارک کو ثواب ہو مثلاً سود، زنا، والدین کی
 بے قدری، شراب۔

۱۔ مندوب، جس کے بجالانے والے کے لیے ثواب مگر تدارک پر عتاب نہ ہو مثلاً
 نماز نفل۔

۲۔ مکروہ، جس کے تدارک کو ثواب لیکن بجالانے کے لیے عتاب نہ ہو مثلاً نماز فجر
 اور نماز عصر کے بعد نوافل۔

۳۔ مباح یا حلال، جس کے فعل و ترک دونوں پر عتاب و ثواب نہ ہو مثلاً
 تجارت، حلال اشیاء کھانا۔

یہ وہ اقسام ہیں جن پر فقہ اسلامی کا مدار ہے، کسی مسئلہ کو ثابت کرنے والے
 کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ان میں سے کسی بھی حکم کو کسی ایسی دلیل سے ثابت کرے
 جو سابقہ دلائل میں شامل نہیں خواہ وہ مجتہد صحابی ہو یا غیر صحابی۔

یہ بات اقلہ من الغنم اور ضروریات دین میں سے ہے جس کے انکار کی کوئی
 گنجائش نہیں۔

ترک کی تعریف

ترک سے مراد دو چیزیں ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ نے وہ فعل و عمل نہیں فرمایا۔

۲۔ کسی صحابی اور تابعی نہیں کیا اور اس پر کوئی حدیث نبوی یا اثر صحابی بیان نہ کیا
 جو شی متروک کے حرام یا مکروہ ہونے پر دال ہو۔

متاخرین میں بہت سے لوگوں نے اشیاء کی حرمت و مذمت پر اسے دلیل بنا رکھا
 ہے بعض جہت و ہمراہ اور ضدی لوگوں نے اسے بے تحاشا استعمال کیا ہے مثلاً ابن تیمیہ
 نے متعدد جگہ پر اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے استدلال کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی
 توفیق اس پر گفتگو آ رہی ہے۔

ترک کی وجوہ

حضور علیہ السلام نے کسی شی کو ترک فرمایا تو ضروری نہیں کہ اس کے حرام ہی
 ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے اسے ترک فرمایا ہو، بلکہ اس کے ترک کی اور کئی
 وجوہ ہو سکتی ہیں۔

۱۔ عادتہ "ترک فرمایا ہو"

مشافہ بخاری و مسلم میں حدیث ہے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بھولی ہوئی گمہ خوش کی گئی آپ نے تناول فرمائے کے لیے ابھی دست مبارک پہنچایا ہی تھا عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ یہ گوہ کا گوشت ہے۔ آپ نے اسے تناول نہ فرمایا پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ حرام ہے فرمایا۔

لاولئك لکنہ لم یسکن بارخص قومی حرام تو نہیں ہے ہوسے علاقہ میں یہ پالا فاجدنی اعافہ نہیں جاتی اس لیے میں اسے پسند نہیں کرتا۔

اس واقعہ سے دو باتیں ثابت ہو رہی ہیں۔

۱۔ آپ کا کسی شی کو ترک فرمانا اگرچہ کرنے کی تیاری کے بعد ہو اس کے حرام ہونے پر دال نہیں ہوتا۔

۲۔ آپ کا فیضا کسی شی کو پسند فرمانا بھی اس کی حرمت کی دلیل نہیں ہوتا۔

۲۔ نسیانا "ترک فرمایا ہو"

مشافہ نماز میں سو ہو گیا چار کے بجائے دو پڑھائیں۔ آپ سے عرض کیا گیا تو فرمایا میں بھی انسان ہوں تمہاری طرح بھول جاتا ہو جب بھول جاؤں تو یاد دلایا کرو۔

۳۔ امت پر فرض ہونے کے خوف کے پیش نظر ترک فرمایا ہو

مشافہ نماز تراویح صحابہ کرام کے اجتماع کے باوجود آپ نے جماعت نہ کروائی (کہیں میری امت پر فرض نہ ہو جائیں)

۴۔ آپ نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ہو

مشافہ آپ کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے صحابہ کرام نے محسوس کیا آپ کے لیے منبر ہونا چاہیے۔ منبر کے بارے میں عرض کیا گیا آپ نے اسے پسند فرمایا کیونکہ یہ لوگوں تک آواز پہنچانے میں معاون ہے۔ اسی طرح آپ کی

دل نہ تھی مگر صحابہ نے آپ میں مشورہ کیا کہ آپ کے لیے بلند جگہ ہونی چاہیے۔ منبر سے آنے والے وفد کو آپ کے بارے میں پوچھنا پڑھتا ہے۔ عرض کیا گیا تو نے قبول فرمایا مگر خود اس کے لیے رائے نہ دی۔

عمومی آیات یا احادیث کے حکم کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے ترک فرمایا ہو

مشافہ چاشت کی نماز اور دیگر بہت سے منہوبات جو باری تعالیٰ کے اس ارشاد اعلیٰ کے تحت آتے ہیں۔

واعطوا الخیر لعلکم تفلحون خیر کے کام کرو تاکہ تم کامیابی پاؤ۔

۵۔ اس لیے ترک فرمایا ہو کہ کہیں نو مسلم لوگوں کو غلط فہمی پیدا نہ ہو

مشافہ بخاری و مسلم میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے فرمایا۔

اولا حدائے قومیک بالکفر اگر بے بنے لوگ مسلمان نہ ہوئے

انقص البیت ثم لیسننہ ہوتے تو میں کعبہ ڈھا دیتا اور اسے انہی

علی اساس ابراہیم علیہ السلام بنیادوں پر تعمیر کرتا جن پر حضرت ابراہیم

خان قریشا استقصرت بناءہ علیہ السلام نے کیا تھا کیونکہ قریش نے

اس کی تعمیر میں کمی کی ہے۔

تو یہاں خانہ کعبہ کی تعمیر نو کو محض آپ نے اس لیے ترک فرمایا تاکہ لوگوں میں

غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

الغرض آپ نے اگر کسی شی کو ترک فرمایا تو اس کی متعدد حکمتیں ہوں گی کسی

حدیث یا قول صحابی میں یہ نہیں ہے کہ جس شی کو آپ نے ترک فرمایا وہ حرام ہوگی۔

ترک حرام ہونے پر دلیل نہیں ہوتا

ہم نے اپنی کتاب "الرد للمحکم العتین" میں واضح کیا ہے کہ شی کا ترک

اس کی حرمت پر دال نہیں ہوا کرتا وہ تمام گفتگو درج ذیل ہے۔

اگر ترک کے علاوہ اس عمل کے ممنوع ہونے پر کوئی نص نہ ہو تو فقط ترک

اس کی ممنوعیت پر حجت نہیں ہوتا بلکہ یہ زیادہ سے زیادہ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ اس عمل کا ترک جائز ہے رہا یہ معاملہ کہ وہ فعل ممنوع ہے تو یہ محض سے ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے کسی اور دلیل کا ہونا ضروری ہے۔
امام ابو سعید بن لب اور ضابط

امام ابو سعید بن لب نے یہ ضابطہ بھی ذکر کیا ہے، انہوں نے نماز کے بعد مکروہ فرائض والوں کا ذکر کرتے ہوئے کیا۔

نماز کے بعد متفرقین دعا نے جو دلیل دی ہے اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس طریقہ کا التزام سلف سے ثابت نہیں، اگر صحت نقل کو تسلیم کیا جائے۔ تو

فالتی ترک لیس بموجب لحکم فی ذلک الممنوع والاحواز التی انتفاء الحرج فیہ واما تحریم او لصوق کراهیة بالممنوع فلا ولا سیما فیما له اصل جملی متقرر من الشرع کالدعا
ترک، متروک کے لیے کسی حکم کو نہیں کرتا ہاں اس سے اس فعل ترک کا ہوا اور بجا لانے کی پابندی لگی ہوتی ہے۔ رہا اس متروک کا حرم مکروہ ہونا تو ترک سے یہ ثابت نہیں ہوتا خصوصاً اس عمل میں جس کی شرع میں اصلاً اصل موجود ہو مثلاً دعا

شیخ ابن حزم کی تائید

شیخ ابن حزم نے المحلی میں ناگی اور حنفی علماء کا نماز مغرب سے پہلے نوافل کی کراہت پر امام صفی کا یہ قول بطور استدلال ذکر کیا۔

ان ابابکر و عمر و عثمان کانوا حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان لا یصلونها ^{مغرب سے پہلے} یہ نقل نہیں پڑھتے تھے۔

پھر اس استدلال کا ان الفاظ کے ساتھ رد کیا۔

ح لہا کالت فیہ حجة لانه اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو یہ دلیل نہیں ہے کہ اس عمل کا ترک جائز ہے رہا یہ معاملہ کہ وہ فعل ممنوع ہے تو یہ محض سے ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے کسی اور دلیل کا ہونا ضروری ہے۔
انہوں نے اس نماز سے منع کیا ہے۔

ایک اور ان کی دلیل نقل کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر ^{رضی اللہ عنہما} سے مروی ہے۔ میں نے کسی کو یہ رکعتیں ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اس کا رد یوں کیا۔

ولہذا فلیس فی ہذا لوصح نہی اگرچہ روایت صحیح بھی ہو تو اس میں ان رکعات سے منع کرنا کماں ہے اور ہم نوافل کا انکار نہیں کریں گے جب تک اس سے منع ثابت نہ ہو۔
(المحلی ۲: ۲۵۳)

المحلی کے دوسرے مقام پر نماز عصر کے بعد نوافل پر گفتگو کرتے ہوئے ہم طراز ہیں کہ حدیث علی تو قطعاً حجت نہیں۔

ولہ لیس فیہ لا اخبارہ بما علم من انہ یروى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ہما ولیس فی ہذا نہی ہما ولا کرہۃ لہا فمما صام علیہ سلام فقط شہرا کاملا غیر انسان ولیس ہذا بموجب کرہۃ صوم شہر کامل تقو عا
اس میں تو صرف اتنی بات ہے کہ انہوں نے یہ بیان کر دیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کو یہ رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، اس میں نہ تو ان سے منع ہے اور نہ ہی کراہت ہے (آپ ارا غور کریں) آپ نے رمضان کے علاوہ پورا مہینہ کبھی روزہ نہیں رکھا مگر یہ چیز مثلاً پورا مہینہ روزہ رکھنے کی کراہت کو مستلزم تو نہیں ہے۔
(المحلی ۲: ۲۷۱)

یہ عبارات صراحۃً وال ہیں کہ محض ترک کسی شی کی کراہت کو مستلزم نہیں ہے چنانچہ اس سے کسی شی کا حرام ہونا ثابت ہو۔ کچھ ہٹ دھرم لوگ اس ضابطہ کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اصول فقہ کا ضابطہ ہی نہیں حالانکہ ان کا یہ قول ان

کی جہالت اور عقل بیمار پر دال ہے۔

اس کے ضابطہ ہونے پر دلائل

آئیے ہم اس پر دلائل ذکر کیے دیتے ہیں۔

۱۔ کسی فعل کے حرام ہونے پر تین اشیاء میں سے کسی کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ اس پر نئی وارد ہو۔

لا تفرحوا بالزنا

وفا کے قریب نہ جاؤ

ولا تأکلوا أموالکم بینکم

تم ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ

نہ کھاؤ

بالباطل

۲۔ اس فعل کے بارے میں لفظ تحریم و حرام وارد ہو۔ مثلاً

حرمت علیکم الحیثۃ

تم پر مہوار حرام کیا گیا ہے

۳۔ اس فعل کی مذمت یا اس پر عقاب کی وعید ہو۔ مثلاً

من غش فلیس متا

جس نے طوط کی وہ ہم میں سے نہیں

ترک ان تینوں میں سے ایک بھی نہیں لہذا اس سے حرمت کا ثبوت ہرگز نہیں ہوا

۴۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما اتکم الرسول فخلوہ وما نہکم

اور جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو

اور جس سے منع فرمیں اس سے روکو

عنه فانتھوا

چلو۔

اس میں یہ تو نہیں فرمایا۔

وما تہرکہ فانتھوا عنه

نہ آپ نے ترک فرمایا اس سے روکو

چلو۔

تو ترک ہرگز مفید تحریم نہیں۔

۳۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما امرکم بہ فانتھوا منه

جس کا میں تمہیں حکم دوں اسے الٹی

طاعت کے مطابق بجا لاؤ اور جس سے

ماستطعنم وما نہیتکم عنه

جس کا میں تمہیں حکم دوں اسے الٹی

میں منع کروں اس سے بچو۔

واجتنبوا

آپ نے یہ تو نہیں فرمایا۔

وما ترکتہ فاجتنبوا

جسے میں ترک کروں اس سے بچو

۲۔ آپ ترک کسی کی حرمت یہ کیسے دال ہو سکتا ہے؟

۱۔ علماء اصول نے سنت کی تعریف یوں کی ہے۔

ہی قول النبی صلی اللہ علیہ

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی، فعل اور

وسلم وفعلہ و تقریرہ

آپ کا کسی عمل کی تائید کرنا

اموں نے "ترک" (آپ نے نہ کیا ہو) نہیں کہا کیونکہ ترک دلیل ہی نہیں بنتا۔

۵۔ پہلے گزر چکا ہے کہ حکم خطاب اللہ کا نام ہے، اور علماء اصول نے واضح کر دیا ہے

کہ اس پر دال قرآن، سنت، اجماع یا قیاس ہو سکتا ہے، ترک ان میں سے کوئی بھی

نہیں لہذا وہ دلیل نہیں بن سکتا۔

۶۔ یہ بھی پیچھے بیان ہو چکا کہ ترک میں تحریم کے علاوہ متعدد احتمال ہیں اور اصولی

تاکید یہ ہے کہ جس دلیل میں احتمال ہو اس سے استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔

بلکہ پیچھے یہ بھی گزرا کہ اگر کسی شی کو حضور ﷺ نے ترک فرمایا ہے تو اس

کا یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ وہ فعل حرام ہے اور یہ بات تھا ترک سے استدلال

کے بطلان پر کافی ہے۔

۷۔ ترک اصل ہے کیونکہ یہ عدم فعل کا نام ہے اور عدم اصل ہوتا ہے اور

فعل عارضی ہے اصل نہیں اور اصل کسی شی پر لغۃ اور شرعاً "دالالت ہی نہیں کرتا" کہ

وہ جائز ہے یا ناجائز لہذا ترک ہرگز کسی عمل کی حرمت کا تقاضا نہیں کر سکتا۔

غیر پسندیدہ اقوال

شیخ ابن سعلانی کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے کسی شی کو ترک فرمایا تو اس

کی اتباع ہم پر لازم ہے اس پر دلیل یہ دی کہ جب آپ نے گویہ سے دست

سہارک کھینچ لیا تو صحابہ بھی کھانے سے ہٹ گئے اور آپ سے پوچھ کر کھلایا۔

جواب: ہم کہتے ہیں آپ کا جواب "فرمایا کہ یہ حرام نہیں" دلالت کر رہا ہے کہ

ترک حرمت کا قضا نہیں کرتا“ حدیث میں ابن مسعود کے لیے نہیں بلکہ ان کے خلاف دلیل ہے۔

پہلے یہ بھی تفصیلاً گزر چکا ہے کہ ترک میں متعدد احتمال ہوتے ہیں تو آپ کی کسی ایسے معاملہ میں متابعت کیسے لازم قرار دی جاسکتی ہے جس میں علوت، سود وغیرہ کا احتمال ہو۔

ابن تیمیہ کی گفتگو

ابن تیمیہ سے سوال ہوا: ”جو شخص زیارت قبول کرتا ہے اور صاحب قبر کو میل وغیرہ بناتا ہے ان سے تکلیف رفع کے لیے دعا کروا تا ہے اس کا کیا حکم ہے؟“ اس کا انہوں نے بڑا تفصیلی جواب دیا جس میں لکھا۔

”ایسا عمل صحابہ و تابعین میں سے کسی نے نہیں کیا نہ آخر میں سے کسی نے ایسا کرنے کا حکم دیا یعنی انہوں نے حضور ﷺ کے وصل کے بعد آپ سے دعا کے بارے میں عرض نہیں کیا جیسا کہ وہ آپ کی ظاہری حیات میں عرض کیا کرتے تھے۔“

تحقیقی رد

یہ گفتگو متعدد وجوہ کی بنا پر دلیل نہیں بن سکتی۔

۱۔ صحابہ کا یہ فعل امر اتقوا ہو اس میں یہاں یہ احتمال ہے کہ یہ عمل ناجائز ہے وہاں اس میں یہ بھی تو احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ عمل جائز تھا مگر انہوں نے افضل کو اختیار کر لیا وغیرہ۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ جب احتمال گیا تو استدلال باطل ہو گیا۔

۲۔ ہم یہاں یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ صحابہ نے عدم جواز کی وجہ سے یہ عمل ترک نہیں کیا۔

ہماری بات کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے۔

صحابی رسول حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے میل حضور ﷺ کے مزار مبارک کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کرتے ہیں۔

رسول اللہ استسقی لامتنک اے اللہ کے رسول اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمائیے۔

آپ ان کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا۔

عقب الی عمر وانحبرہ انکم عمر کے پاس جاؤ اطلاع کرو بارش ہو جائے سکون وقل لہ علیک الکبیر کی اور ان سے کہو خوب محنت اور دانائی سے کام لو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی تو آپ رو پڑے اور عرض کیا۔

اللہم ما لوالا ما عجزت عنہ اے اللہ ہر وہ کام جو مجھ سے بھاری ہے اس کے علاوہ میں سستی نہیں کرتا۔

حضرت عمر بن الخطاب کے اس عمل پر ناراض نہ ہوئے اور نہ منع فرمایا اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو آپ انہیں ضرور منع فرماتے۔

یہ حدیث صحیح ہمارے موقف کے خلاف نہیں

امام بخاری نے صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بوائی تو صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں ڈالیں۔ آپ نے فرمایا میں نے سونے کی انگوٹھی بوائی تھی۔ میں اسے نہیں پہنوں گا اور آپ نے اسے پھینک دیا صحابہ نے بھی انگوٹھیاں پھینک دیں۔ (بخاری، باب الاقداء بافعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حافظ ابن حجر نے اس کے تحت فرمایا۔

امام بخاری نے یہاں ایک ہی مثل پر اکتفا کیا ہے کیونکہ یہ صحابہ کی اقداء فعل اور ترک دونوں پر مشتمل ہے۔

جواب: پھینکنے کو مجازاً ترک کہہ دیا ہے ورنہ پھینکنا فعل ہے اور صحابہ نے فعل ہی کی اقداء کی ترک تو اسے عارض ہوا ہے اس طرح آپ نے جب نطین اتارے تو صحابہ نے اقداء میں نطین اتار دیے تو انہوں نے ایسے فعل میں اقداء کی جس کا نتیجہ ترک ہے اور یہ محل بحث ہی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے کب آپ کے فعل کی اقتدا کا انکار کیا ہے؟ ہم تو انہی میں خود و سعادت مانتے ہیں لیکن ذریعہ بحث تو وہ معطلات ہیں جو آپ صلوٰۃ ہی نہیں ہوئے مثلاً موجد، محفل، میلاد، محفل شب، معراج وغیرہ ہم انہیں عام نہیں کہہ سکتے ورنہ یہ تو اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت لازم آئے گی کیونکہ ترک تحریم ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح اسلاف کا کسی عمل کو ترک کرنا یعنی اسے بجا نہ لانا اس کے معنی ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔
امام شافعی فرماتے ہیں۔

كل ماله مستند من الشرع فليس يردوه على فعله جس کی سند شرع نہ ہو وہ بدعت نہیں ہوا کرتا اگرچہ اس کی کسی سلف نے عمل نہ کیا ہو

کیونکہ ان کا اس وقت بجا نہ لانا کسی عذر کی وجہ سے ہو سکتا ہے یا وہ اس سے افضل پر عمل پیرا ہوں
ترک کا تقاضا کیا ہے؟

ہم نے سابقہ بیان کیا کہ ترک، حرمت کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ وہ تو متروک کے جواز و مشروعیت پر دلالت کرتا ہے، علامہ حدیث نے ترک کا یہ مفہوم اپنی کتب میں لیا ہے مثلاً۔

امام ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔
كان اخبر الاميرين من رسول الله ﷺ آپ ﷺ کا آخری معمول یہ تھا کہ
صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء آگ کی مس کردہ چیز کے استعمال کے بعد
مما غیرت النار وضو نہیں فرماتے تھے۔
واضح رہے انہوں نے یہ قول اس عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔
ترک الوضوء مما مست النار (جس شی کو آگ نے چھوا اس کے استعمال کے بعد وضو نہ کرنا)

اس مسئلہ پر مذکورہ قول سے استدلال نہایت ہی واضح ہے اگر آگ کی مس کردہ چیز سے وضو لازم ہوتا تو آپ اسے ترک نہ فرماتے۔ جب آپ نے ترک فرمایا تو واضح ہو گیا کہ وہ لازم نہ تھا۔

امام ابو عبد اللہ تھمالی نے "مفتاح الوصول" میں فرمایا۔
دلالت میں فعل کے ساتھ ترک بھی شامل ہے کیونکہ جس طرح عدم تحریم پر آپ کے فعل سے استدلال کیا جاتا ہے اسی طرح ترک سے عدم وجوب پر استدلال کیا جاسکتا ہے اس کی مثال وہ استدلال ہے جو ہمارے علماء نے آگ کی مس کردہ چیز سے وضو کے عدم وجوب پر کیا ہے۔

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بکری کی دستی کا گوشت تناول فرمایا پھر نماز ادا فرمائی مگر وضو نہ کیا۔

اسی طرح ہمارے علماء کا یہ استدلال بچھنے لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ نے بچھنے لگوائے مگر وضو نہ فرمایا۔

(مفتاح الوصول، ۹۳ مطبوعہ مکتبہ خانگی)

اس سے یہ ضابطہ از خود سامنے آجاتا ہے۔
جائز الشربک لیس بواجب جس کا ترک جائز ہو وہ واجب نہیں ہوا کرتا

اشتبہ کا ازالہ

حضور ﷺ نے جس چیز کو ترک فرمایا اس کی علماء نے دو اقسام بیان کی ہیں۔
۱۔ اس فعل کی ضرورت آپ کی ظاہری حیات پیش نہ آئی تھی۔ آپ کے وصل کے بعد اس کی ضرورت پیش آئی یہ جائز ہے۔

۲۔ دوسرا وہ فعل جس کی ضرورت پیش آئی مگر ظاہری حیات میں نہ کیا۔
ترک کی اس قسم کو ممنوع قرار دیا جائے گا کیونکہ اگر اس کے بجالانے میں مصلحت ہوتی تو آپ بجالاتے جب آپ نے نہیں کیا تو وہ ناجائز ہوگا۔

عیدین کے لیے اذان کا بدعت ہونا مسلمہ ہے مگر

اس کی مثال ابن تیمیہ نے نماز عیدین کے لیے اذان کی دی ہے جسے بعد کے حکمرانوں نے اہجلا کیا اس پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا 'اذان جیسے افعال اہل حضور ﷺ نے ترک فرمایا باوجود ان کی ضرورت بھی تھی۔

کوئی بھی مبتدع اس سے استدلال کر سکتا ہے کہ اللہ کا ذکر ہے 'لوگوں کو عبادہ الہی کی طرف بلانا ہے اور اسے اذان جمعہ پر قیاس کرے تو جب آپؐ نے جمعہ کی اذان کا حکم دیا اور عیدین کی نماز بلا اذان و تکبیر ادا فرمائی تو آپؐ کا ترک فرمانا اس پر شہم فہمرا کہ ترک اذان سنت ہے تو اب کسی کو اجازت نہیں وہ عیدین کے لیے اذان اضافہ کرے۔ الخ

دو مسائل میں التباس

واضح رہے امام شافعیؒ ابن حجر مکی وغیرہ نے بھی یہ بات کی ہے حالانکہ ان مسئلہ ترک اور مسئلہ مقام بیان میں سکوت میں التباس ہو گیا ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ عیدین کے اذان بدعت و ناجائز ہے مگر اس وجہ یہ نہیں کہ آپؐ نے اسے ترک فرمایا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ نے عیدین میں جو کرنا تھا وہ بیان فرمایا مگر اذان کا ذکر نہ فرمایا تو آپؐ کا سکوت فرمانا اس پر دال ہے کہ یہ ناجائز ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے ان السکوت فی مقام البیان بفیید بوقت بیان خاموشی حصر کا فائدہ دیتی ہے الحصر

مذکورہ قاعدہ کا احادیث سے ثبوت

جن احادیث میں بوقت بیان سوال سے منع کیا گیا ہے وہ اس قاعدہ کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔

۱۔ امام بزار نے حضرت ابو الدوامؓ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

احل اللہ فی کتابہ نہو حلال
ما حرم فہو حرام وما مسکت عنہ
ہو عفو فاقبلوا من اللہ عافیۃ
وان اللہ لم یکن ینسی شیئاً
اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جسے حلال
فرمایا وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیا
ہے وہ حرام ہے اور جس پر اس نے
خاموشی اختیار فرمائی وہ معاف ہے پس
اللہ تعالیٰ کی طرف سے عافیت قبول کرنا
سیکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی بھول طاری
نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وما کان ربک نسیاً
اور آپؐ کا رب بھولنے والا نہیں۔

امام موصوف اس روایت کی سند کے بارے میں کہتے ہیں۔

استادہ صالح وصحیحہ الحاکم
اس کی سند صحیح ہے اور حاکم نے اسے
صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ امام دارقطنی نے حضرت ابو ثعلبہ الخثعمیؓ سے روایت کیا
سبب خدائہ ﷺ نے فرمایا۔

ان اللہ فرض فرائض فلا تضیوہا
وحد حدوداً فلا تعتدوہا وحرم
اشیاء فلا تنتہکوا وسکت عن
اشیاء ورحمة بکم من غیر نسیان
فلا تبغثوا عنہا
اللہ تعالیٰ نے فرائض لازم قرار دیئے ہیں
انہیں ضائع نہ کرو حدود مقرر فرمادی ہیں
ان سے تجاوز نہ کرو۔ کچھ اشیاء حرام فرما
دی ہیں ان کی بے حرمتی نہ کرو اور جن
اشیاء سے وہ خاموش ہے وہ بھول نہ سمجھو

بلکہ تم پر رب کی رحمت ہے لہذا ان کے
بارے میں بحث ہی نہ کرو۔

ان دونوں احادیث مبارکہ میں قاعدہ مذکورہ کی
اثباتی کر دی گئی ہے کہ یہاں وہ ترک نہیں جو محل بحث ہے اور ایک مسئلہ کا
دوسرے کے ساتھ التباس نہیں ہونا چاہیے۔

ام کے دونوں کے درمیان فرق واضح کر دیا ہے مالک معاملہ آپ کی طرف سے
رہے یہ اہم فائدہ شاید آپ کو اس رسالہ کے علاوہ سے دستیاب نہ ہو۔

تمہ کلام

حضرت عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں ہمیں حضرت سلام بن ابی مطیع نے ابن
وفیلہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے بیان کیا میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کے پاس تھا تو آپ نے فرمایا۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ عن رسول اللہ ﷺ نے زہیب اور
الزہیب والنمر سے منع فرمایا ہے

یعنی ان دونوں کو طمانے سے منع فرمایا میرے پیچھے سے ایک آدمی نے اس
بارے میں کچھ کہا تو میں نے کہا۔

حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ نے تحریر اور زہیب
النمر والزہیب (کے طمانے کو) حرام قرار دیا ہے

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔
کذبت تو نے جھوٹ کہا۔

میں نے عرض کیا حضرت کیا یہ آپ نے خود نہیں فرمایا؟
نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ نے منع فرمایا تو
حرام ہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔
انت تشهد بذلك

حضرت سلام کہتے ہیں آپ کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔
ما نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادب

یہ حضور ﷺ کا منع کرنا بطور کراہت
تھا

ذرا غور تو کیجئے حضرت عبداللہ بن عمر (جو تمام صحابہ میں سے ہیں) اس شخص
کی کس طرح تکذیب فرما رہے ہیں جس نے لفظ ”نہی کی تفسیر“ حرم سے کی اگرچہ

کی مفید تحریر ہوتی ہے لیکن ہر جگہ میں ہلکہ یہ بعض اوقات مفید کراہت ہوتی ہے
”فہو ادب“ سے حضرت سلام کی مراد بھی کراہت ہی ہے۔

حضرت ابن عمر کے کلام کا معنی یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ ہرگز جائز
میں کہ وہ کتب و سنت کی واضح دلیل کے بغیر کسی شی کو حرام کہنے کی جرات کرے
”اس ضابطہ پر صحابہ“ تابعین اور تمام ائمہ عمل پیرا ہوئے۔ امام ابراہیم بخاری نے فرمایا کہ
ہاں۔

کاتوا بکرمھوں اشیاء اسلاف امت اشیاء کو مکروہ کہتے حرام
لا یحرمونہا۔ نہیں کہتے تھے۔

اسی طرح امام مالک، امام شافعی اور امام احمد جب تک کسی شی کے حرام ہونے کا
یقین نہ ہوتا اس پر حرام کا اطلاق نہ کرتے اگر شبہ ہوتا یا اختلاف وغیرہ تو صرف اتنا کہتے
میں اسے پسند نہیں کرتا اس پر اضافہ نہ کرتے۔

امام شافعی فرماتے۔
احشیٰ ان یکون حراما

میں اسے حرام کہنے سے ڈرتا ہوں
وہ کسی عمل و فعل پر یقینی طور پر حرام کا حکم لگاتے ہوئے دیتے کہیں اللہ تعالیٰ

کے اس ارشاد گرامی کے تحت ہم بھی نہ آجائیں۔
ولا نقولوا لما نصف الستکم

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان
الکذب هذا حلال وهذا حرام کوئی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے
لتفتروا واعلیٰ اللہ الکذب کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔

ان کا کیا حال ہو گا جو بغیر (کتب و سنت کی) کسی دلیل کے بہت سے اعمال کو
حرام کہتے ہیں اور صرف اتنی بات کرتے ہیں انہیں رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا

حکایت کہ آپ پڑھ چکے اس سے عمل کا حرام یا مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا تو یہ لوگ آیت
مذکورہ کے عموم میں شامل ہوں گے۔

ترک کی مثالیں

کچھ ایسے اعمال جنہیں رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔
۲۴۷

۱- موجد محافل میلاد۔

۲- محفل شب معراج۔

۳- شب برات کے موقع پر شب بیداری

۴- جنازہ کے ساتھ ذکر

۵- گھر میں میت پر تلاوت قرآن

۶- قبر کے پاس تلاوت قرآن

۷- آٹھ رکعت سے زائد نماز تراویح۔

جو شخص ان کو یا ان کی ہم مثل اشیاء کو اس دعویٰ کی بنا پر حرام کہے گا کہ حضور ﷺ نے انہیں نہیں کیا اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قربان مبارک مت آئے گا۔
اللہ افن لکم لم علی اللہ نغفرون یا کیا اللہ نے کسی نہیں جادوئی یا اللہ پر تھوڑا باندھ ہو۔
یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان اشیاء کو مباح قرار دینا بھی عموم آیت میں داخل ہے
کیونکہ جب تک ان کے بارے میں کوئی نہیں وارد نہ ہو جو ان کے حرام یا مکروہ ہونے کا تقاضا کرے تو اصل اباحت ہی ہے آپ کا ارشاد عالی ہے۔

وما سکتہ عنہ فقہو عمو
اس سے رب تعالیٰ خاموش نہیں رہے وہ
معاف ہیں (یعنی ان کی اجازت ہے)

یہی تک ہم نے مسئلہ ترک کو خوب واضح کر دیا ہے اس سے استدلال کرنے والوں کا بھی ایسے دلائل سے مبالغہ کیا جو کسی منصف کے لیے محل اعتراض نہیں اور کسی منظر اور مجاہد کے لیے محل مغر نہیں۔

در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی حق کہنے والا ہے اور وہی سیدھے راہ کی رہنمائی فرماتا ہے والحمد للہ رب العالمین

نوٹ: یہ ترجمہ ۱۳ ستمبر ۱۹۹۳ء بروز بدھ جامعہ اسلامیہ لاہور میں شروع ہوا اور اس کی تکمیل دو سہ روز ۱۳ ستمبر بروز جمعرات بعد نماز مغرب جامع رحمانیہ شملہ لاہور میں ہوئی اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم سے دو دن میں یہ ترجمہ مکمل ہو گیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ولي النعم والصلاة والسلام على
سيد العرب والعجم، سيدنا محمد المخصوص بكامل
العر والشرف وعلى آله وأصحابه أولي الفضل والكرم.

بسم الله

فهذه رسالة وجيزة في صفحاتها، مهمة في
موضوعها، سبقتها براءة... العلامة المحدث المحقق
الشریف سیدی عبداللہ بن الصدیق الفاری الحسینی
رحمہ اللہ تعالیٰ ونور مرقدہ، والذي أسعده بجواره
في ۲۰ شعبان سنة ۱۴۱۳ هـ وقد استوفى المصنف
حقاً لم يسبق إليه، ولم ينسب بفضل الله عليه، وهو
بحث الترك الذي لا يقتل بامر أو نهي.

فإننا نجا جمهرة من المتشددین يستدلون
بالتارك على تحريم المتروك، وهي شهادة على نفي /

فما أسرع انهيار صرحها وتهاويه أمام الأدلة
المذكورة في هذه الرسالة.

وإننا نلفت نظر القارئ الكريم إلى عدم
التسرع بالحكم بالتحريم لمجرد الترك فإن في ذلك
استحداثاً في الدين، وشهادة على الثقة، وافتئاتاً في
الشرع.

وقد أشار المصنف رحمه الله تعالى إلى مسألة
الترك في كتابيه «اتقان الصنعة في تحقيق البدعة»
وفي «الرد المحكم المتين على كتاب القول المبين»
وكلاهما سارت بهما الركبان.

والله نسأل أن ينفع بها وبسائر مصنفاته وأن
يتغمده برحمته والحمد لله رب العالمين والصلاة
والسلام على سيد الأولين والآخرين.

عيسى بن عبدالله بن مانع الحميري

تقديم

الترك ليس بحجة في شرعنا
لا يقتضي منعاً ولا إيجاباً
فمن اتقى حظراً بشك نبياً
ورأه حكماً صادقاً وصواباً
قد ضل عن نهج الأدلة كلها
بل أخطأ الحكم الصحيح وخاب
لا حظر يمكن إلا إن نهى أتى
منوعداً لمخالفه عذاباً
أو ذم فعل مؤذن بعقوبة
أو لفظ تحريم بواكب عاباً

بسم الله الرحمن الرحيم

أحمد لله الذي هدانا لهذا السبيل ، ووفقنا لمعرفة الحق
والدليل ، والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله الأكرام
ورضى الله عن صحابته والتابعين .

أما بعد : فقد طلب مني تلميذنا الفاضل الأستاذ محمود
أن أحرر رسالة في مسألة الترك ، تزيل عن قارئها كل حيرة
وشك ، وذكر أنه وعد في (إتقان الصلعة) إشارة إليها موجزة
فأجبت طلبه وأسعفت رغبته ، وكتبت هذا المؤلف محرراً ليكم
فازته في ميدان الاستدلال على بصيرة من أمره ، ويعرف الدليل
المقبول من غيره ، والله الموفق والشاكر وعليه اعتمادي .

المقدمة

لأدلة التي احتج بها أئمة المسلمين جميعاً هي :

الكتاب والسنة - لا خلاف بينهم في ذلك - وإنما اختلفوا في
إجماع والقياس ، فالجمهور احتج بها وهو الراجح لوجوه مفرقة
علم الأصول . وتوجد أدلة تختلف فيها بين الأئمة الأربعة ،
من الحديث المرسل ، وقول الصحابي ، وشرع من قبلنا ،
استصحاب ، والاستحسان ، وعمل أهل المدينة والكلام
فيها مبسوط في كتاب الاستدلال من جمع الجوامع للسبكي .

ما هو الحكم الشرعي؟

الحكم هو خطاب الله المتعلق بفعل المكلف ، وأنواعه خمسة :

- (١) الواجب أو الفرض : وهو ما يثاب فاعله ويعاقب تاركه
مثل الصلاة والزكاة وصوم رمضان وبر الوالدين .
- (٢) الحرام : وهو ما يعاقب فاعله ويثاب تاركه ، مثل الربا
الزنا والعقوق والخمر .
- (٣) المندوب : وهو ما يثاب فاعله ولا يعاقب تاركه ، مثل
أقل الصلاة .

(٤) المكروه : وهو ما يثاب تاركه ولا عقاب على فاعله ، مثل صلاة النافلة بعد صلاة الصبح أو العصر .

(٥) المباح أو الحلال : وهو ما ليس في فعله ولا تركه ثواب أو عقاب مثل أكل الطيبات والتجارة . فهذه أنواع الحكم التي ينزل عليها الفقه الإسلامي . ولا يجوز لمجتهد صحابياً كان أو غيره أن يصدر حكماً من هذه الأحكام إلا بدليل من الأدلة السابقة ، وهذا معلوم من الدين بالضرورة لا يحتاج الى بيان .

ما هو الترك؟

نقصد بالترك الذي ألفنا هذه الرسالة لبيان :

أن يترك النبي ﷺ شيئاً لم يفعله أو يتركه السلف الصالح غير أن يأتي حديث أو أثر بالتهمي عن ذلك الشيء المتروك يقتضيه تحريمه أو كراهته .

وقد أكثر الاستدلال به كثير من المتأخرين على تحريم أشياء من ذهبها ، وأفرط في استعماله بعض المتطعين المتميزين . ورأيت أمة تيمية إستدل به واعتمده في مواضع سيأتي الكلام عليها بحول الله .

أنواع الترك

إذا ترك النبي ﷺ شيئاً فيحتمل وجوها غير التحريم :

(١) أن يكون تركه عادة : قدم إليه ﷺ ضرب مشوي فمد يده شريفة ليأكل منه فقيل : إنه ضب ، فأمسك عنه ، فسئل : عوام هو ؟ فقال : لا ، ولكنه لم يكن بأرض قومي فأحدثني عذاه ! . . . والحديث في الصحيحين وهو يدل على أمرين : أحدهما : أن تركه للشيء ولو بعد الإقبال عليه لا يدل على حرمة .

والآخر : أن استقذار الشيء لا يدل على تحريمه أيضاً .

(٢) أن يكون تركه نسياناً ، سهاً في الصلاة فترك منها شيئاً فسئل : هل حدث في الصلاة شيء ؟ فقال : وإنما أنا بشر أنسى كما نسون ، فإذا نسيت فذكروني .

(٣) أن يكون تركه مخافة أن يفرض على أمته ، كتركه صلاة التراويح حين اجتمع الصحابة ليصلوها معه .

(٤) أن يكون تركه لعدم تفكيره فيه ، ولم يخطر على باله . قال ﷺ يخطب الجمعة الى جندع نخلة ولم يفكر في عمل كرسي يقوم عليه ساعة الخطبة ، فلما اقترح عليه عمل منبر يخطب عليه وافق وافره لأنه أبلغ في الاسماع . واقترح الصحابة أن يبنوا له دكة من طين يجلس عليها ليعرفه الوافد الغريب ، فوافقهم ولم يفكر فيها من قبل نفسه .

(٥) أن يكون تركه لدخوله في عموم آيات أو أحاديث ، كتركه

صلاة الضحى ، وكثيراً من المندوبات لأنها مشمولة لقول الله تعالى
﴿ وافعلوا الخير لعلكم تفلحون ﴾ وأمثال ذلك كثيرة .

(٦) أن يكون تركه خشية تغير قلوب الصحابة أو بعضهم
قال رحمه الله : «لولا حداثة قومك بالكفر لنقضت البيت
لبنيته على أساس إبراهيم عليه السلام فإن قريناً استقصرت بناء
وهو في الصحيحين . فترك رحمه الله لنفس البيت وإعادة بنيته حتى
تقلب أصحابه الغربي العهد بالاسلام من أهل مكة . ويحتمل
تركه رحمه الله وجوهاً أخرى نعلم من تتبع كتب السنة . ولم يأت
حديث ولا أثر نصريح بأن النبي صلى الله عليه وآله ترك شيئاً لأنه حرام .

الترك لا يدل على التحريم

قررت في كتاب (الرد المحكم المتن) أن ترك الشيء لا يدل
على تحريمه . وهذا نص ما ذكرته هناك :

والترك وحده إن لم يصحبه نص على أن المتروك محظور لا
يكون حجة في ذلك بل غايته أن يفيد أن ترك ذلك الفعل
مشروع . وإما أن ذلك الفعل المتروك يكون محظوراً فهذا لا
يستفاد من الترك وحده ، وإنما يستفاد من دليل يدل عليه .

ثم وجدت الإمام أباً سعيد بن لب ذكر هذه القاعدة أيضاً ،
فإنه قال في الرد على من كره الدعاء عقب الصلاة : غاية ما يستدل
إليه منكر الدعاء أديار الصلوات أن إلتزامه على ذلك الوجه لم يكن

من عمل السلف ، وعلى تقدير صحة هذا النقل ، فالترك ليس
أوجب لحكم في ذلك المتروك إلا جواز الترك وانتفاء الحرج فيه ،
وأما تحريم أو لصوق كراهية بالمتروك فلا ، ولا سباً فيما له أصل
عليه منقرر من الشرع كالدعاء .

وفي (المحل) ج : ٢ ص : ٢٥٤ ذكر ابن حزم احتجاج
المالكية والحنفية على كراهية صلاة ركعتين قبل المغرب بقول
إبراهيم النخعي أن أباً بكر وعمر وعثمان كانوا لا يصلونها . ورد
عليهم بقوله : لو صح لما كانت فيه حجة ، لأنه ليس فيه أنهم
رضي الله عنهم نهوا عنها .

قال أيضاً : وذكروا عن ابن عمر أنه قال : ما رأيت أحداً
يصليهما . ورد عليه بقوله : وأيضاً فليس في هذا لو صح نهى
عنها ، ونحن لا ننكر ترك التطوع ما لم ينه عنه .

وقال أيضاً في (المحل) ج : ٢ ص : ٢٧١ في الكلام على ركعتين
بعد العصر : وأما حديث علي ، فلا حجة فيه أصلاً ، لأنه ليس
فيه إلا إخباره بما علم من أنه لم ير رسول الله صلى الله عليه وآله صلاهما ، وليس
في هذا نهى عنها ولا ذمها ، فما صام عليه السلام قط شهراً
كاملاً غير رمضان وليس هذا بموجب كراهية صوم شهر كامل
نظوفاً . أهـ . فهذه نصوص صريحة في أن الترك لا يفيد كراهية
فقطاً عن الحرمة .

وقد أنكر بعض المنتظمين هذه القاعدة ونفى أن تكون من علم

الأصول قدل بانكاره على جهل عريض ، وعقل مريض .

وما أنذا أين أدلتها في الوجوه الآتية :

أحدها : إن الذي يدل على التحريم ثلاثة أشياء :

(١) النهي ، نحوه ولا تقربوا الزنا . ولا تأكلوا أموالكم
بينكم بالباطل .

(٢) لفظ التحريم ، نحوه حرمت عليكم الميتة . . .

(٣) ذم الفعل أو التوعد عليه بالعقاب ، نحوه من غش
فليس منا . والترك ليس واحداً من هذه الثلاثة ، فلا
يقضي التحريم .

ثانيها : إن الله تعالى قال : ﴿ وما آتاكم الرسول فخذوه وما
نهاكم عنه فانتهوا ﴾ ولم يقل : وما تركه فانتهاوا عنه ، فالترك لا
يفيد التحريم .

ثالثها : قال النبي ﷺ : « ما أمرتكم به فأتوا منه ما استطعتم وما
نهيتكم عنه فاجتنبوه » ولم يقل : وما تركته فاجتنبوه . فكيف دل
الترك على التحريم ؟

رابعها : أن الأصوليين عرفوا السنة بأنها قول النبي ﷺ وفعله
وتقريره ولم يقولوا : وتركه ، لأنه ليس بدليل .

خامسها : تقدم أن الحكم خطاب الله ، وذكر الأصوليين : أن

يبدل عليه قرآن أو سنة أو إجماع أو قياس ، والترك ليس
بأمر منها فلا يكون دليلاً .

سادسها : تقدم أن الترك يحتمل أنواعاً غير التحريم ،
الغلبة الأصولية أن ما دخله الاحتمال سقط به الاستدلال ، بل
أيضاً أنه لم يرد أن النبي ﷺ ترك شيئاً لأنه حرام ، وهذا وحده
في بطلان الاستدلال به .

سابعها : أن الترك أصل لأنه عدم فعل ، والعدم هو الأصل
فعل طارئ والأصل لا يدل على شيء لغة ولا شرعاً ، فلا
يبيح الترك تحريماً .

أقوال غير محرة

قال ابن السمعاني : إذا ترك الرسول ﷺ شيئاً وجب علينا
الاعتناء فيه ، واستدل بأن الصحابة حين رأوا النبي ﷺ أمسك يده
عن الضرب توقفوا وسألوه عنه . .

قلت : لكن جوابه ﷺ بأنه ليس بحرام - كما سبق - يدل على
أن تركه لا يقتضي التحريم . فلا حجة له في الحديث ، بل الحجة
عليه .

وسبق أن الترك يحتمل أنواعاً من الوجوه ، فكيف نجب متابعته
أمر محتمل لأن يكون عادة أو سهواً أو غير ذلك مما تقدم ؟

سئل عن يزور القبور ويستجد بالمقبور ، في مرض
بفرسه أو بعيره ويطلب إزالة النبي بهم أو نحو ذلك ؟

فأجاب بجواب مطول وكان مما جاء فيه قوله :

ولم يفعل هذا أحد من الصحابة والتابعين ولا أمر به أحد
الأئمة ، يعني أنهم لم يسألوا الدعاء من النبي ﷺ بعد وفاته
كانوا يسألونه في حالة حياته .

وقلت في الرد عليه : وأنت خير بأن هذا لا يصح ولا
يدعيه وذلك لوجوه :

أحدها : أن عدم فعل الصحابة لذلك يحتمل أن يكون
إنفاقاً ، أي اتفق أنهم لم يطلبوا الدعاء منه بعد وفاته ، ويحتمل
بكون ذلك عندهم غير جائز ، أو يكون جائزاً وغيره أفضل
فتركوه إلى الأفضل . . . ويحتمل غير ذلك من الاحتمالات
والقاعدة أن ما دخله الاحتمال سقط به الاستدلال انتهى المراد منه

قلت : ويؤيد أنهم لم يتركوه لعدم جوارحه أن بلال بن الحارث
الأنصاري ذهب عام الرمادة إلى القبر النبوي وقال : (يا
رسول الله استسق لأمتك) فأناء في المنام وقال له : اذهب إلى
عمر وأخبره أنكم مسقون وقل له : عليك الكيس الكبير
فأخبر عمر فبكى وقال : (اللهم ما ألو إلا ما عجزت عنه) ولم
يعتقه على ما فعل ، ولو كان غير جائز عندهم لعنفه عمر .

قال البخاري في صحيحه :

(باب الاقتداء بأفعال النبي ﷺ) وروى فيه عن ابن عمر قال :
أخذ النبي ﷺ خاتماً من ذهب فاتخذ الناس خواتيم من ذهب .
قال : إني اتخذت خاتماً من ذهب . فنبذه وقال : (إني لن ألبس
سداً) فنبذ الناس خواتيمهم . قال الحافظ : اقتصر على هذا المثال
لاشتماله على تأسيهم به في الفعل والترك .

قلت : في تعبيره بالترك تجوز ، لأن النبذ فعل ، فهم تأسوا به
في الفعل ، والترك ناشئ عنه .

وكذلك لما خلع نعله في الصلاة ، وخلع الناس نعالهم ، تأسوا
به في خلع النعل ، وهو فعل نتيجته الترك .
وليس هذا محل بحثنا كما هو ظاهر .

وأيضاً فإننا لا تنكر اتباعه ﷺ في كل ما يصدر عنه ، بل نرى فيه
القبول والسعادة لكن ما لم يفعله كالاحتفال بالمولد النبوي وليلة
المعراج ، لا نقول إنه حرام ، لأنه افتراء على الله ، إذ الترك لا
يقضي التحريم .

وكذلك ترك السلف لشيء - أي عدم فعلهم له - لا يدل على أنه
مخطور . قال الامام الشافعي : (كل ما له مستند من الشرع
فليس ببدعة ولو لم يعمل به السلف) . لأن تركهم للعمل به قد

يكون لعذر قام لهم في الوقت ، أولاً هو أفضل منه أولعله لم
جميعهم علم به .

ماذا يقتضي الترك؟

بيننا فيما سبق أن الترك لا يقتضي تحريماً ، وإنما يقتضي
المتروك ، ولهذا المعنى أورده العلماء في كتب الحديث . فروى
داود والنسائي عن جابر رضي الله عنه قال : (كان آخر الأمر
من رسول الله ﷺ ترك الوضوء مما غيرت النار).

أوردوه تحت ترجمة : (ترك الوضوء مما مست النار)
والاستدلال به في هذا المعنى واضح ، لأنه لو كان الوضوء مما طبع
بالنار واجباً ما تركه النبي ﷺ وحيث تركه دل على أنه غير واجب .
قال الإمام أبو عبد الله التلمساني في مفتاح الوصول
(ويلحق بالفعل في الدلالة ، الترك . فإنه كما يستدل بفعله
على عدم التحريم يستدل بتركه على عدم الوجوب . وهذا
كاحتجاج أصحابنا على عدم وجوب الوضوء مما مست النار به).

روى أنه ﷺ أكل كتف شاة ثم صلى ولم يتوضأ ،
وكاحتجاجهم على أن الحجامة لا تنقض الوضوء ، بما روى أنه ﷺ
احتجم ولم يتوضأ صلى . انظر مفتاح الوصول ص : ٩٣ طبعه
مكتبة الخانجي ومن هنا نشأت القاعدة الأصولية : جائز الترك
ليس بواجب .

إزالة اشتباه

قسم العلماء ترك النبي ﷺ لشيء ما ، على نوعين : نوع لم
يوجد ما يقتضيه في عهده ثم حدث له مقتض بعدة ﷺ . فهذا
جائز على الأصل .

وقسم تركه النبي ﷺ مع وجود المقتضي لفعله في عهده ، وهذا
الترك يقتضي منع المتروك ، لأنه لو كان فيه مصلحة شرعية لفعله
النبي ﷺ ، فحيث لم يفعله دل على أنه لا يجوز .

ومثل ابن تيمية لذلك بالأذان لصلاة العيدين الذي أحدثه
بعض الأمراء وقال في تقريره : لمثل هذا الفعل تركه النبي ﷺ مع
وجود ما يعتقده مقتضياً له مما يمكن أن يستدل به من ابتدعه ، لكونه
ذكر الله ودعاء للخلق إلى عبادة الله وبالفاس على أذان الجمعة .
فلما أمر الرسول ﷺ بالأذان للجمعة ، وصلى العيدين بلا أذان
ولا إقامة ، دل تركه على أن ترك الأذان هو السنة ، فليس لأحد أن
يزيد في ذلك . . . إلخ كلامه .

وذهب إلى هذا أيضاً الشاطبي وابن حجر الهيتمي وغيرهما ،
وقد اشبهت عليهم هذه المسألة بمسألة السكوت في مقام البيان .
صحيح أن الأذان في العيدين بدعة غير مشروعة ، لا لأن النبي ﷺ
تركه ولكن لأنه ﷺ بين في الحديث ما يعمل في العيدين ولم يذكر
الأذان ، فدل سكوته على أنه غير مشروع .

والقاعدة : أن السكوت في مقام البيان يفيد الحصر .

والى هذه القاعدة تشير الأحاديث التي نهت عن السؤال ما
البيان .

روى البزار عن أبي الدرداء قال : قال رسول الله ﷺ : « ما
أحل الله في كتابه فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو
عفو فاقبلوا من الله عافيته فإن الله لم يكن لينسى شيئاً ثم تلا : «
كان ربك نسياناً » .

قال البزار : إسناده صالح ، وصححه الحاكم .

وروى الدارقطني عن أبي ثعلبة الحشني عن رسول الله ﷺ
قال : « إن الله فرض فرائض فلا تضيعوها ، وحد حدوداً فلا
تعتدوها وحرم أشياء فلا تنتهكوها ، وسكت عن أشياء رحمة بكم
من غير نسيان فلا تبحثوا عنها » .

في هذين الحديثين إشارة واضحة الى القاعدة المذكورة . وهو
غير الترك الذي هو محل بحثنا في هذه الرسالة ، فخلط أحدهما
بالأخرى مما لا ينبغي .

ولذا بينت الفرق بينهما حتى لا يشتبه على أحد . وهذه فائدة
لا توجد إلا في هذه الرسالة والحمد لله .

* * *

تتميم

قال عبد الله بن المبارك : أخبرنا سلام بن أبي مطيع عن ابن
دخيلة عن أبيه قال : كنت عند ابن عمر فقال : (سمى
رسول الله ﷺ عن الزبيب والتمر يعني أن يخلط) .

فقال لي رجل من خلفي ما قال ؟ فقلت : (حرم رسول الله ﷺ
التمر والزبيب) . فقال عبد الله بن عمر : (كذبت) ! فقلت :
السم تقل سمى رسول الله ﷺ عنه ؟ فهو حرام) فقال : (أنت
شاهد بذلك) ؟ قال سلام كأنه يقول : ما سمى النبي ﷺ فهو
أب .

قلت : أنظر الى ابن عمر - وهو من فقهاء الصحابة - كذب
الذي فسر سمى بلفظ حرم ، وإن كان التهي يفيد التحريم . لكن
ليس صريحاً فيه بل يفيد الكراهة أيضاً وهي المراد بقول سلام :
فهو أدب . ومعنى كلام ابن عمر : أن المسلم لا يجوز له أن يتجرا
على الحكم بالتحريم إلا بدليل صريح من الكتاب أو السنة ، وعلى
هذا درج الصحابة والتابعون والأئمة .

قال إبراهيم النخعي وهو تابعي : كانوا يكرهون أشياء لا
يحرمونها . وكذلك كان مالك والشافعي وأحمد كانوا يتوقفون إطلاق
لفظ الحرام على ما لم يتيقن تحريمه لنوع شبهة فيه ، أو اختلاف أو
نحو ذلك ، بل كان أحدهم يقول أكره كذا ، لا يزيد على ذلك .
ويقول الامام الشافعي تارة : أخشى أن يكون حراماً ، ولا

يجزم بالتحريم يخاف أحدهم إذا جزم بالتحريم أن يشمله قول الله تعالى : ﴿ ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب ﴾ .

فما هؤلاء المترمتين اليوم يجزمون بتحريم أشياء مع المبالغة ذمها بلا دليل إلا دعواهم أن النبي ﷺ لم يفعلها ، وهذا لا يبرأ تحريماً ولا كراهة ، فهم داخلون في عموم الآية المذكورة .

نماذج من الترك

هذه نماذج لأشياء لم يفعلها النبي ﷺ :

- (١) الاحتفال بالمولد النبوي .
- (٢) الاحتفال بليلة المعراج .
- (٣) إحياء ليلة النصف من شعبان .
- (٤) تشييع الجنائز بالذكر .
- (٥) قراءة القرآن على الميت في الدار .
- (٦) قراءة القرآن عليه في القبر قبل الدفن وبعده .
- (٧) صلاة التراويح أكثر من ثمان ركعات .

فمن حرم هذه الأشياء ونحوها بدعوى أن النبي ﷺ لم يفعلها فأنزل عليه قول الله تعالى ﴿ الله أذن لكم أم على الله تفترون ﴾ . لا يقال : وإباحة هذه الأشياء ونحوها داخلية في عموم الآية لأننا

يقول : ما لم يرد شيء عنه يفيد تحريمه أو كراهته ، فالأصل فيه لإباحة لقول النبي ﷺ : « وما سكت عنه فهو عفو » أي مباح .

وبعد : فقد أوضحنا مسألة الترك ، وأبطلنا قول من يحتج به بما يديناه من الدلائل التي لم تدع قولاً لمنصف ولا تركت شيئاً لصاحب جلد والحاج .

والله يقول الحق وهو يهدي السبيل ، والحمد لله رب العالمين .

فصل دوم در بیان مباحث و کتب گوناگون ۴۴۴

آثار رسول کی عظمتیں

از افادات
مفتی احمد حضرت علامہ
مفتی محمد خان قادری

مرتبہ
منظور حسین اختر

تحفہ طاموس رسالت محاذ

لسان العرب میں اس منکور نے لفظ "انہی" کے تحت ایک مفہوم یہ بیان فرمایا ہے کہ انہی المرتفع اور المرتفع۔
 وہاں ہے جو خود بھی بلند ہے والا اور جس کو چاہے اسے بلند رہے عطا کرنے والا بھی ہو۔ یعنی جس چیز کو نبی سے نسبت
 ملے وہ بھی بلند مرتبت ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کو آقا حضور ﷺ سے گہری نسبت ہونے کی بدولت
 عطا ہوا کہ کروڑوں ولی، مقلب، ثبوت و ابدال اکٹھے ہو جائیں کسی ایک صحابی کے برابر نہیں ہو سکتے بلکہ حضور ﷺ
 اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم احد پیادہ کے برابر سو مصدق کرو تو تم صحابہ کے ایک ہند یا
 مصادیق کے ثواب کو بھی نہ پاسکو گے۔ (بخاری و مسلم) یہ ساری عقلمند نسبت مصلحت ﷺ کی مرہون منت
 نسبت کا فیضان ہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبوب! میں تو تم کی بھی قسم ہی لئے لکھا تاہوں کہ تو اس میں شریک فرما
 دے۔ یہی نہیں اللہ کریم نے کسی چہرے کی قسم نہیں کھائی۔ اور اگر کھائی ہے تو "روح و انہی" کی۔ کسی حسین سے حسین
 نہیں انہی، مگر قسم انہی ہے تو "والسبیل اذا سجد" کی۔ کسی کے امداد و نظم نے اللہ کریم کو نہیں لکھا، لیکن اس نے بے
 "وفیلہ" فرمایا کہ محبوب! بھی قسم انہی اور زمانے سارے ہی اللہ کریم نے پیچہ افرائے، مآ و علیہ السلام سے
 لے کر نبی صلی علیہ السلام تک تمام زمانوں کی خالق و عی ذات کریم ہے لیکن اس نے کسی زمانے کی قسم نہیں انہی، ہاں
 "والعصر" کہہ کر محبوب ﷺ کے زمانے کی قسم انہی۔ اس خالق کائنات کے سامنے کتنی عظیم شخصیات نے
 حوس۔ تمام انبیاء و اولیاء و علماء کی عمریں گزریں، لیکن خدا نے "لعصر" فرمایا کہ واضح کیا کہ جس مہربان کو
 نسبت ہے وہ عمر بھی نہیں پیادی ہے۔ گویا ہر وہ شے جسے محبوب کریم سے نسبت ہو وہ رب کریم کو بھی پیادی ہے اور
 اگر انہی والے مسلمانوں کو بھی پیادی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آقا حضور نبی کریم ﷺ سے نسبت رکھنے والے عمر کات
 میں ٹھوکار ہے اور عاشقان مصلحت ﷺ ان عمر کات کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔ اور یہ تو سب پر میاں ہے کہ صحابہ
 و حضور ﷺ کے ہاں مبارک، لعاب مبارک، خون مبارک، حتیٰ کہ بال مبارک کی عظمت جانتے تھے اور انہیں جان
 عزیز رکھتے۔ آئندہ صفحات میں یہ واضح ہو جائے گا کہ کس طرح صحابہ کرام نے عمر کات نبوی کی حفاظت کی اور وقت
 انہی ان کے حلق و پیش فرمائیں اور ہمیں یہ عقیدہ پاکر "اگر بکوی ہے کی تو انہی عمر کات کی وجہ سے بنے گی۔"

حضور نبی کریم ﷺ کے عمر کات شریف میں خطین شریف کا ایک ممتاز مقام ہے۔ اور انہوں نے حضور ﷺ
 سے محبت کی ان میں سے سر فرست حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے اسماء ہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود
 ہی "صاحب خطین مصلحت ﷺ" ہے، کہ جب بھی حضور ﷺ خطین شریف اجڑتے آپ انہیں جلدی سے اٹھا کر
 لے لے کر اپنے حلقہ کی حفاظت فرماتے اور اس محبت اور حفاظت کا انعام اللہ کریم نے انہیں یوں دیا کہ انہیں "حضر الامہ"
 علم امت کا لقب عطا ہو گیا اور حضور ﷺ نے قرآن مجید کے متعلق جن چار صحابہ کے نام ارشاد فرمائے ان میں سے
 ام حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ہے۔ گویا خطین کی حفاظت کا انعام، علم کی صورت میں ملا اور وہ بھی قرآن کا علم۔ اور یہ تو
 انعام تھا نہ جانے آخرت میں کیا بلند درجہ ملا ہوگا۔

31 جولائی 2002 پاکستانی تاریخ کا وہ سیاہ دن ہے جب ہادشاہی مسجد میں زیارت کے لئے رکھے گئے خطین

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی نسبت مصطفیٰ ﷺ سے محبت :-

مجھے انہیں ہاتھوں سے غسل دینا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کویاں ہے جب حضرت ابو بکرؓ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے مجھے بلایا اور یہ وصیت کی کہ میں تمہیں میری جگہ سے خلیفہ بناؤں جس سے رسول اللہ ﷺ کو یاد تھا مجھے محبوب خدا کے پہلو میں دفن کرنا۔

ابن سعید حضرت مراد اور قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ وصال کے وقت آپ نے اپنی بیٹی ام المومنین حضرت صدیقہؓ کو وصیت فرمائی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کرنا جب ان کا وصال ہو گیا تو ان کی قبر اس طرح بنائی کہ ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے کانہ مجھے مہلک کے برابر تھا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ام المومنین سیدہ عائشہؓ کو یہ وصیت فرمائی مجھے آپ ﷺ کے پہلو میں دفن کرنا جب ان کا وصال ہوا تو ان کی قبر بنائی جیسی کہ ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے کانہ مجھے کے برابر تھا (تاریخ الاملاء، ۸۵)

حضرت علیؑ کی تبرکات مصطفیٰ ﷺ سے محبت :-

میرے کفن و جسم کو یہ خوشبودار لگا تا۔

حضرت ابو دائی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں۔ ان کے پاس خوشبو تھی لہذا انہیں خوشبو کو منظر کیا جائے اور ساتھ فرمایا یہ حضور ﷺ کے کفن کو لگانا کی خوشبو سے بڑی ہوئی ہے۔ (المعجم رک ۵۱۵) حافظ ابن ابی شیبہ نے یہی روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے۔

حضرت علیؑ کے پاس حضور رسول ﷺ سے بھی ہوئی خوشبو تھی وصیت کرتے ہوئے فرمایا میرے مہلن کو یہی خوشبو دے۔

امام بدیع الدین بخاری نے میت کو خوشبو لگانے پر اہل دل دے دیے ہیں اس وصیت کا ذکر بھی کیا ہے۔ "فطرت علی" نے لگانے کی وصیت کی اور فرمایا یہ خوشبو رسول اللہ ﷺ سے بھی کوئی ہے یہی مجھے لگائی جائے۔

اس وصیت کی تفصیل شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ یوں فرماتے ہیں

”منقول ہے کہ قس کے وقت پانی کے قطرات آپ ﷺ کی ہڈیوں اور ناف میں جمع ہو گئے تھے۔ حضرت علیؓ لڑکا کر انھیں چوس لیا۔ خود رنایا کرتے تھے کہ میری قوت حفظ اور کثرت طمس پانی کی برکت سے ہے۔ جب غسل مکمل ہو تو آپ ﷺ کے اعضاء و جہد پر خوشبو لگا کر تین بار کفن کو صوفی دلی میس کے بعد حبہ اطرہ کو چار پانی پر رکھا گیا یہ بھی ہے کہ اس خوشبو کا کچھ حصہ حضرت علیؓ نے اپنے بیٹوں کے ہرادر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خوشبو میں سے ہے مخلوق کو اور میرے کفن کو اسی خوشبو سے مہر کرنا۔

۲۷۳

مصلحت کے لئے ایک حصہ چوری ہو گیا (ایک نعل مقدس)۔ اور اس سے آگے کیا نکلیں کہ دل غم سے بھلا ہوا
قابو سے باہر ہو رہے ہیں، آنکھیں ٹخن برسا رہی ہیں، دماغ صدمے سے غرق حال ہو رہا ہے مگر قلم کی طرف
"چوری" کا لفظ لکھتے ہوئے جحش اٹھتا۔ یہ داستان فلم سیاہی کی بجائے آنسوؤں سے رقم ہوتی۔ ان صفحات پر نگواران
دل کھرا ہو نظر آتا۔ ہاں ہاں!!! ہر شے خود کس ہے۔ ہر دل معلوم ہے۔ ہر آنکھ اشکبار ہے۔ ہر دماغ پریشان
ہماري سراج بھین گئی۔ ہماری دولت لٹ گئی۔ ہماری ثروت کھر گئی۔ گویا ہم آسمان سے زمین پر پڑنے گئے۔ تو کیا مارا
میں بدل گئیں۔ ہمارے ہاتھ ہی ٹوٹ گیا۔ یاد آتی وہ ادنیٰ جملہ عقیدے، ایسے سرسبز باغات، ایسے چشمے بھی شاہراہیں، ایسے عوام
سب کسی کام کے نہیں۔ مگر ہمارے پاس ہمارے لئے مصلحت کے نظریں نہیں۔ ہاں ہاں خدا کی قسم!!! ہم سے سب
گوئی نے کوتاہی ہے۔ ہم لاچار قربانی کر کے کو تیار ہیں۔ "لقد اک ابسی و امسى یا رسول اللہ ﷺ" ہمارے
کے نظریں مشرب پر ہاں باپ بھی قربان کرتے ہیں۔ خدا! ہم سے سب کچھ لے لو۔ مگر ہمیں ہمارے پیارے
دائیں کرو۔ کہ ان کے سوا احبار ہی کیا اصحاب! ابھی محبت بھی نبی جانتی ہے؟ ابھی پیاد بھی فروخت کیا جاتا ہے؟
ابھی سر بازار بھی نظر آتی ہے؟ نہیں نہیں۔ ایک محبت کے پاس سوائے محبوب کی یاد کے اور ہوتا ہی کیا ہے؟ اور تو
سہانے پہ گزارتا ہے۔ وہ وزارت کی تنہائیاں، ذکر محبوب کی انجمن میں گزارتا ہے۔ ایک محبت کیسے برداشت کرے
سے مشوب کوئی شے دور ہو جائے۔ وہ واسطہ دیکھ کر تسکین حاصل کرتا ہے۔

نعلین پاک کے متعلق ہی تو مولانا حسن رضا خان بریلویؒ نے فرمایا تھا کہ

جو سر پہ کھینے کو مل جائے فعل پاک حضور ﷺ تو پھر کہیں کہے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں ا

گو یا آج ہمارے سرے ہمارا تاج اتر گیا۔ ہماری تاجدار کی ختم ہو گئی۔ ہم کیوں نہ روئیں؟۔ اہا اہا۔
پہلے؟۔ ہم کیسے برداشت کریں؟؟؟ ہاں ہاں! یہ کوئی معمولی شے نہیں۔ یہ وہ خطیں مصلطے خطاط تھیں۔ جن کو اہل کرام
اللہ بن مسعود جیسے صاحب علم فکر کرتے تھے۔ ان کی حفاظت کرتے تھے۔ گو یا انیس شریف کی حفاظت حضرت عبداللہ بن
سہل ہے۔ خدا! ہماری نظلیوں کو معاف فرماوے۔ تیرے محبوب کے خطین کی حفاظت میں ہم نے جو کوتاہی ہوئی۔
معاف فرماوے۔ ہمیں علم ہوتا تو اس کے گرد پہرہ دیتے۔ دن رات چنے سے لگائے رکھتے۔ مگر مگر۔ ہمیں کب علم
حکومت پر منتظر تھے۔ سو! ہماری اصلاح ہمیں دلائل کروے۔ ہمیں محبوب کی یاد سے محروم نہ کر اے رب قدیر! تو
علیم بذات العباد ہے۔ ہم کزور باتوں میں۔ ہماری مدد فرما۔ ہماری مدد فرما۔ ہمارا مدد فرما۔ یا سوا کرم!۔

زیر نظر صفحات میں صحابہ و انحر است کے حوالے سے تحریکات نبوی ﷺ اور خصوصاً اطمین شریف کے روایات نقل کی گئی ہیں تاکہ ہم پر تحریکات شریفہ اور اطمین مقدسہ کی فضیلت واضح ہو۔

ڈاکٹر منظور حسین اختر

آپ نے وصال کے وقت دوسری وصیتوں کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا: "یہ رسول اللہ ﷺ کا مہارک ہے۔ اس مہارک کو گھر سے بیٹے پر رکھ کر مجھے دفن کرنا شاید میں اس کی برکت سے عذاب قبر سے نجات پاؤں۔" (البدایۃ النہیۃ: ۲۳۸۱۰)

نوٹ فرمائیں! حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی ایسی ہی عقیدہ ریزی ہیں کہ بھائی ہمیشہ حضور ﷺ کی قبر پر جاتی ہے۔

امام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی تبرکات نبوی سے محبت
محمد بن احمد اجماعی آپ کے مرض وصال کے احوال میں بیان کرتے ہیں: "آپ نے وصیت فرمائی کہ حضور ﷺ والی چار پائی پر لے جاؤ اور اس پر پاکی کی غسل بنالینا۔" (ابن سعد: ۱۰۹۰۸)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی آثار رسول ﷺ سے محبت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان درختوں کو بیٹھ پانی دیا کرتے تھے جس کے بارے میں یہ علم ہوتا کہ ان کے شاخوں پر جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے ہو چھینے پر بیان کرتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ میرے آقا ﷺ کی پلا میں دروازہ ہے۔ "صبح اسی جہاں میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس نیکر کے درخت کی زیارت کے لئے جاتے جس کے رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے اس کے نیچے بیٹھے اور پانی اپنے کپڑوں پر ٹوکتے کہ جائے۔" (کنز العمال میں ان کے حوالے سے حضرت باقرؓ سے یہ الفاظ مروی ہیں) "حضرت ابن عمرؓ ان تمام مقامات کی زیارت کرتے جہاں حضور ﷺ نے نماز ادا کی تھی۔ یہاں تک کہ آپؐ اس درخت کے پاس ہمیشہ جاتے جس کے نیچے رسول اللہ ﷺ نماز ادا ہوئے تھے اور اسے پانی اپنے کپڑوں پر ٹوکتے کہ جائے۔" (کنز العمال: ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی آثار نبوی ﷺ سے محبت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت معاویہؓ کے وصال کا وقت آیا تو کہنے لگے مفا کے مقام پر پی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ﷺ نے ہاں مبارک کو الٹا کا لٹا دیا فرمایا "اے نبی کریم آپ کے ہاں تھے اور ہمارے ہاں حاصل کرتے ہیں۔" جب فوت ہوا تو ان ہاتھوں کو میرے دل اور ہاتھ پر تاریخ ابن مساکر قرہ معاویہ بن ابی سفیان (

۲۹۳-۲) خن مبارک مصطفوی ﷺ اور حضرت معاویہؓ کی آنکھیں:

اسی طرح حضرت معاویہؓ نے آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں کے تراشے پاس رکھے ہوتے تھے ان میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا "ایک دن رسول اللہ ﷺ نے انھیں اور ہاں کاٹنے میں لے انھیں منع فرمایا۔ جب ہو جائے تو انھیں میرے منہ اور تانک پر رکھ دینا۔ میں نے ایک قبضی میں آپ کے ہاتھ آنے کے لئے محفوظ کیے تھے کے بعد انھیں میری آنکھوں پر رکھ دینا اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے گا۔ (تاریخ ابن مساکر ۲۹۳-۲)

تو یہ فرمائیے! حضرت معاویہؓ بھی نہیں یہ عقیدہ وہ سدا ہے ہیں کہ تہذیب کا نبوی ﷺ کی بدولت اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔

ناخن نہیں کراٹھیں میری آنکھوں کا سرمہ بنا دینا:

امام شمس الدین محمد بن عثمان الذہبی نے آپ کی وصیت بیان کی ہے "میں رسول اللہ ﷺ کو نبی بنا لیا تھا۔ آپ ﷺ نے انھیں مبارک اتار کر مجھے پینا دیا۔ میں نے وہ قبض اور آپ ﷺ کے ناخن مبارک محفوظ کر لئے جب میں فوت ہوا تو ان قبض مبارک کو میرے جسم پر رکھ دیا اور ناخن مبارک کو چیں کر انھیں میری آنکھوں کا سرمہ بنا دینا ہے اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے گا۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۶۰۲)

ناخن مبارک رکھ کر مجھے سپرد خدا کر دینا:

امام نووی نے آپ کی یہی وصیت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔ "ان نے پاس رسول اللہ ﷺ کے ناخن مبارک تھے انھوں نے یہ وصیت کی انھیں چیں کر میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دینا اور گھاسا کر کے مجھے سب سے زیادہ رحم فرمائے گا کے سپرد کر دینا۔" (تہذیب الاسماء واللغات ۱۰۳۲)

تبرک نبوی ﷺ مرنے کے بعد بھی جہاں ہو:

حضرت امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے کو وصیت کرتے ہوئے بیان کیا کہ "میں مرنا ہوں ۲۷۶

اللہ تعالیٰ میں حاضر تھا آپ ﷺ حاجت کے لئے تشریف لے گئے میں پانی کا گڑھ لے کر حاضر ہو گیا۔ آپ اپنے جسد اقدس کا ایک کپڑا مجھے پہنا دیا میں نے اس کپڑے کو آج کے دن کے لئے محفوظ کر لیا تھا۔"

امام نووی نے اسے ان الفاظ میں نقل کیا ہے جب حضرت معاویہؓ کے وصال کا وقت آیا تو "انھوں نے وصیت کی کہ انھیں اس قبض میں کفن دینا ہو مجھے رسول اللہ ﷺ نے پہنائی تھی اور اسے میرے جسم سے ملا کر رکھنا۔" (۲۰۳۶۱۱)

امام ابن ابی شیبہؒ نے وصیت کے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں۔ "اس قبض کو میرے کفن کے نیچے جسم سے متصل کر کے دکن میں بند چیز ہے تو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ ہی معاف فرمائے والا اور رحم کرنے والا ہے۔" (الاستیعاب ۲۹۹۲)

حضرت معاویہؓ کے یہ الفاظ اور انور سے پڑھیں کہ "اگر کوئی قطع منہ چیز ہے تو چیں ہے" گویا ساری دنیا اور اس میں سب سے زیادہ قیمتی اور لائق منہ بند چیز تم کو نبوی ﷺ ہیں۔ بدقسمت ہیں وہ لوگ جو انھیں کھو کر اطمینان کی بات کرتے ہیں۔

دولت قربان کر کے حضور ﷺ کا تبرک حاصل کرنا:

حضور انور ﷺ نے حضرت کعب بن زہیر بن ابی اشمی شاعر کو کمال شفقت فرماتے ہوئے جو چار حفاظت کی حضرت معاویہؓ نے اسے ان کی اولاد سے تین ہزار درہم دے کر حاصل کر لی تھی۔ (سیر اعلام النبلاء ۳۲۲۲)

ماری دولت ایک طرف حضور ﷺ کا تبرک شریف ایک طرف:

حضرت معاویہؓ نے حضرت کعبؓ سے کہا تھا کہ وہ چار جو حضور ﷺ نے انھیں عطا کی تھی وہ انھیں معاویہؓ کے دربار میں لے کر گئے تو حضرت کعبؓ نے جواب دیا "میں حضور ﷺ کے مبارک کپڑے پر کسی کو زچہ نہیں دیتا۔" یہی وہ چار تھیں جس سے خلفاء ہوا یہ اور پھر خلفاء جو عباسی تحریک حاصل کرتے اور عیدین کے موقع پر اسے پہنتے۔ (سیر اعلام النبلاء ۳۲۲۲)

معلوم ہوا پہلے مسلمان عمر بن خطابؓ کی اکرم ﷺ کے آثار شریفہ کی حفاظت اور ان سے تبرک حاصل کرتے، یہی تھی کہ مسلمان ساری دنیا پر تشریف لے کر ان کے ہاتھوں پر ہوا مقام پھر حاصل کر گئے۔

یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے جسم کے ساتھ مس کرنے والے کپڑے میں کفن دیجئے! طبرانی ابوی یزیدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ولید بن ولیدؒ میں بھوس تھے انھوں نے ہجرت کے وقت سارا لٹا کر دیا اور حضرت عیاش بن ابی ریحہؓ اور سلمانؓ ہشام کے ساتھ ہجرت کی۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا "میری تنہا ہے جب فوت ہوا تو آپ ﷺ مجھے اپنے مبارک جسم سے مس ہونے والے کپڑے میں کفن کریں۔ جب اس صحابی کا وصال ہوا تو حضور ﷺ نے اپنے قبض میں کفن دیا۔ (الاصابہ ۶۳۰)

حضور ﷺ سے ایک صحابی کا کفن کے لئے چادر مانگنا؟

پہلے رسول اللہ ﷺ نے دست اقدس رکھا تھا۔ (ابوداؤد، ابوالقاسم)

حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ اور آثار نبوی ﷺ:

حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کے بارے میں ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے تو انھوں نے اپنی ہونٹیں آپ ﷺ کے ہاتھ میں پوچھا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ انگلی ہونٹوں کے لئے فرمایا دیکھو۔
پیش کی تو وہ لوہے کی تھی فرمایا اس کا نقش کیا ہے عرض کیا "مسجد رسول اللہ" حضور ﷺ نے وہ انگلی لے کر فرمائی تو بے صوت آئی تو وہ انگلی ان کے ہاتھ میں تھی۔ (المستدرک ۲: ۲۷۹)

حضور ﷺ کا عصا مبارک میرے کفن میں رکھ دینا:

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن انیس کے بیٹے سے مروی ہے کہ والد گرامی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کیا اور فرمایا اطلاع لی ہے خالد بن ولید بن عقبہ بن ابی معمر نے ہمارے خلاف لڑائی کے لئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے تم جاؤ اور قتل کرو اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کا طبع بیان کر دیجئے تاکہ اسے پہچان سکوں فرمایا اس کا جسم ہر مہینے کی طرح دو گنا ہو گا اور چھپا کر مقام مرثد پہنچا عصر کا وقت تھا جب میں نے اسے دیکھا تو اسی طرح تھا جیسے رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا اب خوف لاحق ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں غرار ادا کروں تو یہ کل جانے میں نے رگوں دھو کر کے اشارے سے کیا اس پر اس نے پٹیا تو اس نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا عرب میں سے ہوں سنا ہے تو کسی شخص کے لئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے تو میری آگیا ہوں۔ کہنے لگا ہاں درست ہے میں تمہاری دیر اس کے ساتھ چلا جب مجھے اس پر قدرت حاصل ہو گئی تو گوار سے حملہ کرنے کے لئے قتل کر دیا جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے دیکھتے ہی فرمایا یہ چہرہ ایسا جب ہے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے قتل کر دیا ہے فرمایا تم جی کہہ رہے ہو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساتھ چلنا شروع فرمایا حتیٰ کہ آپ اپنے گھر داخل ہوئے پھر اپنا عصا مبارک عطا کیا اور فرمایا اے عبداللہ اسے اپنے پاس رکھ لا رکھو۔ میں عصا مبارک لے کر باہر آیا تو لوگوں نے پوچھا یہ عصا تمہارے ہاتھ میں کیسے ہے؟ میں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے عطا کیا ہے عطا کیا ہے کہ اس نے اپنے پاس رکھو۔ لوگوں نے کہا کیا ایسا نہیں ہو سکتا تو واپس جا کر آپ ﷺ سے عرض کرنے کے لئے عطا کرنے کی حکمت کیا ہے؟ میں نے واپس حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کو فرمائی کی وجہ کیا ہے؟ میں نے فرمایا۔ یہ روز قیامت میرے اور میرے درمیان ملاقات کی علامت ہو گا۔ حضرت عبداللہ نے اس عصا کو اپنی گوار کے ساتھ محفوظ کر لیا ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے کہ وصال کے وقت وصیت کی اسے میرے کفن میں رکھ دینا پھر گوار اور عصا ان کے کفن میں رکھ دیئے گئے۔

امام طبرانی نے حضرت محمد بن کعب قرظی کے حوالے سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے وہ عصا عطا کی جس کے ساتھ آپ ایک لکڑی کا کرتے تھے اور فرمایا اے عبداللہ اس کے ساتھ ایک لکڑی یا تک کہ تم مجھے روز قیامت ملو اور عصا ان کے جسم پر رکھ کر کفن دیا اور ان کے ساتھ انھیں دفن کر دیا گیا۔ (سیدنا محمد رسول اللہ ۲۰۰۰)

حضرت کل بن سعد الساعدی سے مروی ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں

چادر لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے ہاتھوں سے نئی ہے اس لئے لائی ہوں تاکہ آپ ﷺ کو اوڑھوں۔ آپ ﷺ ہمیں کر تشریف لائے تو ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ چادر کئی شریفہ ہے مجھے اوڑھنا میری فرمایا ٹھیک ہے آپ ﷺ کو تشریف لے گئے اور وہ چادر اسے چھوڑ دی۔ دیکھو صحابہ نے ان کی چادر چھو لی تھی علم ہے آپ ﷺ کسی سائل کو رد نہیں فرماتے۔ آپ ﷺ کو اس چادر کی خدمت بھی تھی پھر ان کے سوال پر فرمایا کہ چادر ہر چاہے تھا اس صحابی نے ہوا پر عرض کیا "اللہ کی قسم میں نے چادر پہننے کے لئے نہیں لی، ہاں میں نے اس کے نیچے تاکہ موت کے دن میرا کفن بنے۔" انہی جہیز نے اس صحابی کے یہ الفاظ نقل کیئے ہیں "اللہ کی قسم میں اسے اس سوئی پر چڑھا دیتا ہوں" اہل بیت نے کہا کہ میں اس چادر سے برکت حاصل کروں جسے رسول اللہ ﷺ نے پہنا اور میں اسے اپنا کفن مانگتا ہوں۔ (ابن ماجہ ۱۳۹۱)

حضرت کل فرماتے ہیں ان کی وصیت کے مطابق وصال کے دن وہی مبارک چادر ان کا کفن بنی۔ (۲۳۳-۵) علامہ کے نزدیک یہ صحابی حضرت عبدالرحمن بن عوف یا حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں۔

ایک صحابیہ کا آثار شریفہ سے محبت کرنا:

حضرت امیہ بنت ابی الصلت قبیلہ بنو لہب کی ایک خاتون کے حوالے سے بیان کرتی ہیں کہ اس نے رسول اللہ تعالیٰ نے خیر میں نبی اور بالیقین آپ تو رسول اللہ ﷺ نے یہ ہار جو میرے گلے میں آپ دیکھ رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا بلکہ میرے گلے میں پہنا دیا تھا۔ اللہ کی قسم میں سے کبھی بھی اپنے آپ سے جدا نہیں کروں گی۔ راوی کا کہنا ہے جب ان کا وصال ہوا تو وہ ان کے گلے میں تھا پھر انھوں نے یہ وصیت بھی کی کہ اس ہار کو میرے ساتھ ہی دفن کیا جائے۔

حضرت ابو محمد زہرہ الجمعیؒ اور نسبت مصطفیٰ ﷺ کا ادب:

حضرت ابو محمد زہرہ الجمعیؒ کو حضور ﷺ کے مؤذن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت بلال مسجد نبوی کے مؤذن اور یہ جو کعب کے مؤذن تھے۔ انھیں جب حضور ﷺ نے اذان کی تعلیم دی تو ان کے سر کے اگلے حصہ پر انھیں نے مبارک دست اقدس رکھا۔ احترام نبوی کے پیش نظر زہدیؒ پھر وہاں سے منڈوا لے اور نہ کٹوائے وہاں اسنے یہ دعا کہ جب بیٹھے تو بال زمین پر پھیل جاتے۔ لوگ جب پوچھتے! آپ انھیں کٹوائیں نہیں دیتے؟ آپ فرماتے رسول اللہ ﷺ نے ان پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا تھا موت تو آ سکتی ہے مگر میں انھیں منڈوا نہیں سکتا۔ راوی کا بیان ہے انھوں نے بال منڈوا لے حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ (المستدرک ۳: ۵۸۹)

ابوداؤد میں آپ کے بیٹے سے یہ الفاظ مروی ہیں "ابو محمد زہرہ نے اپنے بال نہ کٹے کی منڈوا لے نہ ان میں مانگ لیا اور

نبی کریم ﷺ نے اپنے تبرکات خود بھی تقسیم فرمائے:

جنگ کی نسبت آپ ﷺ کی طرف معروف و مشہور ہوا اس کا احترام لازم ہے۔ حضرت ماحمل قاری شرح فہام میں
"ان تمام اشیاء کا لایہ کیا جائے گا جس کی نسبت آپ ﷺ کی طرف معروف ہے۔"

نسبت کے لئے شہرت ہی کافی ہے:

مستند بہ الامت پر مولانا عبد العظیم (والد گرامی مولانا عبدالحی لکھنوی) حاشیہ میں لکھتے ہیں "مطبوعات کے لئے
تحریر ہی کافی ہے مگر چاہاں کا ثبوت نہ ہو۔" (نور الایمان بزارۃ آثار حبیب الرحمن ۱۷۷)

خصوصاً نعلین شریف کے متعلق صحابہ کرام اور بزرگوں کے اقوال

صرف نعلین شریف کے موضوع پر ملے امت کی تقریباً 50 تحفیقات منظر عام پر ہیں اور ایک مکمل کتاب تو
نعلین شریف کے "تہ مبارک" کی فضیلت پر مبنی ہے۔ علامہ مشائخ میں سے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی نعلین شریف پر
حاجے اس میں سے چند قائل ذکر نامہند و جہیل ہیں۔

امام ابو بکر ابن العربی، حافظہ ابو الریح بن سالم الکلائی، الکاتب الحافظ ابو عبد اللہ بن ابی ہریرہ ابو عبد اللہ بن رشید
بنی، ابو عبد اللہ محمد بن جابر الوادی اشجی، شطب اللہ ابو عبد اللہ بن مرزوق التمسائی، ابن البراء التوسی، الشیخ ابوالوالی الصالح
عمر ابو الاسحاق ابراہیم بن الحاج المسلمی الاندلسی العربی ابو القاسم مالک بن البرمک ابن ابی الخصال ابن عبد المالک ابن عساکر
قاری، حافظہ عراقی، حافظہ امام قادری، بیہولی، امام قسطلانی وغیرہ۔

امام علم و شرف الشیخ محمد بن الخضر العواد الشیخ محمود البیہولی کے اس موضوع پر سو سے زائد تصانیف ہیں امام
ابو اسحق نے فتح التعلانی میں 230 سے زائد تصانیف کو قیاس کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود اور نعلین نبوی ﷺ:

محمد بن یحییٰ حضرت قاسم سے بیان کرتے ہیں، جب نبی اکرم ﷺ بیٹے حضرت عبد اللہ بن مسعود کھڑے ہو
جاتے اور آپ ﷺ کے نعلین مبارک پاؤں سے اترتے اور اپنی آنکھوں میں چھاپتے اور جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے
نعلین پہناتے اور آپ ﷺ کے ساتھ صاف پکڑ کر چلتے یہاں تک کہ آپ ﷺ حرم مبارک میں داخل ہو جاتے۔

نعلین شریف کے نقش کی برکات

درود کافی الفور ختم ہو جانا:

امام ابو اسحاق ابن ابی یحییٰ یعنی امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم اندلسی سلمیٰ اور ان سے اس کو ابو ایمن ابن عساکر،
ابن کثیر حضرات نے ذکر کیا کہ ہم کو قاسم بن محمد نے خبر دی انھیں ابو نصر احمد بن عبد الحمید (جو کثیر کا لڑکا عالم باطن اور حقیقی

ساری دنیا ایک طرف، نسبت محبوب ﷺ ایک طرف:

صحابہ آپ کے تبرکات کو حاصل کر کے محفوظ کر لیتے اور فخر کرتے کہ ان کے پاس یہ کوئین ﷺ
ہے۔ مشہور تابعی محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہ سلمانی کو بتایا کہ ہمارے پاس رسالت
ﷺ کے مبارک ہال ہیں جو ہمیں آل اسٹ سے ملے ہیں۔ اس پر حضرت عبیدہ نے فرمایا "میرے پاس آقا علیہ السلام کے
ہال کا ہونا عجیب و غریب ہے۔" (بخاری)

تبرکات نبوی ﷺ کی فکر اور حضرت خالد بن ولیدؓ:

جنگ یرموک کے موقع پر حضرت خالد بن ولیدؓ کا مقابلہ "نسطورہ" ہی ایک پہلوان سے ہوا تھا کہ اس
نوٹی زمین پر گر پڑی۔ آپ اس کے مقابلے کی بجائے نوٹی کی طرف لپکے اور دعا کو بھی پکار کر کہا کہ خدا تم پر رحم کرے میرا
مجھے دیر اسے میں تم پر رحم کی قوم میں سے ایک آدمی نے آپ کی نوٹی پکڑ لی۔ آپ نے کہا کہ مقابلہ کیا یہاں تک کہ اس
نے نسطورہ کو ٹکڑ کر دیا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو اہل لشکر نے آپ سے سوال کیا کہ اسے کڑے وقت میں آپ نوٹی کی طرف
کیوں ہوئے؟ اگر وہ اس وقت سر پر نہ بھی ہوتی تو اس سے کیا فرق پڑتا؟ اس پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے بیان فرمایا "میں
معلوم اس میں کیا ہے؟" میں نے یہ گرائی نوٹی کی وجہ سے نہیں کی، بلکہ اس میں رسالت آپ ﷺ کا مبارک ہال تھا۔
نظر محسوس ہوا کہ اس کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں اور یہ کافروں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ (الاشیاء ۲۰: ۶۱۹)

حضور ﷺ کے تبرکات کی بے ادبی کفر ہے:

سید اعلیٰ المرتضیٰ سے منقول ہے کہ رسالت آپ ﷺ نے اپنا سونے مبارک ہاتھ میں پکڑ کر اشارہ فرمایا "میں
نے میرے ایک ہال کی بھی بے ادبی کی اس پر جنت حرام ہے۔" (کنز العمال ۲۰: ۲۷۷) اسی وجہ سے علماء امت نے تصریح کی

یہاں نے خبر دی کہ میں نے ایک طالب علم کے لئے یہ نقش بنوایا وہ ایک روز میرے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے کون
اس نقش کی ایک عجیب برکت دیکھی میں نے پوچھا تو نے اس کی کون سی برکت دیکھی تو کہنے لگا کہ میری بیوی کے اٹکا ہوا
ہوا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گئی تو میں نے یہ نقش طین پاک اس کے دروازے پر لٹکا کر عرض کی "اللہم اربنا صحتنا
العمل فشفانا ھا ھذا للجن" (ایا اٹھی مجھ کو صاحب طین شریف کی برکت دکھا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شفا عطا کر دی)

خزینہ برکات و دافع الہیات:

ابو اسحاق ابراہیم الحان نے یہ بھی بیان فرمایا کہ قاسم بن محمد نے فرمایا کہ اس نقش مبارک کی آزمائی ہوئی ہے
سے یہ ہے کہ جو شخص اس نقش کو اپنے پاس جو رکھے وہ ظالموں کے ظلم سے دشمنوں کے غلبہ سے شیطان مردود کے شر
ظالم ظلمتوں کے ظلم سے اور ہر صاحب نظر بد سے امان میں رہے اور اگر کوئی عاقل صورت اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں رکھے
تو اس کی شدت سے طفیل الہی نجات پائے۔

نظر اور جادو سے نجات:

اور ان برکات میں سے یہ ہے کہ نظر بد اور جادو نوذ سے آدمی امان میں رہتا ہے جیسا کہ امام شرف الدین
کے کلام میں بھی مذکور ہے۔

زیارت رسول ﷺ کا وسیلہ:

اس نقش پاک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنے والے کے لئے بعض آخر نے بیان فرمایا کہ اس کو قبول تمام حاصل
ہے اور دنیا میں اس کی عزت و وقار بلند ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے حامل کو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت
ہوگی یا پھر وہ مجتہد حضری کی حاضری سے مستفید ہوگا (فتح التعالیٰ فی مدح افعال)

حفظ و امان کی ضمانت:

بے شمار علماء نے صراحت فرمائی کہ یہ نقش پاک جس لشکر میں ہو اس کو کبھی شکست نہ ہوگی۔ جس قافلے میں ہو
قافلہ لوٹ مار سے محفوظ رہے گا جس گھر میں ہو گھر جلنے سے محفوظ رہے گا اور جس سامان میں ہو وہ سامان چوری نہیں ہوگا
جس کشتی میں ہو وہ کشتی غرق ہونے سے بچے گی اور جو کوئی صاحب فضل سے کسی حاجت میں توسل کرے وہ حاجت پوری
ہو اور ہر مشکل آسان ہو۔ (فتح التعالیٰ فی مدح افعال)

وقار و عزت کا حصول:

امام احمد اموی فرماتے ہیں کہ جو کوئی اس نقش پاک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھے وہ اپنی تمام امیدوں اور آرزوئیں
میں حاصل کرے گا اور اگر کوئی شخص اس کو تھوہ کاغذ میں اس ارادے سے رکھے گا کہ وہ اپنے تمام جنسوں سے ترقی کر جائے
۲۸۲

میں علم میں اس کی ہدایت نہ کر سکے تو وہ شخص ان امور کو پالے گا۔ اور ہر وہ چیز حاصل کرے گا جس کا وہ طلب کار ہوگا۔ حتیٰ
میرے جہاد وغیرہ کا بھی وہ اپنے تمام مصروف سے زیادہ اہل ہوگا۔ بشرطیکہ یہ عمل حسن و صدق نیت اور یقین سے کرے تو وہ عزت
پائے گا کہ یہ ایسے امور نہیں جن کی طرف اختیار متوجہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اغیار سے محفوظ رکھے۔ (فتح التعالیٰ
فی مدح افعال)

شفائے بیمار اہل:

امام احمد اموی فرماتے ہیں مجھے ایک شخص نے خبر دی کہ اس کو ایک شدید مرض لاحق ہو گیا کہ وہ قریب ہمارکت
واللہ تعالیٰ نے مجھے الہام فرمایا کہ میں نقش طین مستطیلہ سے توسل کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم
اور مجھے شفا بخش دی۔ خود امام احمد اموی فرماتے ہیں کہ میں جزائر کے سفر میں تھا تو یہ نقش میرے پاس تھا تو
میرے سامنے میری عزت کرتا تھا اور ان کن شریف کی زیارت کا عزم کیا تو اس کے صدقے سرسبز زمین اور پانی کے چشمے دستیاب
ہوئے۔ (فتح التعالیٰ فی مدح افعال)

ابن الرشید نے (علی الصبیح) میں مدرسہ اشرفیہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان مدارس میں ایک مدارس بہت
میں اور خوبصورت ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ کی ایک مثل مبارک ہے اور میں نے تحریر حاصل کرنے اور اپنی بیماری
میں شفا حاصل کرنے کے لئے اس کا قصد کیا، پس میں نے اس سے برکت حاصل کی اور وہاں میں نے ایک اور مریض اسی
مدار سے آئے ہوئے پائے جن کا مگر امیر شاذ بن الدین عبد اللہ الغفاری شامی ہے (فتح التعالیٰ فی مدح افعال)

ساری دولت و طین شریف پر تصدیق:

جامعہ اشرفیہ دمشق کی طین شریف کے متعلق لکھتے ہوئے امام احمد اموی فرماتے ہیں کہ اس مثل مبارک کے
مال پہنچنے کے بارے میں مجھے ابو عبد اللہ محمد بن القصاب نے خبر دی کہ انیس شعبان المعظم ۶۲۷ھ کی تاریخ کو یہ نقش مبارک
اس نقش سے جوایا گیا جو کہ شیخ ابو یعقوب الحاسنیؒ کے پاس تھا اور وہ نقش مبارک اس طین مبارک سے بنائی گئی جو حضرت ام
ابو نعیم حضرت میمونہ بنت الحارث کے پاس تھی اور وہ آپ ﷺ کے ذکر سے حضرت میمونہ کو ملی تھی۔ تو یہی طرح اور اشیا
جتنی پہنچی ہو ابی اللہ یہ کہ اس پنچلی اور اسی طرح یہ بتورغا آفریکہ آئی تو اس نے اپنی دریافت میں تیس ہزار درہم اور یہ مثل
مبارک چھوڑی اور اس کے دو بیٹے تھے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہم میں سے ایک آدمی تیس ہزار درہم لے لے اور دوسرا یہ
مثل پاک لے لے تو ان میں سے ایک نے قبول لے لیا جبکہ دوسرے نے وہ طین مبارک لے لی اور طین شریف لے کر ملک
میں کی طرف چلا گیا اور یہ طین مبارک بکھرنوں اور بادشاہوں کے پاس لے جاتا اور وہ اس سے برکت حاصل کرتے حتیٰ کہ وہ
راہیں اخطا شہر میں آیا اور اس طین مبارک کو الملک الاشرف ابن العادل کے پاس لے گیا تاکہ وہ اس سے برکت حاصل کرے
تو بادشاہ نے اس سے ایک قلعہ حاصل کرنے کی بہت کوشش کی اور اس سے کہا کہ تم ایک بزرگ آدمی ہو اس کو اپنے پاس رکھ کر کیا
کرے؟ مجھ سے اس کے عوض ایک جاگیر لے لو اور یہ طین مبارک مجھ سے دو تو بادشاہ الملک العادل الاشرف نے اس شخص
۲۸۳

سے یہ طہن مبارک حاصل کرنی وہاں شاہ جگ شام کے شہر دمشق میں رہتا تھا اس لئے اس نے یہاں ایک دارالافتاء
 اس مدرسہ کے لئے بے شمار زمین وقف کی اور قبلہ کی جانب نزاری اور انجلی کے لئے ایک خوبصورت عالی شان مسجد
 کے کھراب کے مشرق میں ایک کمرہ اس طہن مبارک لئے بنوایا اور اس میں آئینوں کا تابوت بنا کر اس طہن مبارک
 اس پر چاندی کے کتل بکوائے اور اس تابوت کو چاندی کا لگا لگا دیا اور اس پر عنقہ ہنس سرخ اور پٹید رنگ کے لگا دیے
 اس پر ایک شخص کو چائیں دھاری اور ہمہ خط کے طور پر دے جاتے تاکہ وہ اس دروازے کو ہر جہاز و مصرات کے دروازے
 زیور ت کرنے کے لئے کھولے۔ (فتح المتعالم فی مدح افعال)

ابن الرشید اسحق کہتے ہیں کہ میں جب اپنے شہر سند میں رہا تو میں نے بخش طہن پاک علم
 اپنے شیخ کا نام اظہار دی گو کہ انہوں نے اس کی شان میں ایک محل تعمیر فرمایا اس قصیدہ کے چند اشعار
 ذیل ہے۔

- ۱- میں نے اس فعل مبارک کا بخش دیکھا جس طہن مبارک کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے کپڑے
 آتے اور جاتے تھے۔
- ۲- اور فتح طہن ﷺ کے آثار مبارک دیکھو وہ ساری مخلوق سے حسین ہیں اور ہر صاحب امتیاز
 رحمت و مہربانی کی دلیل ہیں۔

۳- پس اللہ کی طرف سے اس فعل کے ساتھ ہر محبت کرنے والے کو خوشخبری ہو اور اس کا موت اس
 سے لینے سے نہ تھکے۔

- ۴- میں نے اپنے اوصیاء و جوارح اس کے ساتھ مس کئے اور بے شمار نعم و اہم سے نجات پائی۔
- ۵- اور اپنے نفس سے کول کراہ خوشیاں منا کر فضل رب سے تجھے بہت بڑی ہمت ملی ہے۔
- ۶- اور اسے نفس فعل دیکھنے والے اس سے خوشیاں حاصل کر اور زندگی تمام آزمائشوں سے
 گذار۔

۷- یہ مجھے کئی ہی نعمتوں کے بعد حاصل ہوئی ہے اور میں نے اس کے حصول کے لئے بہت
 کیا اور مجھے ملنے کے بعد تمام غموں سے راحت نصیب ہوئی۔

اہل و مشق مصائب کے وقت اس فعل پاک کی طرف رجوع کرتے:

اہل و مشق نزول مصائب کے وقت اس فعل مبارک سے شفاعت پکارتے اور اس کی زیارت کر کے برکت حاصل
 کرتے۔ اہل و مشق کو ایک مرتبہ ناصر محمد بن قلاؤن کے دور میں ایک عظیم سانحہ سے دوچار ہونا پڑا۔ جب اس نے اپنے
 --- سیف الدین کرامی کو مشق کا حکم بنا کر اہل و مشق پر مسلط کر دیا تو اس نے ڈیڑھ ہزار ایرانیوں کو اہل و مشق پر مقرر کر دیا
 آنے والے ایرانیوں سے اہل و مشق عاجز آ گئے۔ اور انہوں نے شہر کو بند کر دیا کیونکہ یہ مصیبت اہل ہذا اور شہر میں وارد ہو
 ۲۸۴

ان کے الحاکم اور چوکوں سب سے تارلی ہوئی تھی۔ اور نائب مذکورہ نے یہ حکم نامہ جاری کر دیا تھا کہ ہزار ہا چوک اور
 اور ساری اہلک اور اس کے وقفے ایرانیوں کی گنواہوں کے لئے ہے تو اہل و مشق اس حکم پر بیچ اٹھے اور قاضیوں و خطباء
 سے شکایت گزار ہوئے کہ تمام لوگ نائب مذکورہ کے پاس جائیں تو جب ہر شریف کا دن جمادی الاوئی کی تیرہ تاریخ
 و قانون آیا تو خطیب جلال الدین القزوینی صاحب "التلخیص المستعاج والا یضاح" نے ایک ہاتھ میں مصحف مبارک اور
 میں نکل کر اہل و مشق کو دارالافتاء شریف سے پکارا اور جامع مسجد میں کہ جہاں تمام خطباء جمع تھے تشریف لائے اور باب
 اس کے لئے دوران کے ساتھ تمام علماء و قراء و مؤذن آئندہ اور حالت الناس تھے۔ جب وہ نائب کے پاس پہنچے اور استغاثہ
 کیا۔ جب امام قزوینی نے اس کو سلام کیا تو اس نے کہا کہ تجھ پر سلامتی نہ ہو اور لوگوں میں سے سرکردہ لوگوں کو مارا اور مصحف
 کو پھینک دیا۔ اور فعل شریف کی بے ادبی کی اور لوگوں نے اس وقت پتھر پھینکے اور جلال الدین القزوینی کو پکڑ کر محل سے
 سے دار مصحف شریف اور فعل مبارک کو اس سے آڑ کر لیا اور وہ بار و شہر میں داخل ہوئے۔ ابھی دس دن غی کر رہے تھے اللہ
 اس نائب کو پکڑ لیا اور وہ نائب الناصر محمد بن قلاؤن کے حکم سے قید کر دیا گیا اور اس کو یہ سزا جیسا کہ مشہور ہے مصحف شریف
 کو پھینک دیا۔ اہل و مشق کی بے ادبی کے سبب علی اور اہل و مشق اللہ تعالیٰ کے اس انتقام سے جو کہ اس نے اس نائب سے لیا بہت
 اور عرش ہوئے۔ (فتح المتعالم فی مدح افعال)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جس شے کو حضور نبی اکرم ﷺ سے نسبت ہو جائے وہ کس قدر عالی
 مقام ہو جاتی ہے اور کس طرح سچا کرام و اولیاء و مقام و علماء امت نے ان منسوب اشیاء سے محبت کی خصوصاً طہن شریف، کہ
 اور ان اپنی مشکلات میں ان طہن پاک یا ان کے نقش سے توسل کرتے۔ تو غور طلب امر یہ ہے کہ ایسی حیرت و عقیم شے سے
 علت کس قدر بڑا جرم ہے چاہے تو یہ تھا کہ حشر ان اس طہن شریف کے توسل سے ملک پاکستان کی ترقی پا جائے لیکن المسلموں کہ
 علی جنس قیمت شے کے کھو جانے پر حکومت کے کالوں ہجوں تک نہیں رہیں گے کیا اس سے بڑھ کے بھی دینی بے حس کا دور ہوگا؟
 ہمیں قبر میں معطل کریم ﷺ کے سامنے پیش نہیں ہوتا؟ کیا براہ مشر معطل کریم ﷺ کی شفاعت سے فیض یاب نہیں
 ہوا اور اگر آقا کریم ﷺ کے بغیر کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکا اور یقیناً نہیں ہو سکا تو آج ہم سب کو اپنے گریبان میں ہمتا کر
 لیا چاہئے کہ ہم نے اس عظیم سانحہ پر کوئی کردار انجام دیا ہے یا نہیں؟ اگر کل حضور نبی کریم ﷺ نے اس معاملہ کے متعلق
 کیا فرمایا تو کیا جواب دیں گے؟ اے انہیں مقدس کی باڈی کی تحریک میں اپنا فرض ادا کریں تاکہ کل قبر و حشر میں ہم آقا
 حضور ﷺ کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔

۱۔ اس مقالہ کی تیاری میں محقق عمر مفتی محمد خان قادری کی مندرجہ ذیل کتب سے مدد ملی ہے۔
 ۱۔ خصائص طہن حضور ۲۰۔ صحابہ کی وصیتیں ۳۰۔ شاہکار ربوبیت۔
 لہذا تفصیل کے لیے ان کتب کا مطالعہ مفید رہے گا۔

اسلام اور خدمتِ خلق



تصنیف

مفتی محمد خاں قادری

کاروائے اسلام رحمانیہ مسجد

205 شادمان لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم
پیش لفظ

اسلام دو دین کاٹل واکمل ہے جو نہ صرف دینی اور دنیوی ضابطہ حیات ہے بلکہ ان کی تعلیمات قیامت تک ہنسی نوع انسان کی راہنمائی کرتی رہیں گی اسلام بنیادی طور پر اخوت و محبت کا دین ہے یہ ہمیں محبت و اخوت اور ایثار و ہمدردی کا سبق دیتا ہے۔ اور ہمیں ایسے معاشرتی اصول بتاتا ہے جن پر عمل پیرا ہونے سے معاشرے میں اخوت اور محبت کی ترقی کی گنجائش پیدا ہوتی ہے اور انسان ایک دوسرے کے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسلام کے بتائے ہوئے انہیں اربع اصولوں میں سے ایک خدمت خلق بھی ہے قرآن وحدیث میں خدمت خلق کے متعدد پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے بلکہ اسلام نے مخلوق کی خدمت کو خالق کی خدمت سے تعبیر کیا ہے۔

مسلم شریف کی حدیث پاک میں اس حقیقت کو بہت ہی موثر اور دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے ابن آدم! میں بھارا ہوا اور تو نے میری میزان پر سی نہیں کی ہندہ عرض کرے گا اے پروردگار! میں آپ کی بھارا پر سی کیسے کرتا جب کہ آپ تو تمام جانوں کے پالنے والے ہیں ارشاد ہو گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بند بھارا ہوا اور تو نے اس کی میزان پر سی نہیں کی کیا تو نہیں جانتا تھا کہ اگر تو اس کی بھارا پر سی کرتا تو مجھے اس کے پاس موجود پاتا۔

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا اور تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا ہندہ عرض کرے گا پروردگار! میں آپ کو کھانا کیسے کھاتا جبکہ آپ تو رب العالمین ہیں ارشاد ہو گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بند نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا کیا تو نہیں جانتا تھا کہ اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو اس کا ثواب میرے ہاں پاتا۔

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے مجھے پانی نہیں پلایا ہندہ عرض کرے گا

اسلام اور خدمت خلق

اللہ تعالیٰ نے انسان کا مقصد تخلیق اپنی عبادت قرار دیا ہے ارشاد فرمایا
 وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ
 ہم نے جن و انس کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے
 یہ مقصد تب ہی پورا ہو سکتا ہے جب انسان کی زندگی کا ہر لمحہ اپنے مولیٰ اور
 خالق و مالک کی خاطر بسر ہو اس کی ہر حال میں یہ کیفیت ہو
 اِنْ صَلَوَتِيْ وَنَسْكَى وَمَحْيَاى سِرِّىْ نَمَازٌ قَرْبًاى مِىْرَا جِیْنَا لَوْر مِىْرَا سَرَا
 وَمَعْنَاى لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
 فقط اللہ کے لئے ہے جو تمام جہنوں کا پروردگار ہے

جو لحمت و لولقت اس مقصد سے ہٹ کر بسر ہوئے وہ بے مقصد لغو اور
 فطرت میں بسر ہو گئے

اسلام جہاں نماز کو عبادت قرار دیتا ہے وہاں والدین کی خدمت کو بھی عبادت
 قرار دیتا ہے جہاں روزہ عبادت ہے وہاں پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی بھی عبادت ہے
 جہاں حج فریضہ و عبادت ہے وہاں اولاد کی اعلیٰ تعلیم و تربیت بھی فریضہ اور عبادت
 ہے جہاں اپنے ایمان و اعمال کی حفاظت ضروری اور لازم ہے اس طرح دوسروں کی
 خیر خواہی بھی لازم ہے انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی اسلام کا طرہ امتیاز ہے حالانکہ
 ہمارے معاشرے سے یہ چیزیں ختم ہوتی جا رہی ہیں

آج ہم نے نماز روزہ اور حج کو تو عبادت سمجھ رکھا ہے۔ مگر انسانیت کی بھلائی
 اور خیر خواہی کی طرف توجہ ہی نہیں دلاتے حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے جہاں اس چیز کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے آئیے اس سلسلہ میں
 ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ارشادات علیہ سائنے لائے ہیں تاکہ
 ہمارے لوہاں بھی ان اہم امور کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں

پروردگار! میں آپ کو پانی کیسے پلاتا تھا جبکہ آپ تورب العالمین میں ارشاد فرمایا کہ میرے
 بندے نے مجھ سے پانی مانگا اور تو نے اس کو پانی نہیں پلایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر
 اس کو پانی پلاتا تو اس کا ثواب تجھے میرے ہاں ملتا۔ (مسلم شریف)

اسلام ہی انسان کے اندر یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ وہ اس طرح زندگی بسر کرے کہ اس
 کی ذات سے ہر حال میں خیر کے چشمے جاری ہوں وہ جہاں پیٹھے امن و سلامتی کا پیغام
 بھیجتا رہے دوسروں کی مشکلات کو دور کرنے کی حتی المقدار کوشش کرے اس کی
 جسمانی و ذہنی صلاحیتیں اور مالی وسائل دوسرے انسانوں کے کام آئیں کیونکہ اسلام کے
 نزدیک انسانوں کی خدمت اور ان کی فلاح و بہبود کی ہر کوشش عبادت ہے اگر آج بھی ہم
 اسلام کے انہیں ذریعہ اصولوں کو اپنائیں تو ہمارا معاشرہ ایک اسلامی معاشرہ بن سکتا
 ہے

اسلام اور خدمت خلق کے حوالے سے عالم اسلام کے نامور مفتی حضرت
 علامہ مفتی محمد خان قادری دامت برکاتہم العالیہ نے خوبصورت مقالہ تحریر فرمایا ہے
 اللہ رب العالمین حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب کے علم و عمل
 میں برکت عطا فرمائے۔ آمین جاہ النبی الکریم ﷺ

والسلام
 عمر حیات قادری
 ڈائریکٹر صفہ اکیڈمی
 لاہور

۱۔ مسلمان سے تکلیف دور کرنا

1۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا

من نفس عن مسلم کربہ من جس نے کسی مسلمان کی دنیا میں کرب اللہ فی الدنيا نفس اللہ عنہ تکلیف دور کرنے کے لئے کوشش کی کربہ من کرب یوم القیامہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس سے (اسلم) تکلیف دور فرمائے گا

2۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من فرج عن مسلم کربہ فرج جس نے کسی مسلمان سے تکلیف کو اللہ عنہ بہا کربہ من کرب یوم القیامہ بخاری و مسلم دور کر کے اسے کشادگی دی اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اسے قیامت کی پریشانیوں سے نجات عطا فرمائے گا

تکلیف دور کرنے پر اللہ تعالیٰ کی بخشش و مغفرت کا یہ عالم ہے کہ امام بخاری اور مسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ایک آدمی نے راستہ میں

وید غص شوک فآخرہ کائے دार شلخ پائی اس نے اسے وہی فتکرہ اللہ له فغفر له سے ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی

۲۔ تنگ دست کے لئے آسانی پیدا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ومن یسر علی معسر یسر اللہ علیہ فی الدنیا والآخرہ جس نے کسی تنگ دست کو آسانی دی اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی پیدا فرمائے گا (اسلم)

۳۔ مسلمان کے عیوب پر پردہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من ستر مسلما سترہ اللہ یوم القیامہ بخاری و مسلم جس نے کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ ڈالا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا

دوسری روایت میں ہے جس نے دنیا میں کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ ڈالا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا یہ مسلمان بھائی کی مدد

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے (اسلم)

2۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من کان فی حاجۃ الخیہ کان اللہ فی حاجتہ بخاری و مسلم جو شخص کسی بھائی کی حاجت و ضرورت پورا کرنے میں رہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرنے میں رہتا ہے۔

۳۰ حضرت زید بن حلیت رضی اللہ عنہ کلین ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا یزال اللہ فی حاجۃ العبد اللہ تعالیٰ بندے کی حاجت میں اس مادام العبد فی حاجۃ اخیہ وقت رہتا ہے جب تک وہ کسی بھائی (المعجم الکبیر للطبرانی) کی حاجت روائی میں رہتا ہے

دس سالہ اعتکاف سے بہتر

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں اعتکاف میں تھے وہاں ایک شخص آیا اور غاموش ہو کر بیٹھ گیا آپ نے فرمایا میں تمہیں فرود اور پریشان دیکھ رہا ہوں وجہ کیا ہے؟ عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچا زلو بھائی میں اس لئے پریشان ہوں کہ فلاں کام میں نے قرض دیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا اس صاحب مزار کی قسم میں اس قرض کی ادائیگی پر قادر نہیں ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا اس سے میں تمہاری سفارش کروں؟ عرض کیا آپ جیسے مناسب سمجھیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس وقت جو تا پستا اور مسجد سے باہر تشریف لائے اس نے عرض کیا حضرت آپ اعتکاف میں ہیں کیسے آپ بھول تو نہیں گئے فرمایا

لا ولکنی سمعت صاحب میں بھولا نہیں بلکہ میں نے اس ہذا القبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والعهد قریب فلسعت عیناہ وهو یقول من مشی فی حاجۃ اخیہ ویبلغ فیہا کان خیر الہ من اعتکاف میں بھولا نہیں بلکہ میں نے اس صاحب مزار صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا یہ کہتا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بھر آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام کے لئے نکلے اور اس کے

عشر سنین ومن اعتکف یوما یبتغاء وجہ اللہ جعل اللہ بیدن ویدین النار ثلاث خنادق ابعد ممابین الخافقین دوزخ کے درمیان تین خندقیں بنا دیتا ہے جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیان مسافت سے بھی چوڑی ہے (المعجم الاوسط للطبرانی)

یعنی جب ایک دن اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کا کیا مقام ہو گا؟ متدرک میں یہ الفاظ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی بھائی کی حاجت برآری کے لئے نکلا پھر ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا افضل من ان یعتکف فی مسجد (نبوی) میں دو ماہ اعتکاف کرے پچھتر فرشتوں کا دعا کے لئے تقرر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بھائی کی حاجت و ضرورت پورا کرنے کے لئے نکلا یہاں تک کہ وہ پوری ہوگی لظلم اللہ عزوجل بخمسہ وسبعین ملک یصلون علیہ ویدعون لہ ان کان صباحا حتی فی ولان کان مساء حتی یصبح

(کتاب الثواب لابن البیہق)

ہر قدم پر گناہ معاف اور درجہ بلند کرتے ہیں

مذکورہ انہی دو صحابیوں سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش میں نکلا ولا یرفع قدمہ الا احط الہ عنہ اس کے ہر قدم پر گناہ معاف اور اس کا بھائی خطیبہ و رفع لہ بہا درجہ قدم پر درجہ بلند ہوتا ہے

گناہوں سے پاکیزگی

محدث ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا سرکار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے نکلتا ہے

کتب اللہ لہ بكل خطوہ سبعین حسنہ ومحاضہ سبعین سنہ الی لن یرجع من حیث فارقہ فان قضیت حاجتہ علی یدہ خرج من زنوبہ ایوم ولا قہ الہ وان ہلک فیما بین ذلک دخل الجنہ بغير حساب

اللہ تعالیٰ اس کے قدم پر ستر نیکیاں لکھتا ہے اور ستر برائیوں ختم فرما دیتا ہے یہی تک کہ وہ واپس ہو کر جب اس سے جدا ہوتا ہے اگر رحمت پوری ہوگی تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے کہ اسے گرج میں نے بتا اور اگر وہ اس دربان فوت ہو گیا تو وہ جنت میں بلا حساب داخل ہو جائے گا

روز قیامت ثابت قدمی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

من اعان عبدا فی حاجتہ ثبت اللہ لہ مقامہ یوم نزول الاقدام تعالیٰ اسے اس دن ثابت قدمی عطا فرمائے گا جس دن قدم پھسل رہے ہوں گے

اللہ کے عذاب سے محفوظ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو مخلوق کی حاجت پوری کرنے کے لئے پیدا کیا ہوتا ہے

یفزع النلس الیہم فی حوائجہم لولیک الامنون من عذاب اللہ

(المعجم الکبیر للطبرانی) ہیں

دوزخی کے لئے شفاعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا روز قیامت لوگوں کو صفوں میں کھڑا کیا جائے گا پھر کل جنت کو وہاں سے گزارا جائے گا ایک جنتی دوزخی کے پاس سے گزرے گا تو وہ اسے پہچان جائے گا اور کہے گا اے فلاں کیا تجھے وہ دن یاد نہیں۔

استقیہ فسقینک شریہ؟ تو نے عباس میں پانی مانگا تھا تو میں نے پانی پلایا تھا

تو وہ کہے گا ہاں پھر وہ جنتی اس دوزخی کی شفاعت کرے گا

ایک شخص کے گام میں نے تجھے دھوکے لئے پانی دیا تھا اس کی بھی شفاعت کی جائے گی ایک کے گام میں حمیری حاجت کے لئے فلاں فلاں دیا تھا جبکہ گیا تھا

فیشفیع (ابن ابی) تو اس کی بھی شفاعت کی جائے گی۔

نہتول: چھن جانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مختلف لوگوں کو اپنے بندوں کے لیے نعمتیں عطا کیں ہوئی ہیں۔

یقرہم فیہا ما یبذلوا فاذا یقرہم فیہا ما یبذلوا فاذا جب تک وہ ان پر خرچ کرتے رہیں منعوا نزعہا منہم فحولہا ہیں انہیں اور دینا رہتا ہے جب وہ الی غیرہم روک لیں اور خرچ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ وہ نعمتیں ان سے چھین کر (الحجم الکبیر للطبری) دوسروں کو دے دیتا ہے

بھوکے کو کھانا کھانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ اللہ کے بندوں کی یہ شہن ہوئی ہے وہ اپنے رب کی محبت میں مخلوق خدا کو کھاتے پلاتے ہیں۔

و یطعمون الطعام علی حبہ وہ اس کی محبت میں مسکین یتیم اور مسکینا و یتیم و اسیرا قیدی کو کھانا کھاتے ہیں

دوسری جگہ پر اسلام کا تعارف ان کلمات سے فرمایا۔

فک رقبہ لو اطعم فی یوم ذی گردن آزاد کرنا قلم کے دونوں میں کھانا سفیہ یتیمہ ذلقریہ کھانا یتیم کو یا اور مسکینا ذلقریہ

سب سے بہتر اسلام

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا اسلام بہتر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نظم الطعام وتقرأ السلام یہ کہ تو کھانا کھائے اسلام کے اس پر علی من عرفت ومن لم تعرفنا سئلہ فیہ الفاظ موی ہیں۔

اعبدوا الرحمن واطعموا الطعام رومن کی مہلت کرو مخلوق کو کھانا واقشوا السلام ندخلوا الجنة کھانا سلام پھیلاؤ اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ

جنت میں اعلیٰ رہائش

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک ایسی رہائش ہے جس کا ظاہر اندر سے اور اندر باہر سے دکھائی دیتا ہے

اعلہا اللہ تعالیٰ لمن اطعم اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے الطعام واقشوا السلام وصلی تیار فرمایا ہے جو مخلوق کو کھائیں سلام و النسل نیام (سج ابن مہنا) پھیلائیں اور لوگوں کے سونے کے وقت نماز پڑھیں

جنت میں داخلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے اپنے کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اللہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی عمل

بتائیں جسے کہتے ہیں جنت میں داخل ہو جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھلاؤ، سلام کثرت کے ساتھ کہو، صلہ رحمی کرو، جب لوگ سو جائیں رات کو نماز پڑھو۔

فدخل الجنة سلام
اور جنت میں سلامتی سے داخل ہو جائے گا
(المستدرک)

گناہ جھڑکتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ چیزیں جو گناہوں کے جھڑکنے کا سبب بنتی ہیں وہ تین ہیں۔

اطعام الطعام واقشاء السلام
کھانا کھانا، سلام کی اشاعت اور نورانی
والصلاه باللیل والناس نیام
کے سو جانے پر رات کو نماز پڑھنا
(المستدرک)

سب سے افضل صدقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل الصدقة ان تشبع کبدًا سب سے افضل صدقہ کسی بھوکی تھوکی جائعہ (شعب الایمان بتقی) کو کھانا کھانا ہے۔

جنت کے خصوصی دروازہ سے داخلہ

حضرت مولانا بن جبلہ رضی اللہ عنہ سے موی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی بھوکے مومن کو سیر کر کے کھانا کھلایا۔

لادخله اللہ بابا من ابواب الجنة
اللہ تعالیٰ اسے جنت کے اس خصوصی دروازے سے جنت میں داخل فرمائے
لا يدخله الا من كان مثله
(ابوہریرہ) گا جس سے اس کی مثل ہی داخل ہو

مک

اول جنت کا سبب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان من مוכبات الجنة لطعام
بھوکے کو کھانا کھانا داخل جنت کا ذریعہ
المسلم الشبان
ہے۔

(کتاب الشواب)

مستدرک میں بھوکے کو کھانا کھانے کو رحمت کا سبب اور شعب الایمان میں مغفرت و بخشش کا سبب بھی قرار دیا گیا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی عمل بتائیے جو مجھے جنت میں لے جائے آپ نے فرمایا تعلق اور للاموں کو آزاد کرو اور اگر اس کی طاقت نہیں۔

فاطعم الجائع واسق الظمان
تو بھوکے کو کھانا اور پیاسے کو پانی پلاؤ۔
(صحیح ابن حبان)

لقمہ پہاڑ کی مانند

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی ہندہ ایک لقمہ اور روٹی کا ٹکڑا صدقہ کرتا ہے۔

تربو عند اللہ عز وجل حسنی
وہ اللہ بزرگ و برتر کے ہاں پہاڑ کی
نکون مثل احد
مانند بڑھ جاتا ہے۔

کھانا کھانے سے تین آدمی جنتی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اللہ تعالیٰ مسکین کے لئے روٹی کے لقمہ یا منہ بھجور یا اس کی مثل غرض شے دینے سے تین آدمیوں کو جنتی بنا دیتا

ہے
الامر یہ والزوجه المصلحہ لہ اس صدقہ کا حکم دینے والا اس
والخدام الذی یناول تعاون کرنے والی بیوی اور مسکین
المسکین پانچاٹھ والا خدام

(عمران)

اللہ تعالیٰ فخر فرماتا ہے

حضرت حسن بھری سے مراد "روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ بیباہی ملائکتہ بالذین اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں میں ایسے لوگوں کو
یطعمون الطعام من عبیدہ پر فخر فرماتا ہے جو اپنے ملازمین کو عدا
(کتاب الثواب) کھلاتے ہیں

دورخ اور سات خندقیں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جس نے کسی بھوکے بھائی کو سیر کر کے کھلایا اور پیاسے کو سیر کر کے پانی
باعده اللہ من النار سبع غنادق اللہ تعالیٰ اسے دورخ سے سات
مابین کل خندقین سیرہ خندقیں دور فرماتا ہے جبکہ دو خندقوں
خمس مائہ عام (الستدرک) کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت
ہے

اللہ تعالیٰ کا محبوب عمل

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو یہ عمل سب سے محبوب ہے کسی مسلمان کو خوش کیا
جائے یا اس سے کسی تکلیف کو دور کیا جائے۔

لو تطرد عنہ جو عا" لو تقضی یا اس سے بھوک کو دور کیا جائے یا
عنہ دینا (کتاب الثواب) اس کا قرض چکا دیا جائے
بنت کا پھل

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جو کوئی کسی بھوکے مومن کو کھائے گا
اطعمہ اللہ يوم القيامة من روز قیامت اللہ تعالیٰ اسے جنتی پھل
ثمار الجنة (ابو داؤد) کھائے گا

عرش کا سایہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جس میں تین چیزیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اسے سایہ رحمت عطا فرما کر
بنت میں داخل فرمائے گا

رفق بالضعیف وشفقہ علی کفور کے ساتھ نرمی والدین کے
والدین واحسان الی ساتھ پیار اور ملازمین کے ساتھ احسان
المملوک

اور جس میں یہ تین چیزیں ہوں گی انہیں اللہ تعالیٰ اس دن عرش کا سایہ عطا
فرمائے گا جبکہ کوئی اور سایہ نہ ہو گا پائندگی کی حالت میں وضو "ترکیبوں میں
مسجد کی طرف چل کر جانا

واطعام الجائع بھوکے کو کھانا کھانا

(کتاب الثواب)

جنتی خصائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

و سلم نے فرمایا آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا بندہ نے فرمایا آج تم میں سے کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا انہوں نے عرض کیا بندہ نے فرمایا آج جنازہ میں کسی نے شرکت کی ہے؟ عرض کیا بندہ نے فرمایا آج عریض کی عیادت کس نے کی ہے عرض کیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ما اجتمعت هذه الخصال قط
فی رجل الا دخل الجنة
یہ فضائل فقط اس میں جمع ہوتے ہیں
جو جنت میں داخل ہو گا
(صحیح ابن خزيمة)

رب کریم کا فرمان مجھے کھانا کیوں نہ کھلایا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے روز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گاے بندے میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہ کی؟ بندہ عرض کرے گا تم تو رب العالمین ہو میں تمہاری عیادت کیسے کرتا؟ فرمان ہو گا اگر تو فلاں بندے کی عیادت کرتا تو مجھے وہاں پالیتا پھر فرمائے گا بندے تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا؟ عرض کرے گا رب العالمین میں آپ کو کیسے کھلا سکتا ہوں؟ فرمائے گا۔
اما علمت انک لو اطعمتہ
لو جدت ذلک عندی (اسلم)
اگر تو فلاں بندے کو کھلاتا تو آج وہ تو میرے پاس اسے پاتا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے مروی فرمایا میرے لئے ایک یاد دہانہ کھانے پر مسلمان بھائیوں کو جمع کرنا اس سے افضل ہے
ان لا دخل سوقکم فاشتری کہ میں بازار جا کر غلام خریدوں اور رقبہ فاعثنہا اسے آزاد کروں

امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہے فرمایا کسی بھائی کو اللہ تعالیٰ کی خاطر نقد

بھیجے کسی مسکین پر ایک درہم خرچ کرے سے زیادہ محبوب ہے

اللہ خدا کو پانی پلانا

جس طرح حقوق خدا کو کھانا کھلانا عیادت اور ثواب کا عمل ہے اس طرح اسے پانی بھی نہایت ہی اجر و ثواب کا عمل ہے

اللہ کا کتنا اور بخشش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا وہ سفر میں تھا اس نے کوئی محسوس کی کنواں تلاش کیا اس میں داخل ہو کر پانی پیا جب باہر نکلا تو وہاں کتاب یلہت ویاکنی الشری ایک کتا ہانپ رہا تھا اور پیاس کی وجہ سے مٹی چات رہا تھا

اس آدمی نے سوچا اسے بھی پیاس کی وجہ سے میری ہی طرح تکلیف ہو رہی ہے وہ دوبارہ کنویر میں اترا

فصلاء خففہ ماء ثم لم سکہ بغیرہ اپنا بڑا پانی سے بھرا اور اسے اپنے منہ سے پکڑ کر باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا

اس پر
فشکر اللہ له فغفر له اللہ نے اسے بدلہ عطا فرماتے ہوئے بخش دیا

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چار پیسوں کی خدمت میں ہمارے ان انسانی البہائم لاجرا لئے اجر ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

فبی کل کبد رطبہ اجرۃ
بروزی روح کی خدمت سے اجر
پانی کا صدقہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لیس الصدقہ اعظم اجرۃ من پانی پلانے سے بڑھ کر بڑا کوئی صدقہ
ماء (شعب الایمان) نہیں

مخلوق کو پانی پلاؤ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا میری والدہ کا وصل ہو گیا وہ کوئی وصیت نہ کر سکیں اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں کیا انہیں فائدہ ہو گا؟ فرمایا

نعم وعلیک بالماء
ہاں فائدہ ہو گا تم مخلوق کو پانی پلاؤ
(عبرانی)

پانی کا انتظام

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کا وصل ہو گیا۔

فای الصدقہ افضل؟
کون سا صدقہ افضل ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی انہوں نے کنوئیں کھودوا دیا اور اس کا نام بئر ام سعد (سعد کی ماں کا کنوئیں) رکھ دیا (ابوداؤد)

پانی کے انتظام پر ثواب

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من حفرماء لم تشرب منه
بکلا ضرری من جن ولا انس
ولا طائر الا اجرہ اللہ یوم
القیامہ (صحیح ابن حبان)
جس نے کنوئیں (پانی کا انتظام) کھودوایا
اس سے جس جن انسان اور چرند و
پرند نے پانی پیا روز قیامت اللہ تعالیٰ ہر
ایک پر اجر عطا فرمائے گا

نو چیزوں کا صدقہ جاریہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ کو موت کے بعد بھی جن اعمال و حسنات کا ثواب ملتا رہتا ہے وہ یہ ہیں علم کی اشاعت، نیک اولاد، کسی کو قرآن دینا، مسجد بنانی، مسافر غلہ بنانا، نہر کھودانی، درخت لگانا، کنوئیں کھودا یا کوئی بھی حالت صحت میں صدقہ کیا

(ابن ماجہ، مسند بزاز)

بچے کو کپڑا پہنانا

جس طرح کسی بچے کو کھانا کھلانا یا اسے کو پانی پلانا نفلت ہی اجر و ثواب کا عمل ہے اسی طرح کسی بچے کو کپڑے پہنانا بھی قرب خداوندی کا ذریعہ ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ایما مسلم کسا مسلما ثوبا
علی عری کساه اللہ من
خضر الجنۃ
جس نے کسی بچے کو کپڑا پہنایا
اللہ تعالیٰ اسے جنت میں لباس عطا
فرمائے گا

(ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے میں نے حبیب خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے بھی کسی مسلمان کو کپڑا پہنایا۔
 کان فی حفظ اللہ ما دام علیہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے
 منہ خرقہ (ترمذی) جب تک اس کا ایک ٹکڑا بھی اس پر
 ہوتا ہے

علی المسلم
 (الحجۃ الکبیر للطبرانی)
 بخشش کا ذریعہ

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 بخشش کے اسباب میں سے ایک یہ ہے
 ادخالک البسرور علی اخیک کہ تم مسلمان بھائی کے دل کو خوش
 المسلم رکھو

امام حاکم نے اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے
 لم یزل فی ستر اللہ ما دام علیہ وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہتا ہے جب
 منہ خیط الوسلک (مسندک) تک اس کے بدن پر اس سے ایک
 دھاکہ یا لڑی رہے گی

افضل عمل

امام ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیا لباس پہنا تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے کہا تمام
 حمد اللہ کے لئے جس نے مجھے جسم چھپانے کے لئے کپڑا عنایت فرمایا اور مجھے زندگی
 میں اس کے ذریعے نعمت بخش اس کے بعد فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم سے سن رکھا ہے جس نے نیا کپڑا پہنا تو کوہ دعا کی اور پرانا کپڑا صدقہ کر دیا
 کان فی کنف اللہ وفی حفظ دنیاوی اور اخروی زندگی میں وہ اللہ
 اللہ وفی ستر اللہ حیوا ومیتا قتل کی پناہ اس کی حفاظت اور اس کی
 شفقت میں ہو جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 افضل عمل یہ ہے
 ادخال البسرور علی المومن کہ مسلمان کے دل کو خوش کیا جائے
 خواہ یہ کپڑا پہنا کر ہو یا اس کی بھوک کو دور کر کے یا اس کی کسی بھی ضرورت
 کو پورا کر کے ہو
 اللہ تعالیٰ کی خوشی

مسلمان کو خوش کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ ایسے ملا کہ وہ اس
 سے اسے خوشی ہوئی
 مسرۃ اللہ عزوجل یوم القیامہ روز قیامت اللہ اسے خوشی عطا فرمائے
 (الطبرانی) کا

کسی مسلمان کے دل کو خوش کرنا یہ اہم فریضہ ہے حضرت ابن عباس رضی
 اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کو فرائض کے بعد کسی کا دل
 بعد الفرائض ادخال البسرور خوش رکھنا پسندیدہ عمل ہے

مقالات کی فہرست

جلداول میں یہ ۹ مقالات ہیں:

- ۱۔ جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
- ۲۔ صحابہ اور یوسرہ جسم نبوی ﷺ
- ۳۔ آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
- ۴۔ تبسم نبوی ﷺ
- ۵۔ مزاج نبوی ﷺ
- ۶۔ شفاعت نبوی ﷺ
- ۷۔ محبت رسول ﷺ
- ۸۔ کیا حضور ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟
- ۹۔ مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات و جذب و مستی

جلد سوم میں مقالات

جلد سوم میں مندرجہ ذیل ۱۱ مقالات ہیں

۱۔ نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد لینا
(اہل سنت کا موقف نہ کہ اہل بدعت کا)

۲۔ رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ

۳۔ درود و سلام کی فضیلت

۴۔ تحفہ درود و سلام

۵۔ حدیث توسل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں

۶۔ ارض خدا ملکیت مصطفیٰ ﷺ

۷۔ مسئلہ ترک (کیا رسول اللہ ﷺ کا کسی عمل کو

ترک کرنا حرام ہونے کی دلیل ہے)

۸۔ آثار رسول ﷺ کی عظمتیں

۹۔ اسلام اور خدمت خلق

۱۰۔ مولانا عبدالحی کھنوی کی حیات و خدمات

۱۱۔ کیا سنگ مدینہ کھلانا جائز ہے؟

۱۲۔ المقالة المرضیة فی الرد علی قاضی القضاة امام ابو عبد اللہ محمد سعدی

من یفکر الزیارة المحمدیة مصری اختائی ماگلی (ت: ۷۵۰)

جلد دوم میں مقالات

جلد دوم میں یہ ۱۲ مقالات ہیں:

- ۱۔ اَتَقَمُّ اَعْلَمُ بِاَمْرِكُمْ کا صحیح مفہوم
- ۲۔ صحابہ اور علم نبوی ﷺ
- ۳۔ وسعت علم نبوی ﷺ
- ۴۔ قرآن اور روحانی علوم
- ۵۔ ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ
- ۶۔ قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
- ۷۔ حضور ﷺ کے ظاہر و باطن پر فیصلے
(طرح السقط للسیوطی کا ترجمہ)
- ۸۔ حضور ﷺ کے ظاہر و باطن پر فیصلے
(شعلة نار للسیوطی کا ترجمہ)
- ۹۔ سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
- ۱۰۔ نعل پاک حضور ﷺ
- ۱۱۔ کیا اولیاء اللہ اور ہمت ایک ہیں؟
- ۱۲۔ نور خدا سیدہ خلیمہ کے گھر

مولانا عبدالحی لکھنوی

کی

حیات و خدمات

تصنیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ۶، میلاد شریعت گلشن رحمان ٹھوکر نیاں ہیک لاہور

042,35300353...0300.4407048

علامۃ الہند
مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

حیات و خدمات

تحریر: املق محمد خان قانوری

فقد حقی پر دیگر مسالک علمی کی طرح عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں بہت کام ہوا ہے۔ برصغیر میں اس نچو موضوع پر جن اہل علم نے اہم خدمات سر انجام دیں ان میں علامہ مولانا عبدالحی لکھنوی بھی ہیں۔ عرب کے مشہور فاضل شیخ عبد القادر ابوالخیر رحمہ اللہ نے اپنے استاد امام زاہد الکلوثری رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر علامہ پر خوب کام کیا ان کی متعدد کتب پر نہایت ہی علمی و تحقیقی حواشی تحریر کر کے انہیں شائع کیا۔ اسی وجہ سے پھر اللہ عالم عرب بھی علامہ کے نام سے شخص متعارف ہی نہیں ہوا بلکہ مستفید بھی ہوا ہے۔

ڈاکٹر ولی الدین ندوی نے ۱۳۱۳ ہجری میں جامعہ سکندر یہ میں ڈاکٹر مصطفیٰ الصبری الجویانی کی رہنمائی میں علامہ کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کیا اس کا عنوان تھا "الامام عبدالحی اللکھنوی و مجودہ فی علوم الحدیث"۔ اس مقالہ کا نصف حصہ دمشق سے الامام عبدالحی لکھنوی کے نام سے ۱۳۱۵ کو شائع ہو گیا۔ بقیہ حصہ بقول مصنف عنقریب شائع ہو جائے گا، بندہ نے زیادہ استفادہ اس مطبوعہ مقالہ سے کیا ہے۔ آئیے اختصار اعلیٰ کی حیات و خدمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

خاندانی پس منظر:

آپ کا خاندان مدینہ طیبہ سے ہوا تو وہاں سے لاہور، پھر سہالی اور پھر لکھنؤ منتقل ہوا۔ آپ کے اجداد میں سے حضرت عبد اللہ انصاری ابو منصور بن ابوالیوب انصاری، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت یعنی ۳۱ ہجری میں شہر مدینہ سے خراسان کے علاقہ میں جہاد کے لئے شہر ایف لائے وہاں سے ہرات منتقل ہوئے اور وہیں ان کا وصال ہوا۔ سب سے پہلے جو شخص اس خانہ ان میں سے ہرات سے ہندوستان آئے ان کا اسم گرامی ماجد الدین بن خولجہ ملیم ہے۔ علمی خاندان:

آپ کا خاندان نہایت ہی علمی ہے آپ کے آباؤ اجداد میں سے اکثر اپنے وقت کے

علماء فتویٰ میں شامل تھے۔ مثلاً آپ کے والد گرامی مولانا عبدالعلیم اپنے وقت کے مسلم عالم ہیں اس طرح آپ کے چچا مولانا شیخ امین حافظ قرآن تھے اور فتویٰ تحریر فرمایا کرتے۔ دوسرا چچا مولانا محمد اکبر، جد ثالث مفتی احمد ابو الرحمہ عظیم فقیہ و عابد تھے آپ کے جد سادہ دین و عابد تھے، ان کی تہذیب و تمدن میں شامل تھے۔

علماء کا سرگز:

آپ کا تعلق گھنٹو شہر سے ہے اور اس شہر میں آپ کے علاوہ تقریباً ۲۵۰ علماء پیدا ہوئے، ان فقہاء حدیث، تفسیر، لغت، منطق اور فلسفہ وغیرہ کے ماہر تھے۔ ان اہل علم میں سے ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین شہید بھی ہیں جو مدرسہ علم کے موبو دو نصاب کے بانی اور مؤسس ہیں۔ سید لہذا مآثر کہتے ہیں۔

هو عالم خبير فاضل زهير وهو مؤسس الدرس النظامي الذي يطبق في مدارس شبه القارة الهندية۔

”وہ بہت بڑے فاضل اور چید عالم ہیں۔ وہ اس نصاب درس نظامی کے بانی ہیں ہندوستان میں رائج ہے۔“

مولانا عبدالحی حسنی رقمطراز ہیں:

جاء الشيخ نظام الدين السهالوي واحداث في دروس الهند نظاما جديدا تلقاه الناس بالقبول ولم ينقص الى الان منه شيء۔

”شیخ نظام الدین سہاوی کا دور آیا تو انہوں نے ہندوستان کے مدارس کے لئے نیا نصاب مرتب کیا اسے قبول کیا گیا اور اب تک اس میں کسی قسم کی کوئی کمی و ترمیم نہیں کی گئی۔“

اہل علم میں سے ملا عبدالحی بن ملا نظام الدین ہیں، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی انہیں بحر العلوم کا لقب دیا ہے۔ ان کے رسائل الارکان جیسی عظیم کتاب انہی کی تصنیف ہے۔

آپ کے والد اور استاذ مولانا عبدالعلیم لکھنؤی:

مولانا محمد عبدالعلیم بن شیخ محمد امین آپ کے والد گرامی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے استاد بھی ہیں سب سے زیادہ تعلیم انہی سے حاصل کی۔ موصوف کی ولادت ۱۲۳۹ ہجری لکھنؤ میں ہوئی اس سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کیا اس کے بعد دیگر علوم دینیہ کے حصول

مشتغول ہوئے۔ ابتدائی کتب اپنے والد گرامی شیخ محمد امین سے پڑھیں۔ ۱۲۵۳ میں ان کے چچا کے بعد اپنی والدہ کے دادا مولانا محمد علیہ رحمۃ اللہ التوفیٰ ۱۲۹۰ اور اپنے چچا مفتی یوسف بن محمد التوفیٰ ۱۳۸۶ سے حاصل کیے۔ حدیث کی تعلیم، شیخ محدث حسین احمد طبع آبادی اور شیخ محمد راز حسن علی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی۔

فاضل تدریس:

علوم اظہار و عقاید کے حصول کے بعد اپنے شہر میں ہی تدریس شروع کی۔ ۱۳۶۰ ہجری شہر ہانڈہ کی طرف سفر کیا وہاں نواب ذوالفقار الدولہ کے مدرسہ میں چار سال تک تدریس فرمائی پھر واپس اپنے شہر لکھنؤ آئے ایک سال تک وہاں رہے۔

دوسرے امامیہ حنفیہ میں:

پھر شہر جو پورہ کے رئیس محمد امام بخش (التوفیٰ ۱۲۷۸ھ المتکرمہ) نے اپنے مدرسہ امامیہ میں تدریس کے لئے بلا دیا وہاں نو سال تک تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ کثیر تعداد میں اہل علم نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۱۳۷۶ میں وطن لوٹے ایک سال تک لکھنؤ رہے۔

دوسرے نظامیہ میں:

پھر شجاع الدولہ مختار الملک النواب تروپ علی خاں التوفیٰ ۱۳۰۰ نے حیدر آباد میں مدرسہ نظامیہ میں تدریس کے لئے عرض کیا تو وہاں تشریف لے گئے۔

زیارت حرمین شریفین:

۱۳۷۹ میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اس مبارک سفر میں وہاں کے اہل علم سے ملاقات اور سند حدیث لینے کا شرف ملا۔

۱۔ محدث مفسر شیخ محمد جمال بن عمر حنفی التوفیٰ ۱۲۸۳ (۲)۔ محدث مفسر شیخ احمد بن زینی و علان التوفیٰ ۱۳۰۳ (۳)۔ مولانا محمد بن محمد عرب شافعی مدرس مسجد نبوی (۴)۔ محدث شیخ عبدالغنی بن ابی سعید مجددی (۵)۔ مولانا عبدالرشید بن احمد سعید مجددی، حیدر آباد میں

مدرسہ نظامیہ کے ناظم بھی رہے۔

وصال:

۱۳۸۵ ہجری شعبان میں حیدر آباد میں وصال ہوا اس وقت ان کی عمر چھیالیس برس تھی۔

تدریس کے ساتھ ساتھ گراں قدر تصانیف بھی یادگار چھوڑیں، شیخ محمد عابد
فرنگی مغل نے ان کے حواشی اور تصانیف کی تعداد چوبیس تحریر کی ہے۔ ان
ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ القول الحسن فیما یصلح بالحوال والسیغ۔ ۲۔ القلم الدردنی سفک شق وقر۔ ۳۔
- الکلام فی مسائل الصیام۔ ۴۔ رسالہ فی الاشارة بالسباہ۔ ۵۔ قمر الاقدار حاشیہ نور۔ ۶۔
- ۶۔ حاشیہ ہدایہ آخرین۔ ۷۔ نور الایمان فی ۱۲۴ حجبہ الرحمن

علامہ کی ولادت:

علامہ عبدالحی کھٹنوی کی ولادت ۲۶ ذوالقعدہ ۱۲۶۲ ہجری بروز منگل بمقام ۱۱
ہوئی۔ آپ کے والد گرامی مولانا عبدالحلیم کھٹنوی ان دنوں وہاں نواب ذوالفقار اندوہ
مدیر میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ شیخ الطاف الرحمن نے احوال علامہ فرنگی
میں آپ کی ولادت کا سن ۱۲۶۵ قمریہ دیا ہے جو درست نہیں کیونکہ علامہ نے خود تصریح کی ہے
۔ ولدت فی بلد قباہ فی السادس والعشرین من ذی القعدہ یوم الثمنا ثامن الیوم الرابع والستین
الایام والیومین۔ ۱۱

"بند ۲۶ ذوالقعدہ ۱۲۶۲ کو منگل کے روز مقام قباہ میں پیدا ہوا۔"

نام:

والد گرامی نے ولادت کے ساتویں روز آپ کا نام "عبدالحی" رکھا۔ حضور ﷺ
کے اسم گرامی سے حصول برکت کے لئے اپنے نام کے ساتھ "محمد" لکھا کرتے۔

کنیت:

آپ کی کنیت ابو الحسنات ہے اس کے بارے میں خود رقمطراز ہیں۔

کنیتی ابو الحسنات کنیتی مد والذی بعد بلوغی۔

"میری کنیت ابو الحسنات ہے میرے بلوغ کے بعد والد گرامی نے مجھے یہ کنیت عطا کی۔"

نسب:

نسب طو پر آپ کا سلسلہ میزبان رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے

اسی وجہ سے انصاری کہلائے، صحابی رسول اللہ اور آپ کے درمیان ۳۳ واسطے ہیں۔ شاہ
کھٹنوی:

یہ شہر کھٹنوی کی طرف نسبت ہے۔ ہندوستان میں کھٹنوی مشہور شہر کا نام ہے۔ فرنگی
مغل اس کے ایک محلہ کا نام ہے جسے ایک فرانسیسی ۱۲۰۰ نے آباد کیا تھا۔

تعلیم و تربیت:

آپ نے ایک نہایت ہی علمی خاندان اور گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے بچپن
میں ہی علم دین کی تعلیم شروع کر دی۔

حفظ قرآن:

پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید کا حفظ شروع کیا۔ پہلے حافظ کا سم علی کھٹنوی سے
آسری پارہ پڑھا۔ پھر وہاں سے آپ کے والد جو پورہ میں مدرسہ امامیہ حنفیہ میں تدریس کیے
تشریف لے گئے تو وہاں حافظ ابراہیم مرحوم سے بغیر قرآن مجید حفظ کیا۔ دس سال کی عمر میں
حفظ قرآن مکمل ہوا، اسی سال تراویح میں قرآن کریم سنانے کا شرف ملا۔ خود لکھتے ہیں:

وصلیت اماما فی التراویح وکان عموی عشر سنین۔

"میں نے تراویح میں امامت کی، حالانکہ اس وقت میری عمر دس سال تھی۔"

تحصیل علوم:

حفظ قرآن پاک کے بعد عمر کے گیارہویں سال میں علوم دینیہ و دنیہ کی تعلیم
شروع کی جن میں صرف نحو، معانی، منطق، حکمت، طب، فقہ، اصول فقہ، علم کلام، حدیث،
اصول حدیث اور تفسیر شامل ہیں۔

سترہ سال کی عمر میں فراغت:

ان علوم درسیہ سے فراغت اور تکمیل کے وقت علامہ کی عمر ۱۷ سال تھی خود
رقمطراز ہیں:

لقرغت من جمیع الکتب معقولا و منقولا حین کان عموی سبع عشرة
سنة میں جب تمام کتب معقول و منقول سے فارغ ہوا تو اس وقت میری عمر ۱۷ سال تھی۔

والد گرامی سے حصول علم:

آپ نے اپنے والد گرامی سے ہی زیادہ تفصیل علم کیا۔ ان کے علاوہ مولانا محمد نوحہ اللہ التوفیٰ ۱۳۹۰ اور مولانا خادم حسین سے علم ریاضی اور حساب کی تعلیم لی۔

تدریس و تالیف سے محبت:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے علوم دینیہ کی تدریس و تالیف سے وافر محبت عطا فرمائی تھی، زندگی بھر ان کا یہی مشغور رہا حتیٰ کہ زندگی خالی میں بھی تدریس کرتے تھے ایک جگہ یہ لکھتے ہیں۔

وقد تلقى الله في قلبي من عفوان الشباب بل في زمن الصبا محبة التدريس والتأليف فلم الهراء كتابا خروسته بعده

"اللہ تعالیٰ نے ابتداء جوانی بلکہ بچپن سے ہی میرے دل میں تدریس و تالیف کی محبت پیدا فرمادی میں نے جو کتاب بھی پڑھی بعد میں میں نے اسے پڑھایا بھی"۔

اور میرے مقام پر فرماتے ہیں۔

ومن منحه تعالى على انه التقى محبة العلم في قلبي و اخراج الفقه امور الرباسة مني حتى ان الوالد العلامة ادخله الله في دار السلام لما توفي في حيدر آباد من مملكه الدكن و كان ناضما للعدالة اصروني جميع الاحباب ايثار عهدة القضاء فنفقرت منها ظنمني ان ايثاره مع ماليه من خطر الحساب يعوقني عن الاشتغال بالتدريس والتأليف ففقت باليسير وترك الكتيب

"مجھے پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اس نے میرے دل میں علم کی محبت ڈال دی اور اس نے حکومت کی ہوس ختم فرمادی حتیٰ کہ میرے والد علامہ (اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا فرمائے) جب فوت ہوئے تو حیدر آباد کچن میں عدالت کے ناظم تھے مجھے بھی تمام احباب نے یہ عہدہ قبول کرنے کے لئے کہا لیکن میں نے بیزارگی کا اظہار کیا اس لئے کہ ایک تو اس کا حساب دینا مشکل ہے اور دوسرے مجھے یہ تدریس و تالیف سے مشغول رکھے گا اس لئے میں نے تھوڑے پر اکتفا کرتے ہوئے کثیر کو ترک کر دیا"۔

فرماتے ہیں میں نے ایسی کتب بھی طلبہ کو پڑھائی ہیں جو میں نے کسی استاد سے نہیں پڑھی تھیں۔ مثلاً شرح اشارات للطوسی، الاقنن المسکین، قانون الطب اور رسالہ عروض

مطالعہ سے محبت:

مطالعہ کتب کا یہ عالم تھا کہ ان کے شاگرد مولانا محمد حفیظ اللہ کا بیان ہے استاد گرامی اکثر فرمایا کرتے:

اللی لما اکون مریضا فمن علامات صحتی شوقی الی مطالعة کتب العلوم
"میں جب کبھی بیمار ہوتا تو میری صحت کی علامت مطالعہ کتب علوم کا شوق ہے"
خود اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ جب استاد گرامی کی والدہ ماجدہ کا وصال ہوا
ان کی تعزیت کے لئے آپ کے پاس آ رہے تھے۔

فوجدوا مشغولا بمطالعة الكتب فعجبوا منه فلله الصنعة ما جاء عنده
احد الا تعجب و قام بحيرة النفس

"تو انہوں نے آپ کو مطالعہ کتب میں پایا تو حیران ہوئے، اللہ کی شان جو بھی آتا
دیکھ کر ششدر رہ جاتا"۔

تفصیل و خدمت علم میں سردی گرمی اور بھوک پیاس کی پروا نہیں کرتے تھے۔

آدھی رات تک:

مطالعہ، تدریس اور تصنیف کا انداز اس سے کہتے کہ دن کے علاوہ روزانہ نصف رات تک یہ سلسلہ جاری رہتا اس میں کسی قسم کا ملال و تھکاوٹ محسوس نہ کرتے، تصنیف اور تالیف کا سلسلہ تو سفر میں بھی جاری رہتا۔

۱۲ سال کی عمر میں سلسلہ تصانیف:

ان کی علمی محبت و محنت کا ہی نتیجہ ہے کہ زمانہ طالب علمی کے ابتدائی سالوں یعنی بارہ سال کی عمر میں انہوں نے دو کتب تصنیف کیں۔ (۱) اہدین فی شرح المیزان (یہ میزان السرف کی شرح ہے) (۲) امتحان الطب فی الصیغ المملک

عقد نکاح:

۱۲۸۳ میں علامہ کی شادی ان کے چچا حافظ محمد مدنی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اس وقت علامہ کی عمر انیس سال تھی۔

زیارت حرمین شریفین:

اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بار حرمین شریفین کی زیارت کا شرف عطا فرمایا، پہلی دفعہ

۱۲۷۹ ہجری میں اپنے والد گرامی کی معیت میں یہ مبارک سفر نصیب ہوا، اس وقت آپ پندرہ سال تھے۔ دوسری دفعہ ۱۲۹۲ میں حاضری ہوئی۔ ۱۸ سیرج میں ان علماء سے استفادہ کیا۔

۱۔ شیخ احمد زینی وطان التوتی ۱۳۰۴۔ (۲)۔ شیخ عبدالغنی وولوی التوتی ۱۲۹۶۔ (۳)۔ عبد اللہ طحطاوی ۱۲۹۵ علامہ کا مسلک:

علامہ ہاشم مسلک حنفی تھے۔ متعدد مقامات پر انہوں نے خود ان بات کی نشاندہی کی ہے کہ اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

اللکھنوی وطن الانصاری والانوسی القطبی نسباً الحنفی مذهباً ومشرافاً
 "میں وطن کے اعتبار سے لکھنوی، نسب کے اعتبار سے انصاری، اپنی اور علمی
 اہل ہب اور مسلک کے اعتبار سے حنفی ہوں۔"

مسلک اعتدال:

لیکن وہ ہمیشہ اعتدال کی راہ پر بڑی سختی سے گامزن رہے۔ فرماؤ تقریباً ۱۱۰۰
 کی کوشش کرتے رہے اور کسی بھی اہل علم کی یہی شان ہوئی ہے کہ اس بارے میں عامہ لکھتے ہیں
 من منحة النبی وزقت التوجہ الی فن الحدیث وفقہ الحدیث ولا اعتدال علی
 مسألة ما لم یوجد اصلها من حدیث او آية وما کان خلاف الحدیث النصیح
 الصریح الترمذی واطل المصنف فیہ معذوا بل ماجوزاً و لکنی لست ممن یشترک
 العوام الذین هم کالانعام بل اکلم الناس علی قدر عقولهم۔

"مجھے اللہ تعالیٰ نے فن حدیث اور روایت حدیث کے مطالعہ کی توفیق دی ہے میں
 مسئلہ پر آیت یا حدیث کے بغیر اعتدال نہیں کرتا جو حدیث صریح صحیح کے خلاف ہو میں اسے ترک
 دیتا ہوں اور فقہ کو اس میں معذور بلکہ ماجور سمجھتا ہوں لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو
 عوام کالانعام کو پریشان کرتے ہیں بلکہ میں ان کی فتول کے مطابق ہی گفتگو کرتا ہوں۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

ومن منحة اللہ جعلنی سالکاً بین الافراط والتفریط لانی مسئلة مع

الاراء بین یدی الا المہت الطريق الوسط فیہا ولست ممن یختار التقلید البحت
 حجت لا ینترک قول الفقہاء و ان خالفہ الادلة الشرعیة ولا ممن یطعن علیہم و
 یحجر لفقہ بالکلیة ۶۰

"اللہ تعالیٰ کی مجھ پر یہ بھی عنایت ہے کہ میں افراط و تفریط کے درمیان نہ پتا ہوں
 کوئی مسئلہ معرکہ الاراء ایسا نہیں جس میں متوسط راہ نہ اپنا سکوں میں اس طرح کا مقلد نہیں
 ہوں کہ فقہاء کے قول نہ چھوڑوں اگرچہ وہ اول شریعہ کے خلاف ہو اور نہ میں ان لوگوں میں
 سے ہوں جو فقہاء کرام پر طعن کرتے ہوئے بالکلیہ فقہ کی مخالفت کرتے ہیں۔"

مخالف کا احترام:

لیکن وجہ ہے کہ جن لوگوں سے ان کا علمی اختلاف تھا آپ اسے اپنی اختلاف نہیں
 بناتے تھے بلکہ ان کا احترام و اکرام کرتے، شیخ محمد بشیر سہروردی سے زیارت نبوی کے بارے میں
 اختلاف تھا لیکن شیخ سہروردی جب بھی لکھتے آتے آپ اسی کے مہمان بنے۔ مولانا عبدالحق لکھتے ہیں۔

کان الشیخ محمد بشیر السہروردی کلما دخل لکھنو نزل ضیفا علی
 الشیخ عبدالحی فیسقبلہ بالاحترام والبشاشة و یمسکہ فی ضیافته ایاماً کثیرة ازید
 معا یرید الشیخ۔

"شیخ محمد بشیر سہروردی جب بھی لکھنؤ آتے تو شیخ عبدالحی کے مہمان بنے۔ آپ انہیں
 بڑے احترام اور خوشی سے ملتے اور شیخ کے ارادے سے بھی زادگان کی میزبانی کرتے۔ اے

نواب صدیق حسن خاں کا اعتراف:

اس بنا پر اختلاف رکھنے والے لوگ بھی آپ کے علم و کمال کے معترف تھے۔ نواب
 صدیق حسن خاں کے بیٹے علی حسن خاں کا بیان ہے جب میرے والد بزرگوار کو علامہ کے
 وصال کی خبر پہنچی تو ان کا سر جھک گیا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے دعا کرتے ہوئے کہنے لگے:
 الیوم غربت شمس العلم "آج علم کا سورج غروب ہو گیا۔" ۲۰

ایک مجلس میں شیخ نذیر حسین دہلوی نے آپ سے خطاب ہو کر کہا:

انت فرید دھرہ ووحید عصرہ ماجاء احدهما جنت بہ فی هذه المانة

فبارک اللہ فی حیاتک وبرکاتک

”آپ اپنے دور میں منور و یکساں عالم ہیں اس صدی میں تہجاری مثل سامنے نہیں آئے۔“
 اللہ تعالیٰ تہجاری زندگی میں برکت عطا فرمائے۔“ ۳۳

خدمت فقہ حنفی:

برصغیر میں جن اہل علم نے فقہ حنفی کی نمایاں خدمت کی ہے ان میں علامہ کا نام اہم ہے۔ آپ نے فقہ اور اصول فقہ حنفی پر تقریباً ۱۵ کاوان کتب تحریر کی ہیں۔ جن میں سے کچھ اذکار شافعیہ کے عنوان کے تحت آئے ہیں۔

- یاد رہے اس موعود پر ان علماء کا کام بھی نہایت اہم اور قیمتی ہے۔
- ۱۔ مولانا احمد رضا خاں قادری۔ خصوصاً ان کا فتاویٰ رضویہ۔
 - ۲۔ مولانا نظیر احمد قادیانی۔ اعلاء السنن (عربی میں)
 - ۳۔ مولانا امجد علی اعظمی، بیمار شریعت (اردو میں)
 - ۴۔ مولانا سید عبد اللہ شاہ محدث دکن، زجایۃ المصالح یعنی حنفی مشکوٰۃ

وصال:

آپ کے عظیم شاگرد ابو الفضل محمد عبد اللہ کا بیان ہے کہ ۱۳۰۳ کے وسط میں علامہ کا مرضی و سال شروع ہوا۔ ۱۳۰۳ رجب الاول کے آخر میں آپ نے تمام دوستوں کی دعوت کی جس میں خود شریک ہوئے اور فرمایا:

الصحبہ غلیبہ لا یعلم احد من یبقی بعد ہذا الجلسہ
 ۱۳۰۳ ہجری میں رجب الاول بچہ کی رات آپ کا وصال ہوا۔

نماز جنازہ:

تین دفعہ جنازہ ادا کیا گیا، ایس بزار سے زائد افراد نے جنازہ میں شرکت کی۔ ۳۴

مزار اقدس:

آپ کا مزار اقدس، باغ انوار الحق کلکتہ میں ہے۔

انتالیس سال عمر:

آپ کی کل عمر انتالیس سال چار ماہ ہوئی، اس مختصر عرصہ میں ان کے کام سے آگاہ ہر شخص یہی کہے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ان پر خصوصی رحمت و فضل تھا۔

اہل علم و فضل کی نظر میں:

ان کے معاصرین سے لے کر اب تک علماء عرب و عجم نے ان کے علمی مقام کو بڑے شرح صدر کے ساتھ بیان کیا ہے۔

- ۱۔ مامور مورخ فقہیہ شیخ محمد بن عبد اللہ مفتی حنبلیہ مکہ المکرمہ التوفی ۱۲۹۵ھ قطر اذہب: قالہ ابہ فی ہذا الزمان و لعمۃ من اللہ علی انواع الانسان و قد اجتمعت بہ فرأیت منه ما یملا العین قرۃ و یغمر القلب مسرۃ من استحضارہ للاحادیث النبویۃ و تصوریۃ للنصوص الفقہیۃ ۳۵
- ۲۔ وہ اس دور میں اللہ تعالیٰ کی نشانی اور انسان پر اس کی نعمت ہیں میں ان سے ماہر ہوں۔ ان میں ایسی چیزیں ہیں جو آنکھوں کو ٹھنڈا اور دل کو مسرور کر دیتا ہیں۔ مثلاً احادیث نبوی کا اختصار اور نصوص فقہیہ کا حفظ۔

۲۔ علامہ محدث حافظ عبدالحی اکملی التوفی ۱۳۳۵ھ یوں فرما جتھیں کرتے ہیں
 اذہ خاتمة علماء الهند و اکثرهم تالیفاً و التھم تحریراً و اطلاقاً و انصافاً و توسطاً و کان صاحب مہبہ لا تعرف الملل ۳۶

”وہ ہندوستان میں خاتمہ العلماء کا درجہ رکھتے ہیں۔ دیگر علماء سے تالیف میں کثرت، تحریر معلومات انصاف اور توسط میں کامل ہیں۔ بڑے باہمت و حوصلہ ہیں، تحکام و مال کا ان میں نشان نہیں۔“

۳۔ شیخ نمر رضا کمال نے عظیم محدث قرار دیتے ہوئے لکھا:

- ۱۔ ابو الحسنات عبدالحی محدث مودخ۔ ۳۷
- ۲۔ ”علامہ ابو الحسنات عبدالحی عظیم محدث اور مورخ ہیں۔“
- ۳۔ شیخ خیر الدین زر کلی کہتے ہیں

عالم بالحديث والتراجم من فقهاء الحنفیۃ ۳۸
 ”فقہاء حنفیہ میں سے حدیث اور تراجم رجال کے فاضل ہیں۔“
 ۵۔ شیخ محمد زاہد الکوثری لکھتے ہیں شیخ محمد عبدالحی کلکتوی

اعلم اہل عصرہ باحادیث الاحکام ۳۹

"اپنے دور میں احادیث احکام سے سب سے بڑے عالم ہیں۔"

۶۔ علامہ فقیر محمد تھلوی، قدوة المحققین آراء دینیہ ہوئے رقم ازہیں:

انہ کان لقیہا محدثا فضلا عہم النظر جامعاً للمعقول والمنقول عارفاً

للأصول والفروع قدوة المحققین - ۳۰

"آپ فقیہ احمدیہ اور بے مثل فاضل تھے۔ معقولات و منقولات کے جامع، اصول و فروع کے عارف اور محققین کے سرخیل کا درجہ رکھتے تھے۔"

۷۔ سید نواب صدیقی حسن خان نے آپ کے وصال پر کہا:

اليوم غابت شمس العلم - ۱۳

"آج علم کا سورج غروب ہو گیا۔"

۸۔ علامہ ابراہیم بن عثمان مصری آپ کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مولانا علامة الزمان و شمس اهل العرفان المصالح الكامل - ۳۲

"مولانا زمانہ کے علامہ اور اہل عرفان کے سر تاج تھے۔ نہایت صالح اور کامل تھے۔"

۹۔ مشہور مورخ عبدالحی حسنی معاصر ہونے کے باوجود کہتے ہیں:

كان متبحراً في العلوم معقولا و منقولا مطلعاً على دقائق الشرع و غوامض

تبحر في العلوم و تحرى في نقل الاحكام و حرر المسائل و انفراد بالهند بعلم الفتوى

فساوت بذلك الروكبان بحيث ان علماء كل اقليم يشيرون الي جلاله

انہ کان من عجائب الزمان و من محاسن الهند، کان الشاء علیہ کلمة

اجماع و الاعتراف بفضلہ لیس علیہ نزاع - ۳۳

"معقول و منقول علوم کے قیمر عالم، شرع کے راقی و غواض سے آگاہ، علوم میں

دراخ، نقل احکام میں صاحب رائے تھے۔ ہندوستان میں علم فتویٰ میں یکتا تھے۔ ان کے تذکرے

اور شہرت کا یہ عالم کہ تمام ممالک میں ان کی جلالت مسلّمہ ہے۔ اپنے دور کے عجائب

میں سے ہیں اور ہندوستان کی زینت بھی، وہ مفسر اور مسلّمہ عالم ہیں، ان کے فضل کے اعتراف

میں کوئی اختلاف نہیں۔"

۱۰۔ علامہ شیخ عبدالتاج ابو نعیم علامۃ الہند کے بارے میں لکھتے ہیں:

هذا الرجل امام في العلم و امام في كثرة التأليف المفيدة المنظمة مع قصر

العزم فقد عاش تسعاً و ثلاثين سنة و اربعة اشهر - ۳۴

"یہ شخصیت عہد میں امام، اسی طرح تألیفات مفیدہ میں بھی امام ہیں۔ حالانکہ ان کی

مراتب تیس سال چار ماہ ہوئی۔"

تصنیف و تالیف:

علامہ کھنوی نے متعدد علوم و فنون پر نہایت ہی علمی اور تحقیقی تصانیف و کتب تحریر

کی ہیں۔ کسی مسئلہ پر جس قدر وہ مواد فراہم کرتے ہیں اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ شیخ

عبدالتاج ابو نعیم فرماتے ہیں کہ جب کوئی اہل علم ان کی کسی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو

محسوس کرتا ہے شاید انہوں نے ایک طویل عمر اس موضوع کے مطالعہ کے بعد ہی اسے تصنیف

کیا ہے کیونکہ اس قدر مواد دوسری جگہ ملنا شہوار ہوتا ہے۔ ۳۵

سید سلیمان ندوی کہتے ہیں علامہ کھنوی کی تصانیف میں دو چیزیں ایسی ہیں جو اس

سے پہلے نہ تھیں۔

۱۔ کتاب کی ابتداء میں مقدمہ، جس میں ماقب و شارح کے احوال اور اس موضوع پر

بیکر کتب کا تذکرہ

۲۔ کتاب پر حاشیہ اور تحقیق میں اس کے مختلف نسخوں سے استفادہ - ۳۶

تصانیف کی تعداد:

ان کی تصانیف کی تعداد سو سے زائد ہے۔ ان کے شاگرد شیخ محمد عبدالباقی نے ان

کی تعداد ۱۱۲ ذکر کی ہے۔ ۳۷

جب کہ شیخ عبدالتاج کا کہنا یہ ہے:

الف الامام الكهوي نحو مائة و خمسة عشر مولفاً

"امام کھنوی نے تقریباً ۱۱۵ کتب تصنیف کیں۔" - ۳۸

لیکن مقدمہ الرفع والتکمیل میں مصنف کی رہائی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کی

تعداد ۱۰۰ شمار کیں ہیں۔ ۳۹

ڈاکٹر ولی الدین ندوی نے کتب کے بارے میں یہ تفصیل دی ہے۔ جس کے مطابق

ان کی تعداد ۱۲۰ بنتی ہے۔

موضوع	تعداد
۱۔ عقائد	۴
۲۔ حدیث	۸
۳۔ اصول فقہ	۱
۴۔ فقہ	۵۰
۵۔ فرائض	۱
۶۔ رقائق	۱
۷۔ تاریخ و تراجم	۱۶
۸۔ السیرۃ	۲
۹۔ الموالید والوفیات	۳
۱۰۔ منطق و حکمت	۲۵
۱۱۔ مناظرہ	۲
۱۲۔ نحو	۲
۱۳۔ صرف	۵
کل تعداد	۱۲۰

ہم یہاں حدیث، اصول فقہ اور فقہ پر تحریر کردہ کتب کے اہم اور ان کے تعارف پر اکتفا کر رہے ہیں۔

حدیث کے موضوع پر درج ذیل کتب ہیں:

۱۔ الرفع والتکمیل فی الجرح والتدیل :

مسائل جرح و تدیل پر عظیم کام ہے۔ ڈاکٹر نور الدین مہر کے بقول:

”ہو کتاب نفیس جدا فی غایہ الفائدة“

”بڑی قیمتی کتاب ہے اور نہایت ہی مفید ہے۔“

علامہ عبد الفتاح ابو غدہ رقمطراز ہیں:

”ہو اول کتاب الف فی موضوعہ ولم یسبق الیہ علی تعدادی العصور ووفرد“

الحفاظ النقاد المؤلفین فی علوم الحدیث ۳۲

”اس موضوع پر یہ ایسی کتاب ہے کہ اس سے پہلے اس کی مثل نہیں حالانکہ علوم حدیث کے بارے میں ماہرین گزرے۔“

۲۔ التعلیق المجد علی موطا لا امام محمد:

یہ مشہور حدیث کی کتاب موطا امام محمد کا حاشیہ ہے۔ شیخ عبد الوہاب عبد اللطیف اسی موطا پر تعلق میں لکھتے ہیں:

”لکھنوی تعلق جید یسسی التعلیق الممجد“

”شیخ لکھنوی نے موطا پر عمدہ حاشیہ لکھا ہے جس کا نام التعلیق الممجد ہے۔“

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ کا کہنا ہے کہ کسی عالم کی لا بھریری کا اس کتاب سے خالی ہونا ہی محرومی ہے۔ ۳۳

شیخ محمد شاہد کہتے ہیں:

هذا الشرح من احفل الشروح مشحون بعیون المسائل قدم فیہ مقدمہ

اودع فیہا فوائد علیہ۔ ۳۴

”یہ شرح بڑی کامل شرح ہے، قیمتی مسائل سے مالا مال ہے اور اس میں انہوں نے مقدمہ لکھا جو بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔“

۳۔ خیر الخیر فی اذان خیر البشر:

کیا رسالت اب ﷺ نے نماز کے لئے اذان دی یا نہیں۔ یہ رسالہ اسی موضوع پر ہے۔

۴۔ الاجوبۃ الفاضلہ لئلسئلۃ العشرۃ الکاملہ:

علوم حدیث سے متعلق دس سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ مثلاً تعارض

احادیث کے موقع پر۔

۱۔ کیا حج مقدم ہے یا جمع؟

۲۔ کیا جمع، ترجیح پر مقدم ہے یا ترجیح مقدم ہے؟ ۳۔ وجود ترجیح کیا ہیں؟

۴۔ جب روای اپنے سے مروی روایت کے خلاف عمل کرے تو علماء کا موقف اس

بارے میں کیا ہے؟

۵۔ جب حدیث کے صحابی کا قول یا عمل معارض ہو تو کیا اس میں توقف کیا جائے گا یا نہیں؟
اسی طرح نہایت ہی اہم دس سوالات کا جواب علامہ نے اس کتاب میں دیا ہے۔
محقق کتاب شیخ عبد النصار ابو نعیم نے خوب کہا:

نضمن هذا الكتاب ابحاثا جامعة معجزة لم ينهض للكاتبه فيها على
استكمال و اتقان غير الامام الكهنوي فيما علمت۔ ۳۶

۵۔ الآثار المرفوعة في الاخبار الوضوء:

اسی کتاب میں حدیث موضوع سے متعلق مسائل و احکام کا تذکرہ ہے، وہابیوں
اور سہابہ طبع پر بڑی تفصیل منظر ہے۔

۶۔ شرح المحسن المحصن:

امام حافظ شمس الدین ابو الخیر محمد بن شافعی المعروف امام ابن جزری التوئی ۸۳۳ء
کی کتاب محسن المحصن کی شرح ہے۔

۷۔ ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی:

سید شریف جرجانی التوئی ۷۹۲ء نے اصول حدیث پر مختصر کتاب تصنیف کی علامہ
کھنوی نے اسے بہتر اختصار قرار دیتے ہوئے اس کی بیدار شرح لکھی۔ آپ کے شاگرد محمد
عبد الباقی کا بیان ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے حافظ ابن حجر کی کتاب "نزہۃ النظر شرح منہج
النظر" مختصر ہے جب ظفر الامانی تیار ہو جائے گی تو ہم اسے نصاب میں شامل کریں گے۔ ۷۳

۸۔ دافع الوساوس فی اثر ابن عباس:

یہ رسالہ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔

اصول فقہ پر کتب:

صدر شریعہ عبیدی عبد بن مسعود التوئی ۷۳۷ء ہجری نے اصول فقہ "استنبیح
الاصول" تحریر کی۔ پھر اس کی خود ہی شرح لکھی جس کا نام "التوضیح فی عل غوامض الاستنبیح"
رکھا علامہ مسعود بن عمر سعد الدین قننہ زانی التوئی ۷۹۲ء نے اس کی "المقدمات" کے نام پر مہسوط
شرح لکھی، یہ کتاب مدارس نظامیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ علامہ عبدالحی کھنوی نے اس پر
نہایت ہی مفید حاشیہ تحریر فرمایا۔

فقہ حنفی پر کتب:

فقہ خصوصاً حنفی فقہ پر علامہ نے بڑا کام کیا۔ اس موضوع پر انہوں نے پچاس کتب
تصنیف کیں، ان میں سے چند کے نام اور مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ احکام القنطرة فی احکام البسملة

بسم اللہ کے معنی و مفہوم اور اس کے احکام و مسائل پر مشتمل ہے۔

۲۔ افادۃ الخیر فی الاستیثار بسواک للعب

کیا آدمی کسی دوسرے کا سواک استعمال کر سکتا ہے؟

۳۔ الافصاح عن شهادة المرأة فی الارضاع

ایک خاتون سے کوئی مرد نکاح کرنا چاہتا ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے اسے دودھ

پلایا ہے۔ لیکن اس پر گواہ نہیں کیا نکاح ہو سکتا ہے؟

۴۔ القامة المحجة علی ان الاکتار فی التعبد لیس ببدعة

اس موضوع پر کام ہے کہ بزرگوں کا اکثریت سے عبادت کرنا بدعت نہیں بلکہ

سنت کے تحت آتا ہے۔

۵۔ امام الکلام لیسما یعلق بالقراءة خلف الامام

کیا امام کے پیچھے مقتدی پر قرأت لازم ہے یا نہیں؟

۶۔ الانصاف فی حکم الاعتکاف

احکام اعتکاف کا بیان ہے۔

۷۔ تحفة الاخيار فی احياء سنة سيد الابرار

سنت کے مفہوم اور مسئلہ تراویح پر تفصیلی بحث ہے۔

۸۔ تحفة الطلبة فی تحقیق مسح الرقبہ

و وضو میں گردن کا مسح جائز ہے یا منع؟

۹۔ تحفة کلمة علی حواشی تحفة الطلبة

یہ سابقہ کتاب پر حاشیہ و تعلق ہے۔

۱۰۔ تحفة النبلاء فی جماعة النساء

کیا خواتین کی جماعت جائز ہے؟ علامہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ عمل جائز ہے۔

اذان کے بعد گویا، مستحسن ہے

۱۲۔ تدویر الفلک فی حصول الجماعة بالجن و الملك
انس و جن کی ایک دوسرے کی اقتدار کرنا کیسا ہے؟

۱۳۔ ترویج الجن بتشريع حکم شرب المدخان
تہا کو کے استعمال میں اشکاف ہے۔ بعض اہل علم نے اسے حرام، بعض نے

جواز کا قول ہے علامہ نے راہ اعتدال اپنانے کی بات کی ہے۔
۱۴۔ القول الجازم فی سقوط الحدیث کاح المعاصم
نکاح محارم پر سقوط حد کا بیان ہے۔

۱۵۔ التعليق علی القول الجازم
سابقہ کتاب پر حاشیہ بھی تحریر کیا یہ اصل کتاب کے ساتھ ہی منظر ہے۔

۱۶۔ حاشیہ الہدایہ
امام مرفیانی نے فقہ حنفی پر بڑے مبسوط کتاب ہدایہ کے نام سے مرتب فرمائی

اس کی چار جلدیں ہیں اس پر علامہ نے حاشیہ تحریر کیا ہے۔ ابتدائی دو جلدوں پر ان کا ہے
آخری دونوں پر ان کے والد گرامی کا حاشیہ ہے۔

۱۷۔ حسن الولاية بحل شرح الوقایہ
شرح وقایہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے اس پر آپ نے حاشیہ تحریر فرمایا۔

۱۸۔ السہایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ
یہ بھی شرح وقایہ کی مبسوط شرح ہے اسے مکمل نہ کر پائے۔ باب القراءۃ تک ہے۔

۱۹۔ حاشیہ علی الجامع الصغیر
امام محمد نے فقہ حنفی پر الجامع الصغیر مرتب کی ہے۔ علامہ نے اس پر نہایت ہی قیمتی حاشیہ لکھا۔

۲۰۔ ردع الاخوان عن محدثات اخر جمعه رمضان
کچھ لوگ رمضان کے آخری جمعہ میں قضا عمری پڑھتے ہیں یعنی ایک نماز نفل ادا

کرتے ہیں جس کے بعد یہ تصور کر لیتے ہیں کہ اس کے بعد عمر بھر کی نمازوں کی قضا
ضرورت نہیں رہتی علامہ نے اس کے رد میں کتاب تحریر فرمائی۔

۲۱۔ زجر او باب الریان عن شرب المدخان
کچھ لوگوں نے یہ رائے دی کہ دوران روزہ حقہ پینے سے روزہ ختم نہیں ہوتا علامہ

اصوف نے اس کے رد میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔

۲۲۔ زجر الشبان عن ارتکاب الفیہ
نہیت بہت بڑا گناہ ہے، مسلمانوں میں اس کی برائی کا احساس ختم ہو چکا ہے۔

علامہ نے نہیت کے موضوع پر کتاب تحریر فرما کر اہل اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔
۲۳۔ سباحہ الفکر فی الجہر بالذکر

ذکر میں اشکاف ہے کہ اسے بلند آواز میں کیا جانا چاہیے یا نہیں؟ علامہ نے اس
موضوع پر کام کر کے راہ اعتدال اپنانے کی تلقین کی ہے۔

۲۴۔ عمدہ الرعیہ فی حل شرح الوقایہ
یہ بھی شرح وقایہ کی شرح ہے۔

۲۵۔ عمدہ النصائح فی ترک القبائح
برائیوں کی قیاحت پر کام ہے۔ مثلاً خمر، قلعہ رحمی، بخل، تکبر، جھوٹ، غصہ، وغیرہ

غایہ المقال فیما یعلق بالنعال
نعلین سے متعلق احکام کی تفصیل ہے۔ اس میں رسالت مآب ﷺ کے نعل

مبارک کے بارے میں بھی کافی مواد موجود ہے۔
۲۷۔ الفلک الدوار فی رویۃ الهلال بالہزار

اگر تیس شعبان کو دن میں چاند نظر آ جائے تو کیا رکھا ہو اور روزہ توڑ دیا جائے یا چاروی
رکھا جائے۔

۲۸۔ الفلک المشعون فیما یعلق بانقفاع الموتہن بالمرہون
کیا مرہون، مرعوتہ شی سے استفادہ کر سکتا ہے؟

۲۹۔ القول الاشراف فی التصح من المصحف
کیا مثلاً قرآن کھول کر امام کی قرات میں قمرے سکتا ہے؟

۳۰۔ القول المنشور علی القول المنشود
القول المنشور فی ہلال خیر الشعور

دونوں چاند کے بارے میں ہیں۔
۳۱۔ الکلام الجلیل فیما یعلق بالمستبدل

مضموک کے بعد توبہ کا استعمال جائز ہے؟
۳۳۳

تین حصوں پر مشتمل فتاویٰ بھی آپ کی تصانیف میں ہے۔

۳۳۔ نخبہ الانظار علی تحفہ الانبیار

یہ تحفہ الانبیار پر حاشیہ ہے۔

۳۵۔ لزہ الفکر فی مسیحہ المذکور

ذکر کے لئے شیخ کے حوالہ کا بیان ہے۔

حواشی

- ۱۔ آثار الاول از محمد قیام الدین ص ۷۷ (۲)۔ تذکرہ علماء فرنگی محل مولوی محمد
اللہ (۳)۔ سحر المرجان فی اہل ہندوستان للکونوی، ج ۲، ص ۳۹ (۴)۔ الشافعی الاسلامیہ فی الہدایہ
ص ۱۶ (۵)۔ علم الحدیث فی الہدایہ، ص ۵۲ (۶)۔ تذکرہ علماء فرنگی، ص ۱۳۰ (۷)۔ مقدمہ
السعایہ، ص ۳۱ (۸)۔ مقدمہ التعلیق، المجد، ص ۲۸ (۹)۔ مقدمہ التعلیق، المجد، ص ۲۸ (۱۰)۔
حسرة العالم ببقاۃ مرجع العالم، ۸۲ (۱۱)۔ مقدمہ السعایہ، ص ۳۱ (۱۲)۔ التلخیص، المجلد، ص ۱۳
۱۵ (۱۳)۔ مقدمہ السعایہ، ص ۳۱ (۱۴)۔ الرغف والشمس، ص ۷۲ (۱۵)۔ مقدمہ الدرایہ، ص ۱۳
(۱۶)۔ کنز الہرکات از محمد حقیقہ اللہ ہندوی، ص ۹ (۱۷)۔ حسرة العالم، ص ۹۰ (۱۸)۔ مقدمہ
تعلیق المجد، ص ۱۱ (۱۹)۔ القول المشہور، ص ۱۰ (۲۰)۔ التلخیص، المجلد، ص ۱۵۳ (۲۱)۔
کنز الہرکات، ص ۳۲ (۲۲)۔ الباقوت والمرجان فی ذکر علی سیوان، ص ۱۰ (۲۳)۔ نزہۃ الخلق
ط ۸، ج ۸، ص ۱۹۳ (۲۴)۔ کنز الہرکات، ص ۹ (۲۵)۔ حسرة القول ببقاۃ حب الرسول، ص ۸
(۲۶)۔ لخص المحاسن، ج ۲، ص ۲۹ (۲۷)۔ نظم الموشح، ج ۱۱، ص ۳۸ (۲۸)۔ الاعلام، ج ۷، ص ۵۹
(۲۹)۔ مقدمہ علی نصب الراہ، ص ۲۹ (۳۰)۔ حدائق التعلیق، ص ۲۸۵ (۳۱)۔ نزہۃ الخلق ط ۸، ج ۸
ص ۱۹۲ (۳۲)۔ مقدمہ الرغف والشمس، ص ۲۹ (۳۳)۔ نزہۃ الخلق ط ۸، ج ۸، ص ۲۳۵ (۳۴)۔ مقدمہ
التعلیق، المجد، ج ۱، ص ۳۱ (۳۵)۔ مقدمہ التعلیقات الخالہ، ص ۱۳ (۳۶)۔ علم الحدیث، المجلد، ص ۱۳
(۳۷)۔ مقدمہ فیہ التعلیل، ص ۳۲ (۳۸)۔ مقدمہ علی سہادۃ الفکر، ص ۵ (۳۹)۔ امام عبدالحی الکنکری، ص ۱۲۵
(۴۰)۔ تصحیح الفقہ فی علوم الحدیث، ص ۱۱۵ (۴۱)۔ مقدمہ علی سہادۃ الفکر، ص ۵ (۴۲)۔ مقدمہ علی موطا
ص ۲۱ (۴۳)۔ مقدمہ علی التعلیق، المجد، ص ۳۳ (۴۴)۔ مقدمہ علی موطا، ص ۷۱ (۴۵)۔ مقدمہ الانبیا، ج ۱
ص ۱۹ (۴۶)۔ حسرة القول، ص ۳۹

کیا

سگِ مدینہ کہلاانا جائز ہے؟

مفتی محمد خان قادری

کادرات اسلام پبلیکیشنز

انتساب

سگانِ ضحیٰ کوئے مدینہ کے نام

سگ سگانِ کوئے مدینہ
محمد خاں، قادری

وجہ تالیف

پانچ چھ ماہ پہلے کی بات ہے کہ سرگودھا سے محترم محمد اختر رضا قادری نے مجھے الدعوة کے کچھ صفحات کا فوٹو بھیجا جس میں مہر احمد ربانی صاحب کا ایک مضمون بعنوان ”کیا سنگ مدینہ کہلانا جائز ہے؟“ تھا۔ صاحب مضمون کا موقف یہ ہے کہ اپنے آپ کو سنگ مدینہ کہنا شرف انسانیت کی توہین و تذلیل ہے۔ اس لیے کسی مسلمان کو یہ کلمات نہیں کہنے چاہئیں۔

کثیر اولیا صلحاء امت نے اپنے آپ کو سنگ مدینہ کہا ہے اور جتنے وہ کتاب و سنت سے آگاہ تھے ہم نہیں۔ اس مضمون کے مطابق تو ان سب نے غلط کہا حالانکہ ان تمام بزرگوں کو شریعت سے نااہل سمجھنا سراسر زیادتی ہے۔

ہم نے اپنے مضمون میں کتاب و سنت کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ بطور تواضع و انکساری اور خوف و خشیت الہی کے پیش نظر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسے گمراہی و جہالت قرار دینا ہرگز مناسب نہیں ہاں جس کیفیت اور نقطہ نظر سے اولیاء امت نے یہ طریق اپنایا اس کو سامنے رکھنا نہایت ہی ضروری ہے، بحمد اللہ زیر بحث مسئلہ کے بہانے اس مقالہ میں تواضع و انکساری پیدا کرنے کے لیے بھی کافی مواد جمع ہو گیا ہے جو خود اپنی جگہ ہم سب کے لیے نہایت ہی مفید ہے۔

سنگ سگان مدینہ
محمد خاں قادری

حضرات انبیاء عظیم السلام، صحابہ کرام اور اولیاء عظام نے اپنے خالق و مالک کے سامنے بطور تواضع و انکساری پیش اپنے آپ کو پست سے پست اور حقیر سے حقیر بنا کر پیش کیا ہے۔ اپنے رب سے خوف اور خشیت کی بنا پر کبھی بھی اپنے آپ کو بڑا نہیں کہا اور نہ سمجھا بلکہ تمام مخلوق سے حقیر تر تصور کیا کیونکہ انہوں نے قرآنی تعلیمات کی اس روح کو پالیا تھا کہ جو اعتراف کرتے ہوئے ”وَلَمَّا ظَلَمْنَا انفُسَنَا“ کہے گا اسے بلندی اور قرب خدا نصیب ہوگا اور ”وَمَا خَشِيَ الرَّحْمَنَ الْعَظِيمَ“ سے یقینی ”زلت اور لعنت کا طوق ملتا ہے۔“ حضرات انبیاء عظیم السلام نے معصوم ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ظالم کہا۔ صحابہ یہ آرزو کرتے ہیں کاش ہم انسان نہ ہوتے، ہمارا حساب و کتاب نہ ہوتا، ہم درخت ہوتے، ہم چڑیا ہوتے بعض نے کہا کاش ہم پیدا ہی نہ ہوتے۔ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کاش ہم چار پاؤں کی بیٹنی ہوتے اس کی پیروی میں بت سے اہل معرفت اور ائمہ امت نے اپنے آپ کو سنگ مدینہ وغیرہ کہا۔

ان کا مقصد محض یہ ہے کہ ہمارا مالک پاک ہے ہم ناپاک، وہ گھر والا ہے ہم اس کے دروازے پر دریوزہ گر، جس طرح سنگ کو لوگ پہرے اور حفاظت کے لیے رکھتے ہیں کاش ہمیں بھی اللہ و رسول دین کی خدمت اور پہرے کے لیے رکھ لیں۔ کاش ہم اللہ و رسول کی عزت و ناموس پر حملہ آور ڈاکوؤں، لیٹروں اور چوروں پر کسی وفادار سنگ کی طرح جان کی پرواہ کیے بغیر لپک پڑیں۔ جس طرح سنگ بھوکے بچے اپنے مالک کے دروازے پر بیٹھے رہتے ہیں، کاش ہمیں بھی اپنے مالک کے دروازے پر اسی انداز میں بیٹھنا نصیب ہو جائے۔

جس دل اندر عشق نہ رچیا کتے اس تھیں چٹکے
مالک دے در راہی کر دے صابر کلمے نکلے

جس طرح سنگ اپنے مالک کے ٹکڑوں پر پڑتا ہے اسی طرح میں بھی اپنے
آقا کے در کے ٹکڑے نصیب رہیں تو بگڑی بن سکتی ہے۔

تیرے ٹکڑوں سے پہلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدق تیرا

پھر اہل معرفت نے قرآن و سنت میں سنگ اصحاب کف کے بارے میں
پڑھا کہ وہ نیکیوں کے ساتھ لگ گیا تو سنگ ہونے کے باوجود وہ جنتی ہو گیا۔ قرآن
نے اس کا بار بار تذکرہ کیا اس لیے وہ پکار اٹھے کاش ہمیں اپنے مالک کے ساتھ
یہی نسبت حاصل ہو جائے۔

جن مخالفین نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ایسا کتنا خلاف شریعت اور
انسانیت کی تذلیل و بے حرمتی ہے۔ ان کے سامنے قرآنی تعلیمات کا ایک پہلو تو
ہے 'دوسرا نہیں ہم اس مقالہ میں دونوں پہلوؤں کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں تاکہ
مسئلہ واضح ہو جائے۔

اللہ و رسول کا ہر حکم ماننا ضروری ہے

ہر مسلمان کے لیے یہ لازم و ضروری ہے کہ وہ اللہ جل جلالہ اور اس
کے رسول ﷺ کی دہی ہوئی تعلیمات کے ہر حکم پر ایمان لائے اور ان پر
عمل پیرا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مگر اسی ہے۔

یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم
یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم
پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے
کلفہ ولا تتبعوا خطوات الشیطان
قدموں کی اتباع نہ کرو یقیناً وہ تمہارا
کہ لکم علو مبین
اعلانیہ دشمن ہے۔
(البقرہ ۲۰۸)

ان کے کسی حکم کو مان لینا اور کسی حکم کو نہ ماننا کسی مسلمان کے شایان
شان نہیں بلکہ ایسا کرنے والا تو اللہ کا بندہ نہیں بلکہ خواہش کا بندہ ہوتا ہے اس
نے تو خواہش نفس کو خدا بنا رکھا ہے۔ قرآن نے ایسے بندے کے بارے میں
فرمایا۔

افرائت من اتخذ الہہ ہونہ
کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا
جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا
(الباقیہ ۲۳)
ہے۔

اسی بات کی نشاندہی قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے۔

افنؤمنون ببعض الکتاب
کیا تم کتاب کا ایک حصہ مانتے ہو
ونکفرون ببعض
اور دوسرے حصہ کے ساتھ کفر
کرتے ہو؟
(البقرہ ۸۵)

یعنی ایسا عمل و کردار سراسر ظلم اور اپنی دنیا و آخرت کی بنیادی بات ہے۔ کوئی مسلمان ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ قرآن مجید کے حکم کو مانے مگر کچھ کو قابل اعتناء تصور نہ کرے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس سے اس کا کیا تعلق و واسطہ؟

فہم قرآن کا اہم اصول

کسی مسئلہ کے بارے میں اگر قرآن مجید نے متعدد مقامات پر گفتگو کی ہو تو اس کے بارے میں صحیح و درست رائے قائم کرنے کے لیے ان تمام مقامات کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے کیونکہ ایک مقام دوسرے مقام کا معنی از خود متعین دیتا ہے نہ یہ کہ کسی ایک مقام کو ہمیشہ پڑھا اور دہرایا جائے مگر دوسرے مقام پر وہ ڈالنے کی کوشش کی جائے۔ یا آیت مبارکہ کا کچھ حصہ پڑھا جائے بقیہ نہ کر دیا جائے۔ جیسے کوئی قرآنی الفاظ "لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ" (نماز کے قریب نہ جاؤ) پڑھتا ہے مگر "انتم سکاری" (جب تم حالت نشہ میں ہو) کے الفاظ بھولو دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے سمجھتا ہے کہ اس نے قرآن کی خدمت کی ہے تو یہ سمجھ لے کہ وہ شیطان کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے یہ تو قرآن میں تحریف کرنا ہے۔ قرآن مجید نے اسے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا۔

مَنْ الذِّينَ هَادُوا بِحُرُوفِ الْكَلِمِ
يَخْرُجُ مِنْهُنَّ كَلِمَاتٌ كُوفٍ
عَنْ مَوَاضِعِهِ

(اشعاش ۴۶)

ہوئے ان میں تحریف کرتے ہیں۔

موجودہ دور کی چند مثالیں

ہم یہاں موجودہ دور کی چند مثالیں قارئین کے سامنے رکھ دیتے ہیں تاکہ مدعی بھی واضح ہو جائے اور اس بات سے بھی آگاہی ہو جائے کہ تحریف کا سلسلہ آج بھی کسی نہ کسی صورت میں جاری و سہاری ہے۔

۱۔ عورت کی سربراہی

ہمارے دور میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت 'حکومت کی سربراہ بن سکتی ہے' ان میں سے بعض نے اس پر قرآنی دلیل دیتے ہوئے قرآن کے یہ الفاظ تو نقل کیے

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَ
بِالْمَعْرُوفِ

اور عورتوں اور مردوں کے حقوق و فرائض آپس میں برابر ہیں۔
مگر اگلے الفاظ ترک کر دیئے
وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَ دَرَجَةٌ
(البقرہ ۲۲۸)

اور مردوں کو خواتین پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔

۲۔ بشریت انبیاء علیہم السلام

اس سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام بشر اور انسان ہیں۔ ان میں بشریت کے تمام تقاضے اور صفات موجود مگر ان کی بشریت اتنی اعلیٰ و اکمل کہ اس پر تمام نوری مخلوق فدا و قربان ہو جاتی ہے قرآن نے جہاں بھی کسی نبی کی بشریت کا تذکرہ کیا وہاں کسی نہ کسی ایسی صفت کا اضافہ کر دیا جو اسے دیگر بشروں سے ممتاز کر دیتی ہے۔ کسی جگہ "بَشَرًا رَسُولًا" (نبی اسرائیل - ۹۳) (یہ بشر اللہ کا رسول ہے) کہا 'آپ جانتے ہیں اللہ کے بعد رسول ہی کا درجہ ہوتا ہے۔ اس درجہ کو عام بشر پانے کی سوچ بھی نہیں سکتا۔ کسی جگہ اگر انسان و بشر ہونے میں شبہیت کا اعلان کیا تو ساتھ "یُوحَىٰ اِلَيْهِ" (الکہف ۱۱۰) کا اضافہ کیا (مجھ پر وحی الہی کی جاتی ہے) خصوصاً حبیب ﷺ کے بارے میں فرمایا۔

وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا
وَحْيٌ يُّوحَىٰ رَاسُخًا فِي سِدْرٍ مَّجْنُونٍ

آپ خواہش نفس سے نہیں بولتے
آپ کا کلام سراپا وحی ہوتا ہے۔

آپ کی ہر بات کو اپنی وحی قرار دیا ہے۔
آپ کے دست اقدس کو اپنا ہاتھ فرمایا۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی
ید اللہ فوقہم ایدہم انہوں نے اللہ کی بیعت کی اور ان
(الفتح: ۱۰) کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

یعنی رسول انسان ہونے کے باوجود ہر حال میں اپنے اللہ کی رہنمائی میں
زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے باقی تمام مخلوق رسول کی رہنمائی میں چلتی ہے رسول
براہ راست اللہ تعالیٰ سے پاتا ہے اور باقی تمام مخلوق رسول سے لیتی ہے اپنے
والا دینے والے کی برابری کا کہاں سوچ سکتا ہے؟

اسی طرح اگر عہد کہا تو "نعم العہد" (ہاں) کہا (ہمت ہی خوب بندہ)
خصوصاً رسالت مآب ﷺ کی عہدیت کا یہاں بھی تذکرہ کیا اسے نہایت ہی
احسن و اعلیٰ انداز میں بیان کرتے ہوئے "عہدہ" فرمایا۔

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً مقدس و پاک ہے وہ ذات جس نے
(نبی اسرائیل: ۱) اپنے بندے کو رات کے وقت سیر
کرائی۔

دوسرے مقام پر مقام "لواذلی" پر کیے جانے والے راز و نیاز کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

فاوحی الی عبدہ ما ووحی پس بات کی اس نے اپنے بندے کے
(النجم: ۱۰) ساتھ جو کرنا تھی۔

جن اہل علم کو یہ بات سمجھ آگئی انہوں نے کہا
عہد دیگر عہدہ چیز سے دگر ماسرہ انتظار او منتظر

عارف کامل حضرت پیر مر علی شاہ گولڑوی سے آپ کی بشریت کے بارے
میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کا جو جواب عنایت فرمایا وہ جواب من و عن درج

ذیل ہے۔

حامداً ومصلیاً لئنیل منداہل اللہ الحمد عو بحمہ علی شاہ الی
السید المکرم جناب مخدوم صدر الدین شاہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ دامت
عنايتہ (مثنائی) ۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ اما بعد عنایت نامہ مشتمل پر تجارح علانیہ کرام
دربار جواز الطلاق بشر بر آحضرت علیہ الصلوٰۃ و عدم آں و حاضر و ناظر بودن
حضرت سید البشر و اعتنائے آں ملاحظہ سے مگزا۔

میں اس قاتل نہیں ہوں کہ اہل علم و فضل کے مابین محاکمہ و عدالت
کروں مگر اسٹان لا مراہمی حاضر عرض کرنے پر مجبور ہوں۔

مخدوم! اس میں شک نہیں کہ اہل ایمان کے لیے ذکر آں حضرت ﷺ
بطریق تکریم و تعظیم واجب اور ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنی
میں بحسب لغت عربیہ عظمت و کمال پایا جاتا ہے یا حقارت۔ میری ناقص رائے
میں لفظ بشر مفہوم و صدقاتاً متضمن بکمال ہے مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس و
ناکس سوائے اہل تحقیق و عرفان کے رسائی نہیں رکھتا لہذا الطلاق لفظ بشر میں
خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے۔ خواص کے لیے جائز اور
عوام کے لیے بغیر زیادت لفظ وال بر تعظیم ناجائز۔

توضیح آدم علی نبینا علیہ السلام کو بشر کس واسطے کہا گیا۔ وجہ اس کی یہ ہے
کہ آدم علی نبینا علیہ السلام کو شرف مباشرت بالیدین عطا فرمایا گیا ہے۔

(ماتعک ان لاتسجد لہما خلقت بییدی) چونکہ ملائکہ اس کمال آدم سے
بے خبر تھے۔ ایسا ہی انہیں بھی فقالوا ما قالوا فرق اتا ہے کہ ملائکہ جتنائے
کے بعد سمجھ گئے اور معترف بالقصور ہوئے قالوا سبحانک لاعلم لنا
الاما علمتنا اور انہیں کو علاوہ تصور جہل کے غرور بھی تھا لہذا ایسی واستکبر
السخ ہکذا قال الشیخ الکبیر فلس سرہ الاظہر بمالہ و ما علہ فی جواب
سوال حکیم الترمذی

بشری کو کمال استجاء کے لیے مظهر بنایا گیا ہے اور ملائکہ یوم
مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے، اور مظاہر اور مرایا کلمات استجائیہ سے مراد
انبیاء علیہم السلام سیدنا ابوالقاسم آن حضرت اصفیاء و از جماعت
اولیاء کرام و ائمتہ مصدقہ و ائمتہ علیہم السلام بدر الکمال
سیدنا عبدالقادر و امثالہ رضی اللہ عنہ و رانۃ مظہر اکمل و ائمہ لاسم الاکمل
ٹھہرے۔ بشری کے لیے منزل اخیر ہونے کے باعث اس قدر اہتمام ہوا کہ
اہتمام و ترکیبات اسمیہ و تعلقات و اوضاع الی آخرت بیت آدم سے لے کر
ظہور جسد مضری صلی اللہ علیہ وسلم و اتمام من اکمل کو متوجہ کیا گیا ہے اور
خدا م بنائے گئے تاکہ من رانی فقد رانی الحق کا آئینہ و چہرہ علی وجہ الکمال
اور پورا حق نما ہو۔ قصہ مخمر بشری ہے کہ جس کو کہ

گر خوابی خدا بستی در چہرہ من بنگر
من آئینہ اویم اونیسست جدا از من

ہونے اور کہنے کا استحقاق حاصل ہے۔ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ عارف
کا بشریت از قبل ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالاسماء المعظمہ ہوا۔
بغلاف غیر عارف کے کہ اس کے لیے بغیر انضمام کلمات تعلیم صرف لفظ بشر ذکر
کرنا جائز نہیں ہے چنانچہ آیت کریمہ میں بشر کے بعد "یوحی الی" اور تشہد میں
"عبدہ" کے بعد "رسولہ" اور کلام اہل فضیلت و عرفان میں ہے۔

فمبلغ العلم فیہ اللہ بشر
واللہ خیر خلق اللہ کلہم

میرے خیال میں فریقین از علمائے کرام قنازعین اہل سنت و الجماعت
سے ہیں اور ذکر آنحضرت کا بالاسماء المعظمہ واجب اور ضروری اعتقاد کرتے
ہیں، لہذا ان سے ہرگز ہرگز متصور نہیں کہ معاذ اللہ فرقہ ضالہ نجدیہ وہابیہ کی
طرح صرف لفظ بشر کا اطلاق جائز کہیں، البتہ ان کا خیال ہے کہ قصہ مخمر لفظ
بشر کا استعمال ناجائز اور بغیر اس کے جائز مگر میری رائے وہی ہے جو اوپر بیان

کر چکا ہوں کہ صرف لفظ بشر کا اطلاق بغیر انضمام کلمات تعلیم نہ چاہئے کہ بوجہ
شیوع عرف و قصد فرقہ ضالہ صرف بشر کہتے ہیں لیہلم امرنا جائز کا ہے۔
(فتاویٰ مرہیہ ۱۰/۱۲)

لیکن ہمارے معاشرو میں کچھ ایسے افراد ہیں جو حضرات انبیاء علیہم السلام
کی بشریت کو ایک عام سطح کی بشریت تصور کرتے ہیں، پھر اس کی تشریح میں قرآنی
الفاظ "قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی" کو "مثلکم" تک ہی پڑھتے ہیں۔
"یوحی الی" کو ماننے لانا مناسب نہیں سمجھتے یعنی ان کی نظر صرف نبی کی اس
شان و حال پر رہتی ہے جس کے اعتبار سے وہ مخلوق میں شامل ہے۔ نبی کے اس
حال کی طرف توجہ نہیں جاتی جس کے اعتبار میں وہ اپنے اللہ سے واصل رہتا
ہے۔

اودھ اللہ سے واصل اودھ مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ کو ہے حرف مشدود کا

اسی طرح قرآن مجید کی دوسری آیت مبارکہ

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب
نور اور روشن کتاب آگئی۔

(البایہ ۱۵)

کبھی بھی ان کی تقریر و خطاب کا موضوع نہیں بنتی حالانکہ جس ذات
اقدس کا فرمان "قل انما انا بشر مثلکم" ہے یہ فرمان بھی اسی ذات کریم کا
ہے، یہ دونوں قرآنی آیات ہیں اور دونوں کو ہی بیان کرنا لازم و ضروری ہے۔
اسی طرح جو لوگ حضور ﷺ کو نور مانتے ہیں وہ آیات بشریت کے
تذکرہ میں جھجک محسوس کرتے ہیں حالانکہ ان کا عقیدہ بشریت کے خلاف نہیں
اٹھیں چاہیے یہاں وہ "قد جاءکم من اللہ نور" کو موضوع خطاب بناتے ہیں
وہاں "قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی" کی تفصیل سے بھی لوگوں کو آگاہ
کریں الغرض جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دونوں شانیں عطا فرمائی ہیں۔ تو ان میں

سے کسی ایک پر زور دینے کے بجائے دونوں کو ہی کھلے دل سے تسلیم کیا جائے۔

۳۔ مسئلہ علم غیب

غیب اس علم کو کہتے ہیں جسے حواس و عقل کے ذریعہ حاصل نہ کیا جاسکے یعنی اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا وہ شخص جسے وہ عطا فرما دے 'جنت' اور 'دوزخ' ہیں صراط، میزان اور حشر و نشر کے تمام معاملات غیب سے تعلق رکھتے ہیں۔ کوئی بھی انہیں اپنے عقل و حواس سے نہیں جان سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء عظیم السلام کو مبعوث فرمایا اور انہیں وحی کے ذریعہ ان تمام حقائق سے آگاہ فرما دیا تاکہ وہ تمام لوگوں کو ان سے آگاہ کر سکیں۔ اس حقیقت کو قرآن مجید نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے۔

وما کان اللہ لیطلعلکم علی الغیب ولكن اللہ یجیبی من رسلہ من یشاء فامنوا باللہ ورسلہ وان توتمنوا وتنفقوا فذلکم اجر عظیم
(آل عمران ۱۵۹)

دوسرے مقام پر فرمایا۔

علم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارضی من رسول فانہ یسلک من بین یدہ ومن خلفہ رجلاً
(الحج ۲۷)

مقرر فرماتا ہے۔

ان دونوں آیات میں واضح طور پر اعلان کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے اور بندوں پر لازم ہے کہ وہ اس پر ایمان

لائیں کہ اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اس پر مطلع فرما دیتا ہے۔ غیب پر کسی کو مطلع نہ کرنے کی پابندی نہ خود اس نے اپنے اوپر عائد کر رکھی ہے اور نہ کوئی اس پر عائد کر سکتا ہے۔ ان آیات کے باوجود یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کے بتانے سے بھی کوئی غیب نہیں جانتا سراسر زیادتی ہے۔ فقط انہی آیات کو سامنے لانا جن میں علم الہی کا بیان ہے مثلاً

وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا غیب کی کھجیاں اسی کے پاس ہیں انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(الانعام ۵۹)

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ابان یمضون
(النمل ۲۶)

کس وقت اٹھایا جائے گا۔

حالانکہ ان آیات میں اس بات کو واضح کیا گیا کہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے اور کوئی کسی طریقہ سے حاصل بھی نہیں کر سکتا رہا یہ معاملہ کہ اللہ تعالیٰ خود اس پر کسی کو آگاہ بھی فرماتا ہے؟ تو سابقہ آیات میں خود باری تعالیٰ نے فرما دیا کہ میں اپنے رسولوں کو اس سے آگاہ کرتا ہوں اس کے بعد انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی گویا مسئلہ غیب میں اگر قرآن مجید کی تعلیم کے دونوں پہلو سامنے رہیں تو کوئی ابھن باقی نہیں رہتی۔

زیر بحث مسئلہ میں

زیر بحث مسئلہ کا معاملہ بھی یہی ہے اگر قرآنی تعلیمات کے دونوں پہلو سامنے آجائیں تو معاملہ از خود حل ہو جاتا ہے آئیے ہم ان دونوں پہلوؤں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

قرآنی تعلیمات کا ایک پہلو

سے بنایا پھر اعتدال و کمال کی حالت پر پیدا کیا۔

۱۔ انسان مسجود ملائکہ ہے

اگر انسان اپنے رب کریم کا فرمانبردار اور صحیح بندہ بن جائے تو وہ مسجود ملائکہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے کئی مقامات پر تصریح فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کے لیے فرشتوں کو حکم دیا۔
وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ يٰدْكُرُوْا اِسْمَ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ اِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ فَسَجْدُوْا لِاٰدَمَ کُلٌّ سَجَدَ وَ اٰدَمُ کَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ (البقرہ ۲۳)

۲۔ انسان کی تخلیق بہترین صورت پر

سورۃ النہین میں خالق و مالک کائنات نے متعدد قسمیں اٹھانے کے بعد فرمایا۔
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (النہین ۳) صورت پر پیدا فرمایا ہے۔

یہ شرافت و بزرگی مشروط ہے

۲۔ انسان کی دیگر مخلوق پر فضیلت

سورۃ بنی اسرائیل میں انسانی شرافت و تحریم کو یوں بیان کیا گیا۔
وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنیْ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْوُجُوْدِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِنْ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا (بنی اسرائیل ۷۰)

یہ قرآنی تعلیمات کا وہ پہلو ہے جس میں انسان کا مقام 'شرافت' بزرگی اور اس کی تحریم کو بیان کیا گیا ہے لیکن یہ بات ہر ذی شعور پر عیاں و واضح ہے کہ یہ تمام صفات و مقامات اسی وقت ہیں جب وہ اپنے رب کریم کا بندہ رہے۔ ظاہر و باطن میں اس کا شوق و خوف رکھے، اپنے تن میں پر اللہ کا رنگ چڑھائے، اسی کی رضا اس کا مقصود و مطلوب ہو جائے۔ اس کے حبیب ﷺ اور آپ کی لائی ہوئیں تعلیمات کو حزر جاں بنائے، بارگاہ خداوندی اور بارگاہ نبوی کے ادب و احترام کو اپنے ایمان کی بنیاد بنائے اور اگر انسان اپنے رب اور رسول کو بھول کر خواہش نفس اور دنیا داری کو منہں و مقصود بنا لیتا ہے تو پھر اس نے اپنی انسانیت خود ختم کر دی بقول علامہ اقبال مرحوم۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن حیرانہ من

بلکہ اس صورت میں وہ انسان تو کجا وہ تو پوچھائے، کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہو جاتا ہے آئیے اب ہم قرآنی تعلیمات کے حوالے سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

۳۔ انسان کی کامل حالت پر تخلیق

ایک مقام پر بگڑے ہوئے انسان کو سمجھاتے ہوئے فرمایا۔
یٰۤاٰیہَا الْاِنْسَانُ مَا عَرَبْتَ رَبِّکَ الْکَرِیْمَ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسُوءَ فَعْلٰکَ (الانفطار ۶-۷)

قرآنی تعلیمات کا دوسرا پہلو

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اس پہلو کو بھی متعدد مقامات پر فرمایا ہے ان میں چند کا تذکرہ ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ خواہش نفس کی اتباع کرنے والے کو قرآن نے کتے کی مثل قرار دیا

سورۃ اعراف کی ان آیات کو پڑھئے ان میں توحید کو چھوڑنے والے کے بارے میں خود باری تعالیٰ نے فرمایا۔

وانزل علیہم نبأ الذی اتینہ ابتنا فانسلخ منها فانبعہ الشیطن فکان من الغوین ولو شئت لرفعنہ بها ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ہواہ فمشلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث ذلک مثل النجوم الذین کذبوا بایتنا

(الاعراف ۱۷۵، ۱۷۶)

اسے نبیؐ بھیجا ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے بھاگ نکلا آخر کار شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیات کے ذریعے بلندی عطا کرتے مگر وہ زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس کے ہی پیچھے پڑا رہا ہذا اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان نکائے رہے اور اسے چھوڑ دو تب بھی زبان نکائے رہے یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر حواسے نفس کی اتباع کرنے والے کو کتے کی مثل قرار دیا ہے۔

رجل سوء کتے سے بدتر ہوتا ہے

قرآن حکیم کی اس آیت کے تحت مفسرین کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ بدکردار آدمی کتے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ علامہ محمود الوسی اس کے تحت لکھتے ہیں۔

نعم ہوا حسن من الرجل السوء ہاں آیت بدکردار آدمی سے افضل ہوتا ہے۔ (روح المعانی پ ۹، ۱۱۵)

آگے چل کر شیخ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ قرآن میں بیان کروہ امثلہ میں جو غور کرے گا کہ کفار و مشرکین اور ان کے بتوں کی مثال بیت عکبوت اور کھنڈی وغیرہ سے دی گئی ہیں۔

نحقق لہ ان علماء السوء اسوا من قبیح من ذلک فما الغاہ من مثل علیہم وما لہم فیہ من لئالہا لک فی الدنیا مالہا وجالہا والرکون الی لذاتہا وشہواتہا من متابعۃ النفس الامارۃ وارخاء زمامہا فی مراہا

(روح المعانی پ ۹، ۱۱۶)

شیخ شہاب الدین سرودی کا قول

علامہ الوسی نے اس مقام پر وہ خط نقل کیا ہے جو شیخ شہاب الدین سرودی نے امام فخر الدین رازی کے نام تحریر فرمایا تھا اس کی ایک سطر آپ بھی پڑھ لیجئے۔

قطرة من الهوى تكدر بحرا من العلم (روح المعاني پ ۹، ۱۱۷)
خواہش نفس کا ایک قطرہ علم کے سمندر کو گدلا کر دیتا ہے۔

کتنے کے ساتھ تمثیل کی وجہ

امام فخر الدین رازی نے کتنے کے ساتھ تمثیل بیان کرنے کی چار وجوہ تحریر فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک نہایت ہی اہم ہے۔

ان الرجل العالم اذا نوحل بعلمه الى طلب الدنيا فلما انما يكون لاجل انه يورده عليهم انواع علومه ويظهر غتدهم نفسه ومناقبها ولا شك انه عند ذكر تلك الكلمات وتقرير تلك العبارات يطلع لسانه ويخرج له لاجل ما يمكن في قلبه من مرارة الحرص وشدة العطش الى الفوز بالدنيا فكأن حاله بحالة ذلك الكلب الذي اخرج لسانه ابدا من غير حاجة ولا من ضرورة بل بمجرد الطبيعة الخسية

(تفسیر کبیر - ۱۵ ص ۵۷)

صاحب تفسیر القرآن کا اہم نوٹ

وہ شخص جس کی مثال یہاں پیش کی گئی ہے۔ آیات الہی کا علم رکھتا تھا یعنی حقیقت سے واقف تھا۔ اس علم کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ اس رویہ سے بچتا۔ جس کو وہ غلط جانتا تھا اور وہ طرز عمل اختیار کرتا جو اسے معلوم تھا کہ صحیح

ہے۔ اسی عمل مطابق علم کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کو انسانیت کے بلند مراتب پر ترقی عطا کرتا، لیکن وہ دنیا کے فائدوں اور لذتوں اور آرائشوں کی طرف جھک پڑا۔ خواہشات نفس کے تقاضوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے اس نے ان کے آگے سپردِ ذال دی۔ مالی امور کی طلب میں دنیا کی حرص و طمع سے ہلاتر ہونے کی بجائے وہ اس حرص و طمع سے ایسا مغلوب ہوا کہ اپنے سب اونچے ارادوں اور اپنی عقلی و اخلاقی ترقی کے سارے امکانات کو طلاق دے بیٹھا اور ان تمام حدود کو توڑ کر نکل بھاگا۔ جن کی نگہداشت کا تقاضا خود اس کا علم کر رہا تھا، پھر جب وہ محض اپنی اخلاقی کمزوری کی بنا پر جانتے بوجھتے حق سے منہ موڑ کر بھاگا تو شیطان جو قریب ہی اس کی گھات میں لگا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے لگ گیا اور برابر اسے ایک پستی سے دوسری پستی کی طرف لے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ظالم نے اسے ان لوگوں کے زمرے میں پہنچا کر ہی دم لیا جو اس کے دام میں پھنس کر پوری طرح اپنی حواس عقل و ہوش گم کر چکے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس شخص کی حالت کو کتنے سے تشبیہ دیتا ہے۔ جس کی ہر وقت ٹنگی ہوئی زبان اور ٹپکتی ہوئی زال ایک نہ سمجھنے والی آتش حرص اور کبھی نہ سیر ہونے والی نیت کا پتہ دیتی ہے۔ بنائے تشبیہ وہی ہے جس کی وجہ سے ہم اپنی اردو زبان میں ایسے شخص کو جو دنیا کی حرص میں اندھا ہو رہا ہو۔ دنیا کا کتا کہتے ہیں۔ کتے کی جبلت کیا ہے؟ حرص و آرزو۔ چلتے پھرتے اس کی ناک سونگھنے میں لگی رہتی ہے کہ شاید کہیں سے بوئے طعام آجائے۔ اسے پتھر مارے تب بھی اس کی یہ توقع دور نہیں ہوتی کہ شاید یہ چیز جو پھینکی گئی ہے۔ کوئی بڑی یا روٹی کا ٹکڑا ہو۔ پیٹ کا بندہ ایک دفعہ تو ٹپک کر اس کو بھی دانٹوں سے پکڑی لیتا ہے۔ اس سے بے انتہائی کیجئے۔ تب بھی وہ لالچ کا مارا توقعات کی ایک دنیا دل میں لیے، زبان لٹکائے، باپتا کا پتہ کھڑا ہی رہے گا۔ ساری دنیا کو وہ بس پیٹ ہی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کہیں کوئی بڑی سی لاش پڑی ہو۔ جو کئی کتوں کے کھانے کو کافی ہو۔ تو ایک کتا اس میں سے صرف اپنا حصہ لینے پر اکتفا فرماتا ہے۔

کرے گا، بلکہ اسے صرف اپنے لیے مخصوص رکھنا چاہے گا اور کسی دوسرے کو اس کے پاس نہ پہنچنے دے گا۔ اس شہوتِ فحش کے بعد اگر کوئی چیز اسے غائب ہے تو وہ ہے شہوتِ فرج۔ اپنے سارے جسم میں سے صرف ایک شہوت ہی وہ چیز ہے جس سے وہ دلچسپی رکھتا ہے اور اسی کو سونگھنے اور چاٹنے میں مشغول رہتا ہے۔ پس تشبیہ کا مدعا یہ ہے کہ دنیا پرست آدمی جب علم اور ایمان کی رسی چھڑا کر بھاگتا ہے اور نفس کی اندھی خواہشات کے ہاتھ میں اپنی ہانگی دے دیتا ہے تو پھر کتنے کی حالت کو بچنے بغیر نہیں رہتا، ہمہ تن جیٹ اور ہمدلی شرمگاہ۔

۲۔ بلکہ کتنے سے بھی بدتر

اس سے اگلی آیات میں ایسے انسان کو چوپایوں سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے پڑھئے قرآنی الفاظ۔

ولقد فرأنا الجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقیہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم اذان لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل اولئک ہم الغفلون

(الاعراف، ۱۷۹)

اور ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں، ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے ہوئے ہیں۔

سورہ الفرقان میں خواہی نفس کے مطیع کے بارے میں فرمایا۔

رأیت من اتخذ اللہ ہوہ افانئت نکون علیہ وکیلا ○ ام تحسب ان اکثرہم یسمعون او یعقلون ان ہم الا کالانعام بل ہم اضل سبیلا ○

(الفرقان، ۳۳، ۳۴)

سورہ انفال میں ہے۔

ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون

(الانفال، ۲۲)

کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنی جی کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا تو کیا تم اس کی تمکبانی کا ذمہ لوگے یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ۔

بلاشبہ اللہ کے نزدیک زمین پر چنے والوں میں سے وہ بدتر ہیں جو ہرے مگوگے بن کر نہیں سمجھتے۔

ان آیات قرآنیہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ و رسول کی فرمانبرداری سے بھاگنے والے انسان کی انسانیت از خود ختم ہو جاتی ہے اور وہ چوپایوں سے بھی بدتر اور گمراہ ہو جاتا ہے، کیا چوپایوں میں یہاں بھی نہیں گائے، بکری اور شیر شامل ہیں وہاں کتا و خنزیر شامل نہیں؟ ضرور شامل ہیں اس سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا ہے۔

دنیا کا طالب کتا ہے

اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے بھی اسی بات کی نشاندہی اپنے ان الفاظ میں فرمائی۔

الدنیا جیفۃ و طالبہا کلاب ہیں

۳۔ گمراہ ہوا انسان ذلیل ترین مخلوق

سورۃ التین کے حوالے سے پہلے آپ نے پڑھا کہ انسان کو (ظاہرا و باطنا) سب سے اعلیٰ صورت عطا کی گئی ہے مگر ساتھ ہی دوسرا پہلو بھی بیان فرما

ثم رددنه اسفل سافلين ○ الا
الذين امنوا وعملوا الصلحت
فلهم اجر غير ممنون
(التين ٥-٦)

پھر ہم نے اسے پستی والوں میں سے
سب سے زیادہ پستی کی طرف لوٹا دیا
ہاں جو لوگ ایمان لائے اور عمل
میں کیے ان کے لیے نہ ختم
والا اجر ہے۔

یہاں "اسفل سافلين" کے الفاظ قابل توجہ ہیں "اسفل" اسم حفضیل کا صیغہ
ہے (سب سے پست) یعنی جس سے بڑھ کر پستی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔
الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ رب کا نافرمان بندہ تمام مخلوق سے پست اور
حقیر و ذلیل ہوتا ہے۔

۴۔ ناشکرا انسان ظالم ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان نعمت اور انمول نعمتوں سے نوازا رکھا ہے اس
کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

وانتکم من کل ماسا لشموه وان
تعلموا نعمۃ اللہ لا تحصوها ان
الانسان لظلم لظلم کفار
(ابراہیم ۳۴)

اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور
اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو
گے بے شک آدمی بڑا ظالم ناشکرا
ہے۔

۵۔ انسان ظالم و جاہل ہے

(خلافت ارضی کی) امانت جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں
پر پیش فرمائی تو انہوں نے اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔
و حملہا الانسان انه کان ظلوما
جہولا
مگر اسے انسان نے اسی بوجھ اور وہ
ظالم و جاہل ہے۔

(الاحزاب ۷۲)

"اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی کی امانت، زمین، آسمانوں اور پہاڑوں کے
سامنے پیش کی کہ اس بار امانت کو اٹھانے کی ذمہ داری قبول کر لیں انہوں نے
اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم اس کا حق ادا نہ کر
سکیں گے اور اس بار عظیم کی ذمہ داری لینے سے ڈر گئے اور حضرت انسان نے
جسے جو ہر عقل اور ارادہ و اختیار کی آزادی عطا کی گئی ہے اس بار امانت کو
اٹھانے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی واقعی انسان نے اتنا بڑا ذمہ سر لے کر اپنے
اوپر ظلم کیا بڑا ہی نادان ہے اس کی مشکلات کا اندازہ نہ لگا سکا۔

(شیل موضوع القرآن ۵۱۳)

یاد رہے یہاں یہ بات بطور درد و سوز کہی گئی ہے۔

۶۔ بے عمل علماء گدھے کی مانند ہیں

اللہ تعالیٰ نے بے عمل علماء کو گدھے کی مثل قرار دیا ہے۔ سورہ جمعہ میں
ارشاد گرامی ہے۔

مثل الذین حملوا الثورۃ ثم لم
یحملوها کمثل الحمار یحمل
اسفارا بشس مثل القوم الذین
کذبوا بایۃ اللہ واللہ لایہدی
القوم الظالمین
(الجمعة ۵۷)

مثال ان لوگوں کی جنہیں تورات دی
گئی پھر انہوں نے اسے اس گدھے
کی طرح اٹھایا جس پر کتابیں لادی
گئیں، بری ہے مثال ایسے لوگوں کی
جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور
اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو کامیاب نہیں
فرماتا۔

قرآن اور سنگ اصحاب کہف

آئیے ایک ایسے کتے کا تذکرہ کرتے ہیں جو ہم جیسے انسانوں سے کئی درجے
افضل ہے۔ قرآن کریم میں ایک سورت ہے جس کا نام "الکہف" ہے۔ اس کا

مضمون اصحاب کف اور ان کے مگ کے بیان پر مشتمل ہے۔ جب اصحاب کف نے ایمان کی حفاظت کے لیے اپنے علاقے سے ہجرت کی تو ان کے ساتھ ایک بھی شامل ہو گیا۔ جب وہ غار میں جا کر بیٹھے تو کتا غار کے واسطے پر کس طرح قراں کی لہاں سے نئے۔

وکلہم باسط ذراعیہ بالوصید (الکف ۱۸)
ان کا کتا غار کے واسطے پر بازو پھیلا کر بیٹھ گیا

قراں نے یہاں ان اصحاب کف کی کیفیات کا تذکرہ کیا وہاں ان کے مگ کی بھی کیفیات کو بیان فرمایا۔

یہ کتا کیسے شامل ہوا؟ اس بارے میں چند آراء درج ذیل ہیں۔

۱۔ چرواہے کے کتے نے اصحاب کف کا دین اختیار کر لیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ لوگ رات کو نکلے۔

فما ولا براع معہ کلب فاتبعہم علی دینہم
وہ ایک چرواہے کے پاس سے گزرے جس کے ساتھ کتا تھا۔ اس

(الجامع لاحکام القرآن ۱۰/۲۲۱)
کتے نے اصحاب کف کی دین میں ان کی اتباع کر لی۔

حضرت عبداللہ کے یہ کلمات نہایت قابل غور ہیں کہ ”اس نے اصحاب کف کے دین میں اتباع کی۔“ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ کتے بھی دین دار ہوتے ہیں اگر آپ تسلیم نہیں کرتے تو اس صحابی رسول سے پوچھئے جو امت میں قراں کے سب سے بڑے عالم ہیں

۲۔ میں اللہ کے محبوبوں سے پیار کرنے والا ہوں

حضرت کعب بن لہیع سے مروی ہے۔ اصحاب کف ایک کتے کے پاس سے گزرے وہ ان کے ساتھ چل پڑا انہوں نے اسے بار بار بھگانے کی کوشش کی مگر

بھاگنے کے بجائے

فقام الکلب علی رجلیہ ورفع یدہ الی السماء کھیٹۃ الداعی فنطق فقال لا تخافوا معنی انا احب احباء اللہ تعالیٰ

اپنے پچھلے قدموں پر کھڑا ہو گیا اور ہاتھ آسمان کی طرف کر کے داعی کی طرح بول پڑا اور کہنے لگا مجھ سے نہ ڈرو میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے محبت کرنے والا ہوں۔

تم سو جانا میں تمہارا پہرہ دوں گا

بات پڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

فما مواحنی احرمکم (القرطبی ۱۰/۲۲۱)
تم سو جانا میں چوکیداری کا فریضہ ادا کروں گا

میں یہاں یہ ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم جو انسانیت کے باوجود اپنے مولیٰ کے باغی بنے بیٹھے ہیں کاش ہم ایسا کتنا ہی بن جائیں۔

قراں اور اہل اللہ سے محبت رکھنے والے کتے کا ذکر

ہاں سے اہل اللہ کے مقام سے بھی آگاہی ہوتی ہے کہ جو ان کے ساتھ محبت رکھتا ہے اسے برکت نصیب ہوتی ہے خواہ وہ مگ ہی کیوں نہ ہو۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

لا یسقی جلیسہم اہل اللہ کا ساتھی کبھی بد بخت نہیں ہوتا

مفسر قراں شیخ ابن عطیہ کا بیان ہے والد گرامی نے بتایا کہ میں نے ۳۶۹ کو جامع مصر میں شیخ ابو الفضل الجوهری کو منبر پر دوران خطبہ یہ کہتے ہوئے سنا۔

ان من احب اہل الخیر نال من برکتہم کلب احب اہل فضل اس کی برکت ضرور حاصل کرتا ہے جو نیک لوگوں سے محبت کرے وہ

وجہم فذكرہ اللہ تعالیٰ فی
محکم تنزيلہ
(القرطبی ۱۰-۲۲۲)

ایک کتے نے بزرگوں سے محبت کی
ان کی شگت اختیار کر لی تو اللہ تعالیٰ
نے اس کا تذکرہ اپنی مقدس کتاب
میں فرمایا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں

وشملت کلبہم ببرکتہم فاصابہ ما
اصابہم من النوم علی تلک الحال
وهذه فائدة صحبة اخبار الانبياء
فانه صار لهذا الكلب ذكر خيرو
شان

(تفسیر ابن کثیر)

امام جلال الدین سیوطی رقم طراز ہیں۔
وكانوا اذا اتقلب وهو مثلهم فی
النوم واليقظة
(جلالین)

اصحاب کف کی جب کروٹیں بدلی
جائیں تو ان کے ساتھ ان کے کتے کی
بھی کروٹیں بدل جائیں اور کتا ٹینڈ
اور بیداری میں ان کے ساتھ شامل
رہا۔

علامہ محمود الوسی "ثلاثة رابعهم کلبہم" کے تحت لکھتے ہیں کہ "ہم ثلاثة
وكلب" کے بجائے یہ کلمات کے تاکہ اصحاب کف کی فضیلت و امتیاز اجاگر ہو۔
ومن ثم قرن اللہ تعالیٰ فی کتابہ
العزیز احسن الحبوانات ببرکة
صحابہم مع زمرة المتبطلین الیہ
المتعکفین فی جوارہ سبحانہ
(روح المعانی ج ۱۵: ۲۲۰)

قرآن اور تذکرہ سگ اصحاب کف

واقعہ قرآن نے جہاں جہاں اصحاب کف کا تذکرہ کیا وہاں وہاں ان کے
ساتھ دینے والے سگ کا بھی تذکرہ کیا مثلاً جب غار میں ان کے لیٹنے کا ذکر آیا تو
وہاں کتے کے بارے میں فرمایا۔

وكلبہم باسط ذراعیہ بالوصید
(۱ کلت ۱۸)

آگے چل کر جب ان کی تعداد کا ذکر آیا تو فقط اصحاب کف کا ذکر ہی
نہیں کیا بلکہ ہر دفعہ ان کے کتے کا ذکر بھی کیا پڑھئے۔

سبقولون ثلاثة رابعهم کلبہم
ويقولون خمسة سادسهم کلبہم
رجموا بالغیب ويقولون سبعة
وثامنهم کلبہم قل ربی اعلم
بعدتہم ما یعلمہم الاقلیل فلا
نمار فیہم الامراء ظاہرا ولا
نستفت فیہم منهم احدا
(۱ کلت ۲۲)

اب کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا
کتا اور کچھ کہیں گے پانچ ہیں چھٹا
ان کا کتا بے دیکھے الاوثکا (تیرہوا)
بات اور کچھ کہیں گے سات ہیں اور
آٹھواں ان کا کتا تم فرماؤ میرا رب
ان کی گنتی خوب جانتا ہے انہیں
نہیں جانتے مگر تھوڑے تو ان کے
بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی ہی جو
ظاہر ہو چکی اور ان کے بارے میں
کسی کتابی سے کچھ نہ پوچھو۔

سگ اصحاب کف جنتی ہے

اصحاب کف کے سگ کا یہ مقام ہے کہ وہ جنت میں جائے گا۔ حضرت

خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے ہے۔

ليس في الجنة من الدواب
الاكلب اصحاب الكهف و حمار
بلعم

(روح المعاني پ ۱۵، ۲۲۶)

علامہ الوسی رقم طراز ہیں۔

وجاء في شان كلبهم انه يدخل
الجنة يوم القيامة (ايضا)

شیخ اسماعیل حقی رقم طراز ہیں۔

بامردمان داخل جنت شود در
صورت کبش

(روح البیان، سورہ کف جلد ۵)

علامہ الوسی کا اہم نوٹ

علامہ الوسی لکھتے ہیں سگ اصحاب کف کا جنتی ہونا خوب مشہور ہے حتیٰ کہ بعض شیعہ اپنے بچوں کا نام کلب علی رکھتے ہوئے کہتے ہیں جب سگ اصحاب کف جنتی ہے تو کلب علی جنتی کیوں نہ ہوگا (فرمایا) ہم مانتے ہیں مگر یہ شرط ہے کہ حضرت علی اسے قبول فرمائیں مگر وہ کائے والے کو کیسے قبول کریں گے۔ ان کے الفاظ یہ ہے۔

وقد اشتهر القول بدخول هذا
الكلب الجنة حتى ان بعض
الشيعة يسمون ابناءهم

سگ اصحاب کف کا جنتی ہونا مشہور ہے حتیٰ کہ بعض شیعہ اپنے بچوں کا نام کلب علی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں

بكللب علی ویومل من سمی
بذلك للنجاة بالقباس الاولوی
علی ما ذکر و یبشد

فتية الكهف نجابهم

کیف لاینجو غدا کلب علی
ولعمری ان قبلہ علی کرم اللہ
وجہہ کلبالہ نجا ولكن لا اظن
یقبلہ لانه عقور

(روح المعانی پ ۱۵، ۲۲۶)

امام محمد بن احمد القرطبی کا اہم نوٹ

جب اصحاب کف کا سگ جنتی ہے تو
علی کا سگ جنتی بطریق اولیٰ ہوگا
شعر۔ اصحاب کف کا کتنا نجات پا گیا تو
کل علی کا کتنا نجات کیوں نہیں پاسے
کا؟ اللہ کی قسم اگر حضرت علی کرم
اللہ وجہہ اسے قبول فرمائیں تو وہ
نجات پا جائے گا لیکن میرا گمان ہے
کہ وہ کائے والے کو قبول نہیں
فرمائیں گے۔

پہلے آپ نے امام الوسی کا نوٹ پڑھا ہے اب مشہور مفسر قرآن امام محمد بن احمد قرطبی کا نوٹ بھی ملاحظہ کیجئے۔

قلت اذ كان بعض الكلاب قد نال
هذه الدرجة العليا بصحته و
مخالطة الصلحاء والاوليا حتى
اخبر الله تعالى بذلك في كتابه
جل وعلا فحافظتك بالمؤمنين
الموحدين المخالطين المحبين
للالولياء والصالحين بل في هذا
تسليية وانس للمؤمنين
المقصرين عن درجات الكمال
المحبين للنبي ﷺ والـ

میں کہتا ہوں جب صلحا کی صحبت اور
نجات سے ایک کتے کو یہ درجہ
حاصل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا
تذکرہ اپنی کتاب میں فرما دیا، کیا مقام
ہوگا ان اہل ایمان کا جو اولیاء صلحا
سے محبت رکھنے والے ہیں بلکہ اس
میں ان اہل ایمان کے لیے تسلی و دلالت
ہے جو درجات کاملہ سے قاصر ہیں مگر
نبی گرامی ﷺ اور آپ کی اہل
اطہار سے محبت رکھتے ہیں۔ حدیث

خبر ال روى الصحيح عن انس
بن مالك قال بينا انا ورسول الله
صلى الله عليه وسلم خارجا من
المسجد فلقينا رجلا عند مدوة
المسجد فقال يا رسول الله منى
الساعة؟ قال رسول الله
ما أعددت لها قال: لا صدقة ولكنى
احب الله ورسوله قال: فانت مع من
احبته في. فاية قال انس بن مالك فافرحنا
بعد الاسلام فاجاب عن قول النبى
(فانت مع من احبته) قال انس
فانا احب الله ورسوله وابابكر و
عمر فارجون اكون معهم وان لم
اعمل باعمالهم
قلت وهذا الذى تمسك به انس
يشمل من المسلمين كل ذى
نفس فكذلك تعلقك اطماعنا
بذلك وان كنا مقصرين ورجونا
رحمة الرحمن وان كنا غير
مستاهلين كلب احب قوما
فذكره الله معهم فكيف بنا
عندنا عقد الايمان وكلمة الاسلام
وحب النبى ولقد كرمنا

صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے
ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ
مسجد سے نکل رہے تھے ایک شخص
مسجد کے دروازے پر عرض کرنے لگا
یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟
فرمایا تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی
ہے؟ عرض کرنے لگا کوئی صدقات تو
میں نے کیے ہاں اللہ و رسول سے محبت
رکھتا ہوں فرمایا تو اسی کے ساتھ ہوگا
جس سے تیری محبت ہے۔ حضرت
انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ
ﷺ کے اس ارشاد گرامی پر جو
میں خوشی ہوئی ایسی خوشی اسلام
لانے کے بعد کبھی بھی نہ ہوئی تھی۔
اس کے بعد وہ میں آکر کئے گئے۔
میں اللہ 'رسول' ابوبکر اور عمر سے
محبت رکھتا ہوں امیدوار ہوں مجھے
ان کی شگت نصیب ہوگی؟
میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں۔ میں
کہتا ہوں جو کچھ حضرت انس نے
سمجھا اور کہا یہ تمام مسلمانوں کو
حاصل ہے ہم آرزو مند ہیں اگرچہ
ہمارے بچے کچھ نہیں۔ رحمت رحمن

بنی آدم وحملنا هم فى البرو
البحر ورزقنا هم من الطيبات
وفضلناهم على كثير ممن
خلقنا تفضيلا
(القرطبي ۱۰-۲۳۲)

کے ہم بھی امیدوار ہیں اگرچہ اہل
نہیں۔ کتا جس نے اصحاب کعبہ سے
محبت کی۔ اللہ نے اس کا ذکر ان کے
ساتھ فرمایا۔ ہمارے ساتھ اس کے
کرم کا عالم کیا ہوگا؟ جبکہ ہمارے
پاس ایمان، کلمہ اسلام اور محبت نبی
ﷺ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے
بارے میں فرمان ہے ہم نے اولاد
آدم کو عزت بخشی اور ہم نے انہیں
فحشی اور تری میں اٹھایا ہم نے انہیں
پاکیزہ رزق عطا فرمایا اور انہیں بست
ہی اپنی مخلوق پر فضیلت بخشی۔

شیخ سعدی اور سگ اصحاب کعبہ

حضرت شیخ سعدی جو مسلمانوں کے نہایت دانشور و دانشمندی ہیں وہ اس
چیز کو واضح کر رہے ہیں کہ اچھے عقائد و اعمال کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں۔
فرماتے ہیں۔

پسر نوح بابلان بنششت
خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کعبہ روزے چند
بیسے نیکان گرفت مردم شد

(حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بدوں کے ساتھ لگ گیا نبوت کے خاندان
سے اس کا تعلق ختم ہو گیا، اصحاب کعبہ کا تہ چند دن تکوں کے ساتھ لگ گیا
انسان جیسا مقام پایا) (گشتان باب ۱: ۲۳)
واقعہ پر نوح کا تعلق حضرت نوح علیہ السلام سے نہ رہا اگرچہ وہ کسی

پنا تھا مگر جب اس نے اپنے رب اور نبی سے بغاوت کر دی تو ارشاد فرمایا اس
نوح۔

انه يبس من اهلك یہ تیرے خاندان سے نہیں ہے
مولوں حافظ حسین لکھنوی احوال الاخرت میں لکھتے ہیں۔

هک دنہ اسماعیل دا ذلجی صالح والی
سنگ اصحاب کہف دا تر یجاجنت جاسن عالی
اسی طرح انسان اگر اپنے رب کا بنا رہے تو وہ انسان معظم و مکرم ہے
لیکن جیسے ہی یہ رشتہ ٹوٹے وہ انسان تو کجا وہ کتے و فزیر سے بھی بدتر ہو جاتا ہے
بیبا کہ پہلے کتاب و سنت کے حوالے سے مکررا۔

اپنے منہ سے اپنی طہارت و بزرگی جائز نہیں

آگے بڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے بھی آگاہی حاصل کر لیجئے
کہ کوئی بھی اپنے منہ سے اپنی طہارت و پاکیزگی مت بیان کرے۔ سورۃ النجم میں
ارشاد ہے۔

فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بحسن
انقی اپنی ذات کی پاکیزگی بیان نہ کیا کرو
اللہ اسے سب سے بہتر جانتا ہے جو
صاحب تقویٰ ہے۔ (النجم ۳۲)

وہ سرے مقام پر اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا پاکیزگی اللہ عطا کرتا ہے۔
الم تدالی الذین یزکون انفسهم بل
الذہ بزکی من یشاء ولا یظلمون آپ نے وہ لوگ نہیں دیکھے جو اپنی
ذاتوں کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں بلکہ
اللہ نے چاہتا ہے پاکیزگی عطا فرماتا۔

(النساء ۴۹)

یعنی تکبر اور ریا کے طور پر اپنی ذاتوں کی پاکیزگی مت بیان کرو اگر کسی جگہ
ضرورت ہے تو بطور تحدیث نعمت بیان کرو۔

خود فیصلہ کیجئے

ہم نے کتاب و سنت کی تعلیمات کے دونوں پہلو آپ کے سامنے رکھ
دیے ہیں۔ اب فیصلہ کیجئے کہ خوف و خشیت الہی سے لبریز انسان اپنے منہ سے
اپنی پاکیزگی و طہارت کا ذکر اور اپنا ہوا اچھا لگے گا یا بطور تواضع و انکساری
اپنے آپ کو بارگاہ خداوندی میں پیش کرتے ہوئے چوپایوں سے بھی بدتر سمجھتے
ہوئے اچھا لگتا ہے؟ اپنے رب کے فیصلہ سے پہلے پہلے انسان کا اپنے آپ کو
اشرف المخلوقات میں شامل کرنا بہتر ہوگا یا اپنے آپ کو ظالم و ناشکر سمجھنا؟ کیا
صاحب تقویٰ آدمی اپنے اعمال پر ناز و فخر کرتا ہوا اپنے آپ کو اعلیٰ و افضل قرار
دے گا یا اپنے نیک اعمال پر بھی خاموش و شرمندہ ہو کر اپنے آپ کو سب سے پست
تصور کرے گا؟ اگر اس کے بعد بھی فیصلہ نہیں کر پاتے اور اعلیٰ کہلوانے کا ہی
شوق ہے تو آئیے ہم آپ کو ان لوگوں کے پاس لے کر چلتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ
نے تمام مخلوق سے افضل و اشرف ہی قرار نہیں دیا بلکہ ان کی شفاعت سے
مخلوق کو جنت نصیب ہوگی وہ اپنے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

خوف الہی کا ایک احسن و عجیب منظر

حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہم سب کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ
گناہوں کے نام سے بھی پاک ہیں۔ ان کے اعمال پر اللہ رب العزت فخر فرماتا
ہے بلکہ ان کی سیرت و کردار 'توحید الہی اور اس کی بھیجی ہوئی شریعت کی سچائی
پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ جب وہ اپنے مقام عہدیت کا اعہار کرتے ہیں تو یوں
محسوس ہوتا ہے جیسے ان سے بڑھ کر کوئی گنہگار ہی نہیں۔

۱۔ سیدنا آدم علیہ السلام اور ظلم معافی

سیدنا آدم علیہ السلام تمام انسانوں کے جد ہیں ایک لغزش کی وجہ سے
جنت سے باہر آئے۔ اس لغزش کے بارے میں خالق کائنات نے خود اعلان فرمایا

کہ ان کا مقصد اپنے رب کی نافرمانی نہ تھا۔

ولقد عہدنا الی ادم من قبل فتنی آدم مجھوں کے ہم نے ان کا ارادہ
ولم نجدہ عزمًا (نافرمانی) نہ پایا۔

(طہ - ۱۱۵)

مگر دیکھئے وہ معافی کسی طرح مانگتے ہیں۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا اے ہمارے پالتار ہم نے اپنی جانوں
و نرحمنا لنكون من الخسرین پر ظلم کیا اگر آپ ہمیں معاف نہیں

فرمائیں گے اور رحم نہیں فرمائیں گے تو ہم نہایت ہی گھائے والے ہوں
(الاعراف، ۲۳) جائیں گے۔

سوچئے تو کسی یہ کون اپنے آپ کو ظالم کہہ رہا ہے؟

۲۔ سیدنا کلیم اللہ کی دعاء مغفرت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام و منصب سے کون آگاہ نہیں؟ انبیاء میں
یہ کلیم اللہ کے درجہ پر فائز ہیں ان سے رب کریم نے بلا واسطہ کلام فرمایا ان کی
دعائیں۔

قال رب انی ظلمت نفسی انہوں نے عرض کیا اے میرے
فاغفر لی فغفر لہ الہ ہو الغفور پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کر
لیا ہے پس مجھے معاف فرما دے اللہ
الرحیم تعالیٰ نے انہیں معاف کنویا یقیناً اللہ
(القصص، ۱۶) معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا

ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اپنے آپ کو ظالم کہنا تواضع ہی ہے کیا انبیاء
علیہم السلام یہ بات نہیں جانتے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے؟

۳۔ سیدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح

حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے مایوس ہو کر اسے چھوڑ کر چلے
گئے۔ سمندر میں مچھل نے آپ کو نگل لیا وہاں آپ نے جو اپنے رب کریم کی
تسبیح پڑھی اس کے الفاظ سنئے۔

وذا النون اذ ذهب مغاضبًا فظن ان لن نقدر علیہ فنادی فی
الظلمت ان لا اله الا انت سبحک انی کنت من الظالمین
تیری ذات پاک ہے یقیناً میں ہی ظالم
(الانبیاء، ۸۷) ہوں۔

دوسرے مقام پر قرآن نے بیان کیا۔

لولا انہ کان من المبحین للبت فی بطنہ الی یوم یبعثون
اگر مچھل کے پیٹ میں آپ تسبیح نہ
کرتے تو قیامت تک اس کے پیٹ
میں رہتے۔

اللہ تعالیٰ نے کیوں منع نہ فرمایا

بار بار آپ نے پڑھا اللہ کے نبی اپنے آپ کو ظالم کہہ رہے ہیں۔ یہاں
یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ اگر اس طرح تواضع کا اظہار کرنا خلاف شرع
ہوتا تو اللہ تعالیٰ انہیں منع فرما دیتا کہ میں نے تمہیں اشرف و اعلیٰ بنایا ہے اور
گناہوں سے تمہیں معصوم رکھا ہے تم اپنے آپ کو ظالم کیوں کہتے ہو لیکن وہ تو
خوش ہو کر ان کلمات پر انہیں اپنے انعامات سے نواز رہا ہے۔

کیا حیوانات سے بدتر کھلوانا اس سے کم تر ہے

پہلے گزوا انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں ہم سراپا گناہ ہو سکتے ہیں وہ
سراپا اللہ کے فرمانبردار اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے والے

ہوتے ہیں، ممکن ہے اس کے باقی سرکش اور شیطان و خواہش کے بندہ
ہوں، اب ذرا سوچئے ان کا معصوم ہو کر اپنے آپ کو ظالم کہنا کیا اس سے کم
ہے کہ ہم میرا خواہش نفس کے بندے اور گناہ گار ہوتے ہوئے اپنے آپ کو
حیوانات سے بدتر کہیں بیٹھنا انبیاء علیہم السلام کی اس میں زیادہ عاجزی و انکساری
ہے۔

تواضع و انکساری کی معراج

وہ مبارک ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے مغفرت و بخشش کی ضمانت دیتے ہوئے
یہ اعلان فرمایا۔

لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور
پچھلے تمام معاملات کو معاف فرما دیا
(الفتح ۱)

ان کے سر اقدس پر شفاعت کبریٰ کا تاج سجایا گیا۔ ان کی شفاعت سے
ان گنت گنہگار جنتی بنیں گے۔

آپ کے فرمانے سے صحابہ عشرہ مبشرہ کے درجہ پر فائز ہو گئے، تواضع و
انکساری کی معراج دیکھیے اور سوچئے ہمیں اپنے آپ کو کس سطح پر رکھنا
چاہیے۔

قل ما کنتم بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بى ولا بکم ان اتبع الاما یوحى الی وما انا الا نذیر مبس
تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا میں تو اس کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر مٹانے والا۔
(الاحقاف ۹)

اگر اللہ کی رحمت مجھے نہ ڈھانپ لے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں
سے کسی کا عمل نجات نہیں دلا سکتا صحابہ نے عرض کیا۔

ولا انت یا رسول اللہ آپ نے فرمایا۔
یا رسول اللہ آپ کا عمل بھی

ولا انا الا ان یتغمد نبی اللہ منہ میرا عمل بھی مجھے نجات نہیں دلا سکتا
برحمۃ اگر اللہ مجھے اپنی رحمت سے نہ
ڈھانپ لے۔ (بخاری و مسلم)

مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ان الفاظ میں مروی ہے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لا یدخل احدا منکم عملہ الجنة لا یدخل احدنا من النار ولا انا لا یدخل احدنا من النار ولا انا
تم میں سے کسی کے اعمال اسے جنت نہیں لے جاسکتے اور نہ ہی اسے
دوزخ سے بچا سکتے ہیں یہاں تک کہ

الابرار رحمۃ اللہ (مکتوۃ المساجد باب سعد رحمۃ اللہ) میرا حال بھی یہی ہے ہاں اگر اللہ کی
رحمت ڈھانپ لے تو پھر کام بن سکتا ہے۔

اب اس کے بعد کون ہے جو عمل پر گھنڈ کر کے اپنے آپ کو اشرف و
اعلیٰ تصور کرتا پھرے گا اس بارگاہ میں تو سوائے تواضع اور اعتراف کے بندہ کچھ
عرض نہیں کر سکتا اسی لیے اہل معرفت نے یہی سبق سیکھا ہے اور خود کو نہایت
نیست سطح پر رکھ کر پیش کیا ہے۔

ہمیں مقام محبوبیت سامنے رکھنا چاہیے

کچھ لوگ ان محبوبانِ بارگاہ الہی کی اس اظہار تواضع و انکساری کو غلط
جیرا یہ میں لے کر ان کی حقارت کا پہلو نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہتے ہیں ان

کا تو بارگاہ خداوندی میں کوئی مقام ہی نہیں حالانکہ یہ ان کا مقام عہدیت و توحید ہے جس کا اظہار ان کا حق ہی نہیں بلکہ ان کا فریضہ ہے ہم امتی ہیں، میں تو ان کا مقام محبوبیت سامنے رکھنا چاہیے کیونکہ اصولی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اسے حق حاصل ہے وہ انہیں جو چاہے فرمائے، یہ اس کی مخلوق ہیں، اپنے خالق کی بارگاہ میں اپنے آپ کو جتنی عاجزی کے ساتھ پیش کرنا چاہیں کریں، مگر ہم تو غلام ہیں۔ ہمیں بیش ان کے ادب و احترام کو قائم رکھنا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب بندوں کے تعلق پر مفہوم کرتے ہوئے یہی نصیحت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

اینجا ادبیت کہ لازم است رعایت اس مقام پر ایک ادب ہے جس کی رعایت کرنا اور اسے پیش نظر رکھنا آں و آن اینست کہ اگر از جانب نہایت ضروری و لازم ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنے مقرین انبیا کو کوئی عتاب و خطاب ہو یا خود یہ اپنے آپ کو ایسی تواضع و انکساری سے اس کی بارگاہ میں پیش کریں جو بظاہر نقص و عیب کا سبب بنے تو ہمارے لیے ہرگز ہرگز مناسب نہیں کہ اس معاملہ میں دخل اندازی کرتے ہوئے اس میں کلام کریں۔

یعنی ہم یہ عقیدہ رکھتے ہوئے خاموشی اختیار کریں کہ یہ بڑوں کا معاملہ ہے ہمیں اس میں نہیں پڑھنا چاہیے اس میں بھی ہزار ہا حکمتیں اور راز ہوں گے یہاں تک ہماری رسالت نہیں۔

صحابہ کرام اور خوف و خشیت الہی

حضرات انبیا معلم السلام کی تواضع و انکساری خوف و خشیت الہی اور بارگاہ خداوندی میں ان کا اپنے آپ کو ایک عاجز بندے کی حیثیت پیش کرنا آپ نے پڑھا مسئلہ تو اس سے حل ہو جاتا ہے مگر اس کی مزید وضاحت کے لیے صحابہ کرام کی خشیت و خوف الہی کے واقعات درج کرنا ضروری ہے۔

صحابہ کا کیا مقام ہے؟ اللہ تعالیٰ سے پوچھئے تو جواب ملے گا وہ ایمان کے اس درجہ پر فائز ہیں کہ ان کے ایمان کو کوئی قرار دیا گیا ہے۔

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد لائے ہو تو وہ ہدایت پانے والے اہتدوا

(البقرہ، ۱۳۷) ہیں۔

آئیے دیکھیں وہ اپنے آپ کو کیا مقام دیتے ہیں؟

۱۔ کاش میں بھیڑ کا بچہ ہوتا

اسلام کے عظیم سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنہیں حضور ﷺ نے اس امت کا امین فرمایا، اپنے بارے میں کہا کرتے تھے۔

وددت انی کیش فذبحنی اہلی کاش میں بھیڑ کا بچہ ہوتا، میرے گھر والے مجھے ذبح کر لیتے میرا گوشت کھا لیتے اور شور بہ پی لیتے۔ (الطبقات الکبریٰ، ۳: ۳۱۳)

۲۔ کاش میں راکھ ہوتا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ جن سے فرشتے آکر ملاقات کرتے اور ان پر سلام بھیجتے ان کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا کرتے۔

ووددت انی رماد تنورنی الریاح
(اللبقات ۳: ۲۸۷)
کاش میں راکھ ہوتا مجھے ہوائیں
لے جاتیں

۳۔ کاش میں روز قیامت نہ اٹھایا جاؤں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب ترین صحابہ
میں سے ہیں خوف و خشیت الہی کے قلب کی بنا پر کہتے ہیں۔
ووددت انی اذ لعلمت لم ابعث
(اللبقات ۳: ۱۵۸)
کاش مرنے کے بعد مجھے دوبارہ نہ
اٹھایا جائے۔

امام ابو نعیم نے عامر بن مروق سے روایت کیا کہ ایک شخص حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے اصحاب یمن میں سے ہوا
پسند نہیں بلکہ مجھے اصحاب مقررین میں سے ہونا پسند ہے۔ آپ نے من کر فرمایا۔
لکن ههنا رجل ودلوانه مات لم
ایک بندہ ایسا ہے جو چاہتا ہے کہ
ایسے موت کے بعد اٹھایا ہی نہ
جائے۔

۴۔ میں راکھ ہونا پسند کروں

امام حسن بصری سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا اگر
مجھے جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کر کے کہا جائے کہ ہم تجھے اختیار دیتے ہیں
ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لے یا راکھ ہونا پسند کرے تو
لاحیت ان اکون رابدا
میں راکھ ہونا پسند کروں گا۔
(اللیلیۃ ۱: ۱۳۳)

۵۔ عبداللہ بن روضہ کہا جائے

حضرت ابراہیم الشیبی اپنے والد گرامی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے مجھے ابن مسعود کے بجائے

لوددت انی دعیت عبداللہ بن
روثہ وان اللہ غفر لی ذنبا من
دوبوی
کاش مجھے روضہ کا بیٹا کہا جائے کاش
اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف فرما
دے۔

(المستدرک ۳: ۳۱۶)

۶۔ تم دو بھی میرے پیچھے نہ چلو

آپ کا یہ بھی فرمان ہے۔
لو تعلون ذنوبی ما تبعنی منکم
رجلان
(شعب الایمان، بیہقی ۳: ۱۲۳)
اگر تم میرے گناہوں سے آگاہ ہو جاؤ
تو تم میں سے دو بھی میرے پیچھے نہ
لگو۔

۷۔ کاش میں پتھر ہوتی

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن کی برأت میں سورۃ نور
نازل ہوئی، دنیا و آخرت دونوں مقامات پر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہونے کا
شرف حاصل ہے۔ جن کے حجرہ میں فرشتے اجازت لے کر آئیں۔ ان سے پوچھتے
آوی اپنے آپ کو کس سطح پر رکھے، کیا اعلیٰ و اشرف ہونے کا اظہار کرتے یا
ادنیٰ و پست ہونے کا؟ حضرت عیسیٰ بن دینار سے مروی ہے کہ آپ نے کہا:
یا لینی کنت حجرا
کاش میں پتھر ہوتی۔
(اللبقات ۸: ۷۳)

۸۔ کاش میں درخت ہوتی

حضرت عمرو بن سلمہ سے مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے
فرمایا۔
واللہ لوددت انی کنت شجرة
اللہ کی قسم کاش میں درخت ہوتی۔

۹۔ کاش میں مٹی ہوتی

انہی سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا
واللہ لوددت انی كنت مدرة
(اللبقات ۸-۷۴)

اللہ کی قسم کاش میں مٹی ہوتی۔

۱۰۔ کاش میں درخت کا پتہ ہوتی

امام ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ام المؤمنین نے درخت کی طرف
اشارہ کر کے فرمایا:
یالبنی كنت ورقة من هذه
الشجرة (اللبقات ۸-۷۵)

کاش میں اس درخت کا پتہ ہوتی۔

۱۱۔ کاش مجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
وصال کے موقع پر فرمایا۔
واللہ لوددت ان اللہ لم یکن
خلقنی شیئاً قط
(اللبقات ۸-۷۴)

اللہ کی قسم کاش اللہ تعالیٰ مجھے کوئی
شے ہی نہ بناتا۔

۱۲۔ کاش میں گھاس ہوتی

حضرت محمد بن منکدر سے روایت ہے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:
یالبنی كنت نباتاً من نبات
الارض ولم اکن شیئاً مذکوراً
(اللبقات ۸-۷۶)

کاش میں زمین کا گھاس ہوتی اور میں
قابل ذکر شے نہ ہوتی۔

۱۳۔ کاش میں درخت ہوتا

امام ابو نعیم نے حضرت حزام بن حکیم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت ابو
الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم وہ جان لو جو موت کے بعد ہوتا ہے تو تم پر لذت
کھانے نہ کھاؤ، گھروں میں نہ رہو بلکہ دیر انوں کا رخ کر جاؤ اور تمام عمر آؤ و
ذاری میں بسر کرو اس کے بعد کہنے لگے۔

ولوددت انی شجرة تعضد
(الحلیہ ۱-۲۱۶)

کاش میں درخت ہوتا جسے کاٹ دیا
جاتا۔

۱۴۔ کاش مجھے ذبح کر دیا جاتا

ابن عساکر نے آپ سے یہ کلمات نقل کیے ہیں
لوددت انی كبش لاهلی فمر
علیہم ضیف فامروا علی
لوداجی فاکلوا واطعموا
(کنز العمال ۲-۱۳۵)

کاش میں دنب ہوتا مجھے کسی مہمان
کے لیے ذبح کر دیا جاتا مجھے کھاتے
اور کھلا دیتے۔

۱۵۔ کاش مجھے اللہ بصورت درخت پیدا کر دیتا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ان سے بڑھ کر کائنات میں سچا کوئی نہیں، ساری زندگی جہاد میں گزاری نہ
رہائش بیانی اور نہ کسی طرح کی دنیا جمع کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فخر کی کامل تصویر
تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی الحیا آپ کے بارے میں نقل کرتے ہیں۔
واللہ لوددت ان اللہ عزوجل یوم
خلقنی خلقنی شجرة تعضد
ویوکل ثمرها
(مصنف لابن ابی شیبہ ۱۳-۲۳۱)

اللہ کی قسم کاش اللہ عزوجل نے جس
دن مجھے پیدا فرمایا تھا اس دن وہ مجھے
ایسا درخت بنا دیتا جس کو کاٹ دیا
جاتا اور اس کا پھل کھایا جاتا۔

۱۶۔ کاش میں یہ ستون ہوتا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں صحابہ کرام
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو
سب سے بڑھ کر آپ کے نقش قدم پر رہے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو
دیکھ لے آپ نے اپنے بارے میں یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

لو ددت انی هذه السارية کاش میں یہ ستون ہوتا

(حیات الصحابة ۲-۲۴۱)

۱۷۔ کاش میں یہ بڑکا ہوتا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظیم شخصیت اور ان کے تقویٰ و زہد کو
کون نہیں جانتا؟ جن کے سایہ سے شیطان بھاگ جائے جس کی زبان سے حق
جاری ہو جس کی رائے پر قرآن نازل ہو جسے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہونے
کی شہادت عطا فرمائیں ذرا ان کی اپنے خالق و مالک کی بارگاہ اقدس میں عاجزی و
انکساری ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عامر سے مروی ہے کہ آپ نے زمین سے ایک ٹکڑا
اٹھایا اور فرمایا۔

لیتینی كنت هذه التينة کاش میں یہ بڑکا ہوتا

۱۸۔ کاش میں پیدا نہ کیا جاتا

لیتینی لم اخلق کاش مجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا

۱۹۔ کاش میری والدہ مجھے نہ جنتی

لیت اہی لم تلدنی کاش مجھے ماں نہ جنتی۔

(الطبقات ۳-۳۶۰)

۲۰۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور خشیت الیہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن کا لقب ذوالنورین تمام کائنات میں ایسی شخصیت
جس کے عقد میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں تھیں جنہیں دنیا میں بھی
جنتی ہونے کی بشارت مل چکی جن سے آسانی فرشتے بھی حیا کرتے ہیں ان کا
خوف و خشیت الیہ ملاحظہ کیجئے۔

لو انی بین الجنة والنار لا ادری اگر مجھے جنت و دوزخ کے درمیان
الی ایہما یؤنمربی لاخبرت ان لایا جائے اور ابھی مجھے علم نہ ہو کہ
اکون رماذا قبل ان اعلم الی ایہما ان میں سے کس میں جاؤں گا تو میں
ابھی وہاں راکھ ہونا پسند کروں گا۔

(الحلیۃ لابن نعیم ۱-۶۰)

۲۱۔ کاش میں ایک بال ہوتا

امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس حضرات انبیاء خیم
السلام کے بعد سب سے بلند درجہ پر فائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دنیا میں
ہی جنتی ہونے کی بشارت عطا فرمائی یہ بھی فرمایا میں نے ہر ایک کے احسان کا
بدلہ دنیا میں چکا دیا مگر ابوبکر کے احسانات کا بدلہ روز محشر اپنے رب کریم سے
لے کر دوں گا۔ ذرا ان کی خوف و خشیت کی کیفیات پر نظر ڈالیں اس کے بعد
اپنے من پر بھی توجہ دیجئے امام احمد بن حنبل نے کتاب الزہد میں حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ آپ کہا کرتے تھے۔

وددت انی شعرة فی جنب عبد کاش میں کسی مسلمان کے پہلو کا بال
مومن (فتح البکتر ۳-۳۶۱) ہوتا

۲۲۔ کاش میں اونٹ کی میٹھی ہوتا

ابن ابی شیبہ اور یحییٰ نے امام ضحاک سے نقل کیا ہے۔

رای ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ طیراً واقفاً علی شجرة فقال طوبی لک یا طیر! واللہ لوددت انی کنت مثلك تنقع علی الشجر وناکل من الثمر ثم تطیر ولیس علیک حساب ولا عذاب واللہ لوددت انی کنت شجرة لی جانب الطریق مر علی جمل فاحلتی فادخلنی فاه فلاکسی ثم ازرعنی ثم اخرجنی بعرا ولم اربشرا کاش میں انسان نہ ہوتا۔

۲۳۔ کاش مجھے گندگی میں ڈال دیا جاتا

ابن تمیم الوہل میں ضحاک بن مزاحم سے نقل کرتے ہیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک جگہ سے گزرے۔ نظر الی عصفور فقال طوبی لک یا عصفور ناکل من الثمار و تطیر فی الاشجار لا حساب علیک ولا عذاب واللہ لوددت انی کیش بسمعی اهلی فاذا کنت اعظم ما کنت واسمہ یلبحونی فیجعلون بعضی شواء بعضی

قدیدا ثم اکلونی ثم القونی عذرة فی الحش وانی لم اکن خلقت بشرا (حیات صحابہ ۲-۱۰۹)

۲۴۔ میں نے کثیر ظلم کیے

یہاں ایک دعا کا تذکرہ بھی ضروری ہے جس کی تعلیم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی کہ اسے ابو بکر اپنی نماز میں یہ دعا مانگا کرو۔

اللهم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم (ابو بکر ص ۱۰۹)

۲۵۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے۔

یالیتنی کنت کبش اهلی یسمنونی مابلہم حتی لاکنت لسمن ما کون زلہم بعض من یحبون فجعلوا بعضی شواء وبعضی قدیدا ثم اکلونی فاجر جونی عذرة ولم اکن بشرا (الحلیہ ۱-۵۲)

حفظہ منافق ہو گیا ہے

حضور ﷺ کے ایک صحابی حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ ہیں

بھون لیتے اور کچھ کو خشک کر لیتے یا تمام کو کھا لیتے پھر مجھے بصورت گندگی خارج کر کے گندگی میں ڈال دیا جاتا کاش میں بطور انسان پیدا نہ کیا جاتا۔

یہ آپؐ کے کاتب بھی تھے۔ ان کا بیان ہے ایک دن سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے آپؐ سے گزرے آپؐ نے مجھے پوچھا
کیف انت یا حنظلہ میں نے عرض کیا۔
اے حنظلہ تم کیسے ہو؟

نافق حنظلہ حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے

آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا۔

نکون عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تذکرنا بالنار والجنة ہوتے ہیں تو جنت و دوزخ کا گویا
کائنارای عین مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں۔

مگر جب آپؐ کی صحبت سے گھر جاتے ہیں تو ہماری حالت یہ ہو جاتی ہے۔

عافسنا الأزواج والاولاد و بیویوں اولاد اور کاروبار میں مشغول
الضیعات نسینا کثیرا ہو کر غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ہماری حالت بھی یہی ہے

سیدنا صدیق اکبرؓ نے میری بات سنی تو کہنے لگے۔

قواللہ انالقلبی مثل هذا اللہ کی قسم ہماری حالت بھی یہی ہے۔

دونوں نے فیصلہ کیا کہ ہمیں اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کرنا چاہیے ہم آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے میں نے عرض کیا۔

نافق حنظلہ یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول حنظلہ منافق ہو گیا

آپ ﷺ نے فرمایا حنظلہ ہوا کیا ہے عرض کیا یا رسول اللہ

نکون عندک تذکرنا بالنار والجنة کائنارای عین

جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں۔
آپ جنت و دوزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں تو گویا ہم ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

جب آپ کے پاس سے اٹھ کر گھر جاتے ہیں تو

عافسنا الأزواج والاولاد والضیعات نسینا کثیرا بیویوں اولاد اور کاروبار میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے غافل ہو جاتے ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بات سن کر فرمایا

واللہ نفسی بیدہ لوتقومون علی ما نکونون عندی وفی الذکر لصفحتکم الملائکۃ عسی فرشکم وفی طرفکم ولکن یا حنظلہ ساعة وساعة ثلاث مرات (المسلم)

مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی حالت پر رہو جیسے میرے پاس اور ذکر میں ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے ساتھ بہتوں اور راستوں میں مصافحہ کریں مگر اے حنظلہ یہ مختلف احوال ہیں

اس سے بھی آگے بڑھو اور سنو

حضرت عمر فاروقؓ کا سوال کیا میں منافق تو نہیں ہوں؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کا علم سب سے زیادہ عطا فرمایا تھا یہی وجہ ہے صحابہ مبغضین کے بارے میں ان سے اکثر پوچھا کرتے تھے امام شمس الدین ذہبی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں۔

وقدنا شده عمرا لنا من المنافقين
وفقال لا ولا ازکی احدا بعدک
(سیر اعلام النبلا ۲: ۳۶۳)

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت
حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں
منافقین میں شامل تو نہیں؟ انہوں
نے کہا ہرگز نہیں لیکن آج کے بعد
کسی کا ترکیب بیان نہیں کروں گا۔

کیا میں ان میں سے ہوں؟

حضرت عبدالرحمن بن عرفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ میں نے ام المومنین سیدہ
ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر ہو کر عرض کیا۔ میرے پاس مال و دولت سب سے
زیادہ ہے، میں ڈرتا ہوں کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں انہوں نے فرمایا بیٹے اللہ کی راہ میں
فخر کیا کرو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔
ان من اصحابی لعن لا یراشی بعد ان کچھ لوگ میرے وصال کے بعد میری
اموت لہدا زیارت سے پیش کے لیے محروم ہو
جائیں گے۔

میں یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انہیں بتایا تو وہ ام
المومنین کے پاس آئے اور عرض کیا۔

انشدک باللہ امنہم انا؟ تمہیں اللہ کی قسم میرے بارے میں بتاؤ
کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں؟

انہوں نے فرمایا

اللہم لا ولین ابری بعدک احد
(مسند احمد ۲۲۱: ۲۳۷)

آپ ان میں سے نہیں اور میں آپ کے
بعد کسی کی برأت بیان نہیں کروں گی۔

یہاں چند باتیں نہایت ہی قابل توجہ ہیں۔

۱۔ کیا حضرت حنظلہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما واقعہً منافق ہو گئے تھے
ہرگز نہیں۔

۲۔ جب وہ منافق نہیں یقیناً نہیں تو پھر کیا وہ غلط بیانی کر رہے ہیں۔

۳۔ غلط بیانی بھی نہیں ورنہ سیدنا ابوبکر ان کی تائید نہ کرتے خود رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تائید نہ کرتے۔

۴۔ نفاق بھی نہیں، غلط بیانی بھی نہیں آخر کیا ہے؟

۵۔ ہر ذی شعور و فہم یہی کہے گا کہ یہ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں خوف و
خشیت اور تواضع و انکساری کا اظہار ہے۔

۶۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا آدمی بھی کہہ رہا ہے کہ ہماری بھی
یہی کیفیت ہوتی ہے کیا معنی ہے اس بات کا؟

۷۔ آخری سوال یہ ہے کہ کیا اپنے آپ کو سنگ کہنا برا ہے یا
منافق کہنا بدتر ہے؟

یقیناً منافق کہنا بدتر ہے، جب ایسے کلمات بھی بطور خوف و خشیت کہے
جاسکتے ہیں جو سنگ کہنے بھی بدترین ہیں اور پھر یہ کلمات سیدنا صدیق اکبر اور پھر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہے جا رہے ہیں ان دونوں نے اس میں کوئی
تباہت محسوس نہیں کی بلکہ ایسی کیفیت کی تائید کی اور دلاسا دیا فکر نہ کرو ایسی
کیفیت دنیا میں ہوتی رہتی ہے۔

جب اپنے آپ کو سنگ کہنے والوں پر آپ کا یہ فتویٰ ہے کہ انہوں نے

انسانیت کی تذلیل کی ہے تو ان صحابہ کرام کے بارے میں آپ کی رائے کیا
ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں توبہ وغیرہ کا حکم نہیں دیا بلکہ انہیں اطمینان
دلایا، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہوگا؟

دیکھا سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کیا بننے کی آرزو کر رہے ہیں؟ کیا یہ انسانیت کی تدبیر ہے ہرگز نہیں بلکہ اپنے رب کا خوف ہے یہ کسی انسان میں جتنا ہوگا وہ اتنا ہی اعلیٰ انسان قرار پاتا ہے اگر یہ حضرات اپنے آپ کو جنگلیں اور گندمی قرار دیتے ہیں تو ہم اگر اپنے آپ کو سگ قرار دیتے ہیں تو کیوں حق بجانب نہ ہوں گے۔

تواضعاً "سگ بننا اور بات ہے

یہاں یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ حقیقتاً سگ ہونا اور بات ہے اور تواضعاً "سگ بننا اور سگ ہونا اور بات ہے۔ ان دونوں کو یکساں قرار دینا محض جہالت و حماقت ہے مثلاً زید کو اگر شیر کہا جائے تو اس سے اس کا جنگلی شیر بن جانا کمال لازم آجاتا ہے ہر ذی شعور یہی سمجھے گا کہ اس سے مراد زید کا بہادر و نڈر ہونا مراد ہے۔ اسی طرح اگر کوئی اپنے آپ کو سگ کہتا ہے تو اس سے مراد تواضع و انکساری ہی ہوگا۔

۱۔ اللہ و رسول کا شیر

حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اللہ و رسول کا شیر قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ میرے پاس جبریل امین آئے انہوں نے بتایا۔

ان حمزہ بن عبدالمطلب مکتوب فی اهل السموات السبع اسد فی اهل السموات السبع اسد حضرت حمزہ اللہ اور اس کے رسول اللہ و اسد رسولہ کے شیر ہیں۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ۱۸۶)

حضور ﷺ نے جب غزوہ حنین کے موقع پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا حمزہ کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان عطا فرما دیا۔

بقول لابی سفیان بعد ذلک اسد۔ اس کے بعد حضرت ابوسفیان کو اللہ و اللہ و اسد الرسول (الطبقات الکبریٰ ۴-۵۲)

۲۔ اسد اللہ حضرت علی کا لقب ہے

اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام امت اسد اللہ (اللہ کا شیر) کہتی ہے خطبات میں آپ کا یہی لقب خصوصی طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ اور اس کا رسول ہم سے بہتر جانتے ہیں کسی کو کیا قرار دینا ہے کیا اس سے یہ لوگ انسان نہیں رہے کیا حقیقتاً وہ جنگلی شیر بن گئے مقصد تو ان کی بہادری کا بیان ہے جو واقعاً ان میں کمالاً موجود تھی بلکہ تمام دنیا کے شیر ان سے بہادری کی خیرات مانگتے ہیں۔

۳۔ اللہ کی تلوار

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے تلوار قرار دیا۔

سیف من سیوف اللہ اللہ کی تلواروں میں سے تلوار ہیں۔

۴۔ اے مٹی کے باپ اٹھ

حضرت سل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے۔ حضرت علی کو وہاں موجود نہ پایا تو پوچھا بیٹی علی کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ مسجد میں ہیں۔ آپ وہاں تشریف لے گئے دیکھا علی زمین پر لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی چادر پشت سے نیچے گری ہوئی ہے۔

فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح عن ظهرہ بقول سے مٹی جھاڑنا شروع فرمائی اور اجلس اب اترا ب فرمایا اے مٹی کے باپ اٹھو۔

اس کنیت کی پسندیدگی

صحابہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کنیت نہایت ہی محبوب و پسندیدہ تھی۔

واللہ ما کان اسم احب الی علی
منہ لان ما سماہ ایاہ الارسل اللہ
صلی اللہ
(بخاری و مسلم)
اللہ کی قسم علی کو اس کنیت سے بڑھ کر کوئی نام پسند نہ تھا کیونکہ یہ کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی۔

۵۔ اے بلیوں کے باپ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشہور صحابی کی کنیت ابو ہریرہ ہے ان کا نام عبدالرحمن ہے مگر کنیت کے نام سے معروف ہیں یہ کنیت بھی انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی۔

تو کشتی ہی ہے

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی مہران اور آپ کا لقب سفینہ ہے اس سے آپ مشہور و معروف ہیں۔

سعید بن جعلان کہتے ہیں میں نے آپ سے نام کے بارے میں پوچھا تو فرمایا سماعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی نام وسلم سفینہ عطا فرمایا ہے۔

میں نے عرض کیا

لم سماع

کشتی نام رکھنے کی وجہ کیا تھی؟

آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ایک سفر پر نکلے کچھ صحابہ پر سامان اٹھانا مشکل ہو گیا۔ آپ نے مجھے فرمایا۔

بسط کساک اپنی چادر بچھاؤ۔

میں نے چادر بچھا دی۔ تمام صحابہ نے اپنا اپنا سامان اس میں ڈال دیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

احمل انما انت سفینہ

سامان اٹھاؤ تم تو کشتی ہی ہو۔

اس دن سے میں سات اونٹوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہوں۔ (العارف ۱۳۶)

یہاں آپ نے "انما انت" کے الفاظ استعمال فرمائے جو حصر کا قائدہ دیتے ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ تم کشتی کے علاوہ کچھ نہیں ہو اس کے باوجود کیا ان کی انسانیت ختم ہو گئی؟ کیا ان کی یہ تذلیل تھی؟ کیا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیز ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔

تم تو بوجھ اٹھانے والا اونٹ ہو

ابوطیبہ عبداللہ بن مسلم، ابن ہریرہ سے اور وہ اپنے والد گرامی حضرت ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ بعض ساتھیوں کے لیے اپنا سامان اٹھانا دشوار ہو گیا۔

فجعلوا بطرحونه علی فخر ہی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انت زاملہ
(تاریخ الاسلام للذہبی ۱-۲۸۳)
تو انہوں نے مجھ پر سامان ڈالنا شروع کر دیا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزر کر فرمایا تم تو بوجھ اٹھانے والا اونٹ ہو۔

۸۔ تم تو سراپا گلاب ہو

حضرت ابوالور رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو خوب سرخ پایا آپ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا:

انت ابو الورد

تو سراپا گلاب ہے۔

(شرح النہ ۱۳-۱۸۳)

۹۔ ایک صحابی کا لقب تیار ہے

احادیث صحیحہ میں ایک ایسے صحابی کا تذکرہ بھی ملتا ہے جن کا اسم گرامی عبداللہ اور لقب تیار ہے یہ منجھک النبی (حضور کو ہنسانے والے) ہیں۔ ان روایات کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان رجلا علی عهد النبی علیہ السلام کان اسمہ عبداللہ وکان یلقب حمارا وکان یضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان النبی صلی اللہ علیہ قد جلدہ فی الشراب فاوئی بہ یوما فقال رجل من القوم اللہم العنہ ما کثر ما یؤتی بہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تلعنوہ فواللہ ما علمت الا انہ یحب اللہ ورسولہ

(بخاری، باب کرم من لعن الشارب)

یہ روایت مسند ابویعلیٰ میں حضرت عمرؓ سے ہی یوں مروی ہے۔

ان رجلا کان یلقب حمارا وکان یهدی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ العکة من السمن والعکة من الغسل فاذا جاء صابحها یتقاضاه جاء بہ الی رسول اللہ فیقول یا رسول اللہ هذا نمن مناعہ

ایک شخص جس کا لقب تیار تھا وہ آپؐ کے لیے گھی اور شہد کی مکھی لایا کرتا جب دوکاندار اس سے رقم کا مطالبہ کرتا تو اسے حضور ﷺ کے پاس لے آتا اور عرض کرتا یا رسول اللہ ﷺ اسے اس گھی وغیرہ کی

فما یزید رسول اللہ ﷺ علی ان یتبسم اور قیمت ادا کر دیتے۔ آپؐ تبسم فرماتے اور قیمت ادا کر دیتے۔

(مسند ابویعلیٰ، ۱/۱۶۱)

بزرگان دین نے بھی اپنے آپ کو ہمیشہ کم سے کم اور پست سے پست مقام پر رکھا، کبھی بھی انہوں نے اپنی اشریت و تکبریم کا ڈھنڈورا نہیں بٹنا کیونکہ عاجزی و قلیات شریعت کا نچوڑ اور اس کی روح ہے ہم یہاں صرف وہی پہلو ذکر کرتے ہیں جس میں انہوں نے اپنے آپ کو تنگ قرار دیا یا اسے بہتر کہا۔

کاش جای تیرے کتے کا نام ہوتا

امام عبدالرحمن جامی جو کہ نامور عاشق رسول اور علوم دینیہ کے عظیم فاضل تھے "نفحات الانس اور فوائد ضیائیہ جیسے علمی شہ پاروں کے مصنف ہیں" علمی اور روحانی دنیا میں ان کی شخصیت مسدس ہے، سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت گلے میں اپنی مثل نہیں رکھتے۔

لسمیما جانب بطحا گزر کن

راحوالہ محمد راخبر کن

مشرف گرجہ شد جامی ر لطفش

حدیبا این کرم بار دگر کن

یہی مقبول زمانہ نعت انہی کی ہے، وہ اپنی خواہش و آرزو کا اظہار ان کلمات میں کرتے ہیں۔

سگ را کاش جامی نام بودے

کہ آمد بر زیارت گاہے گلے

(کاش تیرے کتے کا نام جامی ہوتا کہ کبھی نہ کبھی آپ کی زیارت پر ہی آجاتا) دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔

پارہ ہائے دل صد بارو ہم سے آرم

ناشنیدم کہ سگ کوئے نو مہمان شد نیست

ایک اور مقام پر کہا۔

سگ نو دوش بحالی فعال کنان فی گفت

خمش باش کہ از فالہ ات بلرد سریم

مگو جامی سگ این استالہ نیست

مکن زمیں دائرہ بیرونم اے دوست

(یہ نہ کہو جامی اس بارگاہ کا سگ نہیں، اے دوست مجھے اس دائرہ سے باہر نہ نکالو)۔

کمبرین صید نوم، بیش سگان خود فگن

(جہاں کم ترقکار ہے اے اپنے سگوں کے سامنے ہی ڈال دو)۔

حافظ شیرازی کی سنئے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیاں ہیں۔

شنید ام کہ سگان را فلاہ سے ہندی

چراہہ گردن حافظ نمے نہی رسے

(میں نے سنا ہے آپ نے اپنے سگوں کے گلے میں پٹہ ڈال رکھا ہے تو حافظ کی گردن میں رسی کیوں نہیں ڈال رہے)

امام اہل محبت اور سگ بے ہنر

امام اہل محبت مولانا احمد رضا خاں قادری جنہیں اہل علم مجدد مائے حاضرہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اسلام کے بارے میں جتنا مطالعہ اس شخصیت کا ہے شاید ہی ان کے دور میں ان کے کوئی ہم پلہ ہو، مخالفین تو ان کے علمی مقام کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے۔ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور اولیاء کی خدمت میں کس طرح پیش کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

اف بے حیائیاں کہ یہ منہ اور تیرے حضور

ہاں تو کریم ہے تیری خو درگزر کی ہے

تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے

کیا اور بھی کسی کے توقع نظر کی ہے

جاؤں کہاں پکاروں کے کس کا منہ نکلوں
کیا پرستش اور جا بھی ملک بے ہنر کی ہے
(حدائق بخشش ۱۷۸)

ایک اور نعت میں عرض کرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتنے ہزار پھیرتے ہیں
(حدائق بخشش ۱۷۷)

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہا کی منقبت و شان میں لکھتے ہیں۔
تجھ سے در در سے بگ اور بگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا دُورا تیرا
اس نشانی کے جو ملک ہیں نہیں مارے جاتے
شتر تک میرے گلے میں رہے پتا تیرا
میری قسمت کی قسم کھاؤں میں سگان بغداد
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا
(حدائق بخشش ۲۳۵)

سلطان العارفين حضرت سلطان باہو

برصغیر کے عظیم عارف کامل حضرت سلطان باہو شہنشاہ بغداد کا مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سگ درگاہ میراں شوچوں خوابی قرب ربانی
کہ ہر شیراں شرف دلرد سگ درگاہ جیلانی
(اے انسان اگر تو اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتا ہے تو شیخ عبدالقادر جیلانی کے در کا
سگ بن جا کیونکہ ان کے در کا سگ شیروں سے بھی زیادہ مقام رکھتا ہے)
فاضل بریلوی نے بھی ایک مقام پر یہی بات کہی ہے۔

کیا وہ بے جس پہ حمایت کا ہو بچہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا
(حدائق بخشش ۲۳۳)

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک منقبت لکھی جس کے دو اشعار یہ ہیں۔

بکن کارم گہ بتوانی غریبم درہریشانی
جہاں راہبیر و پیرانی محی الدین جیلانی
سگ درگاہ جیلانی بہاء الدین ملتانی
لقائے دین سلطانی محی الدین جیلانی
(ظم غناء تہذیب ۶۵)

یعنی بہاء الدین زکریا شیخ عبدالقادر جیلانی کا ایک سگ ہے۔

تینڈے دروے کتیاں نال ادب

خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ جن کے کلام سے لوگ ایمان کی جلا حاصل کرتے ہیں اپنے آپ کو کیا مقام دیتے ہیں۔

میں سگ آستان رسالت باب کا
ابن نعمانہ کا اور ابن خطاب کا
مٹاں کا علی کا حسن اور حسین کا
اور خواجگان پشت عالی جناب کا
دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔

توڑیں دھوڑے دکھڑے کھانڈری ہاں
تینڈے نام توں مفت و کانداری ہاں
تینڈے باندیا دی میں باڈری ہاں
تینڈے دروے کتیاں نال ادب

روی کشمیر عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمتہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں۔
 ہنساں عشق قبول نہ کیسا ایسے آگے
 عشق باہجہ محمد بخش کیا آدم کیا کئے

جس دل اندر عشق نہ دچھا کئے اس تھیں چنگے
 مالک دے در راہی کر دے ساہر بھگے بھگے

آپ کے سگ کے ساتھ نسبت بے ادبی ہے
 مشور نعت گو جان محمد قدسی کہتے ہیں۔

نسبت خود بہ سگت کردم و بس منتفعلم
 زانکہ نسبت بہ سگ کوئی تو شد ہیے ادبی
 (آپ کے سگ کے ساتھ نسبت کر کے شرمندہ ہوں کیونکہ آپ کے سگ
 کوچہ کے ساتھ نسبت کرنا بھی بے ادبی ہے)۔

بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی قصائد قاسمی میں لکھتے ہیں۔

جو پھو بھی دیوے سگ کوچہ تیرا اس کی نعت
 تو پھر ظلم میں اٹیس کا بتائیں مزار

گے ہے سگ کو حیرے میرے نام سے گو عیب
 پر تیرے نام کا لگنا مجھے ہے عز و وقار

امیدیں لاکھ ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
 کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
 مروں تو کھائیں مجھ کو سور و مار

جو یہ نصیب نہ ہوا اور کہاں نصیب میرے
 کہ میں ہوں اور سگان حرم کی تیرے قطار
 بیدم وارفتی کہتے ہیں۔

سگ طیبہ مجھے سب کہہ کر پکاریں بیدم
 یہی رکھیں میری پہچان دینے والے

الغرض ان محنت اولیا صلا اور اہل علم و معرفت نے خوف و خشیت الہی
 کے پیش نظر اور تواضع و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو سگ کہا
 ہے۔ یہ تمام لوگ شریعت سے ہم سے کہیں زیادہ آگاہ و واقف تھے، کیا ان
 لوگوں نے انسانیت کی تذلیل کی ہے، ہرگز نہیں اگر ایسا ہوتا تو ضرور دیگر اہل
 علم اس پر اعتراض اٹھاتے، امام جانی سے لے کر میاں محمد بخش رحمہما اللہ تعالیٰ
 تک کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جو اسے انسانیت کی تذلیل تصور کرتے ہوئے اس
 کے خلاف آواز اٹھاتا کیا ساری امت شریعت سے جاہل چلی آ رہی ہے؟ اور
 آج کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جنہیں شریعت کا وہ فہم نصیب ہوا ہے جو آج
 تک کسی مسلمان کو نصیب نہیں ہوا، اگر بات یہی ہے تو ایسے فہم کو پھیلائے مت
 اپنے تک ہی محدود رکھیے کیونکہ تمام مسلمان اس بات سے آگاہ ہیں جو اسلام کی
 معرفت ہمارے اسلاف کو حاصل تھی ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور انہوں
 نے قرآن کی یہ آیت پڑھ رکھی ہے۔

ومن يشاقق الرسول من بعد
 ما تبين له الهدى ويتبع غير
 سبيل المومنين نوله ماتولى
 ونصله جهنم وساءت مصيرا
 (النساء - ۱۱۵)

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس
 کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور
 مسلمانوں کی راہ سے جدا رہ چلے ہم
 اس کے حال پر بھوڑ دیں گے اور
 اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور
 کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور سگ عمر سے محبت

ہم اپنی بات حضور ﷺ کے مقبول ترین صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس مبارک ارشاد پر ختم کر رہے ہیں، زہر بن حبیش سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

لقد احببت عمر حبا حتى لقد خفت الله ولو اني اعلم ان كلبا يحبه عمر لاحبته ولو ددت اني كنت خادما لعمر حتى اموت
میں عمر فاروق سے اتنی شدید محبت رکھتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتا ہوں اگر مجھے علم ہو جائے کہ فاروق اعظم کسی کتے سے محبت کرتے ہیں تو میں اس سے بھی محبت کروں گا۔ میں اپنی

(فضائل الصحابة للإمام احمد ۲/۲۳۷) موت تک ان کا خادم ہوں۔

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے محبوب سگ سے صحابہ کی محبت کا یہ عالم ہے تو رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنے والے سگ کے ساتھ محبت کا عالم کیا ہوگا۔ اگر ان دلائل کے بعد بھی بات سمجھ نہیں آتی تو نہ آئے بقول محترم بشیر حسین ناظم ہم تو یہی کہیں گے۔

میں سگ کو چہ چاہیں ہوں آپ جو کچھ بھی ہیں ہوا کیجئے

چوتھی صدی ہجری کے نامور بزرگ امام ابو بکر محمد بن خلف المزبان (المتوفی ۳۰۹ھ) نے "فضل الکلاب" کے نام سے مستقل کتاب تصنیف کی جو الدکتور محمد عبدالرحمن ویسی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی۔ کتاب کے کل صفحات ۱۱۱ ہیں۔ جو بیروت کے اشاعتی ادارے الہمام نے شائع کی ہے۔ اس کے سرورق کا عکس سامنے کے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

فَضْلُ الْكِلَابِ

عَلَى كَثِيرٍ مِنْ لَيْسَ الشَّيْءِ

تأليف

الامام العلامة أبي بكر محمد بن خلف المزبان
(المتوفى سنة ۳۰۹ھ = ۹۱۱م)

تقديم وتحقيق وشرح

الدكتور محمد عبد الرحمن ویسی

البيانات

البيانات والنشر والتوزيع

المقالة المرضية في الرد على

من يدكر الزيارة المحمدية

بسم الله الرحمن الرحيم

رسول الله ﷺ کی حاضری پر امت کا اجراع ہے۔

پہلا شخص جس نے زیارت نبوی ﷺ کے لیے سفر حرام قرار دیا وہ ابن تیمیہ ہے اس کی تردید تمام امت نے کی۔

اس دور کے قاضی القضاۃ امام ابو عبد اللہ محمد سعدی مصری اختیائی مالکی (ت: ۷۵۰ھ) نے اس کے رد میں مختصر جامع مقالہ لکھا، علامہ محمد زاهد کوثری نے اسے تلاش کیا اور شیخ علامہ عزانی نے اسے ”براہین الساطعہ“ کے آخر میں اسے شائع کیا۔

ہم عظیم محقق عبد الحق انصاری حفظہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اسے تلاش کیا اور ہمیں اس کے ترجمہ کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ عزیزم میثم عباس رضوی کو سلامت رکھے کہ انہوں نے بڑے شوق سے اسے املا کیا خطبہ کے علاوہ ایک ہی نشست میں اس کا ترجمہ مکمل ہو گیا۔

قارئین دعا کریں اس دور کی باقی چیزیں بھی دستیاب ہو جائیں تاکہ انہیں بھی شائع کر دیا جائے۔

محمد خان قادری غفر اللہ تعالیٰ

بسم الله الرحمن الرحيم

تمام تعریف اللہ کی جس نے حق کی مدد فرمائی، اس کے میناروں کو قائم رکھا۔

باطل کو ذلیل اور اس کے معاونین کو پست کیا اور اپنی مخلوق میں سے سیدنا و مولانا محمد ﷺ کو چنا اور منتخب کیا اور آپ ﷺ کے وجود سے ہر وجود کو شرف بخشا اور ہر موجود پر آپ ﷺ کی قدر و منزلت کو بلندی عطا کی اور آپ ﷺ کو شاہد، مبشر، نذیر اور اپنے اذن سے اللہ کی طرف داعی اور سراج منیر بنایا اور آپ ﷺ کو تمام بندوں کی طرف رحمت اور اہل کفر اور عناد کے لیے عذاب بنایا۔

میں حمد کرتا ہوں اللہ کی ان نعمتوں پر جو ان گنت ہیں اور میں شکر کرتا ہوں ان نعمتوں پر جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا، میں اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ وحدہ لا شریک ہے اور یہ شہادت حق اور یقین کی ہے اور سیدنا محمد ﷺ اس کے برگزیدہ بندے اور رسول سید المرسلین، امام المستقین خاتم النبیین، قائد الغر المحجلین (بروز قیامت) چمکدار پیشانیوں والوں کے قائد (اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل اور صحابہ پر ایسے صلوة کا نزول فرمائے جو قیامت تک دائمی ہے۔

حمد و صلوة کے بعد

بندہ جب ابن تیمیہ سے منقول کلام و فتویٰ کے نسخے سے آگاہ ہوا تو مجھ پر اس کے کلام سے صراحتاً اس کا بڑا مقصد واضح ہو گیا وہ یہ ہے کہ قبور انبیاء علیہم السلام، دیگر قبور کی زیارت اور اس کی طرف سفر حرام ہے اور اس کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ متفقہ طور پر معصیت اور حرام ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے اس منقولہ قول کے جواب کے لیے شرح صدر عطا فرمایا اور میں نے اس کی بدعت اور گمراہی کو مٹانے کے لیے فی الفور لکھا۔

تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں کہتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ اس طریقہ پر آسانی عطا فرمائے۔

اس بات کا لکھنے والا شخص خود بھی گمراہ ہے اور گمراہ کر رہا ہے اور وہ خود جہالت کے طریقہ پر چل رہا ہے اور اپنے دعویٰ میں حق سے ہٹا ہوا اور وہ صحیح راہ پر نہیں رہا، وہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے اعلیٰ عداوت اور عناد ظاہر کر رہا ہے ان کی قبور اور دیگر قبور کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دے رہا ہے اور وہ اس منقول صحیح روایت کا مخالف ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا اب تم قبور کی زیارت کیا کرو اور وہاں کوئی غلط بات نہ کرو“ (مسلم ۲۲۶۰)

تو آپ نے مکلفین سے ممانعت کے بعد اس سنگی کو اٹھالیا۔

اصول یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کے بعد حکم لزوم کا تقاضا کرتا ہے جس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ اس حکم کو مباح اور مستحب قرار دیا جائے آپ ﷺ سے یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ شہدائے اُحد اور یثرب غرقہ میں تشریف لے گئے اور یہ ایسا معاملہ ہے جس کا ائمہ عقل میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔

صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو آپ کو اجازت دی گئی اور جب آپ نے اس بارے میں عرض کیا تو قبول کیا گیا۔ (مسلم ۲۲۵۸)

قابل (ابن تیمیہ) آپ ﷺ کے والدہ کی قبر اور دیگر کی زیارت اور آپ کے اس طرف سفر کو کیا کہے گا؟ اگر وہ اسے تحریم پر محمول کرتا ہے تو یہ خود گمراہ اور کافر ہو جائے گا اور اگر وہ اس کو جواز یا استحباب پر محمول کرتا ہے تو اس پر جنت لازم آئے گی اور وہ پتھر کو قلم بنا رہا ہے۔

اور آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے بارے میں ایسی احادیث موجود ہیں جو صحیح ہیں اور ان کے علاوہ ایسی احادیث بھی ہیں جو صحت کے درجہ تک نہیں پہنچتی مگر شرعی احکام پر ان سے استدلال جائز ہے اور ان سے ترجیح حاصل ہو جاتی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت سے نقل مسلسل، اسی طرح کبار علماء مجتہدین سے بھی ایسی چیزیں موجود ہیں جو اس پر شوق و لاتیں ہیں اور اسے مستحب قرار دیتے ہیں اور اس سفر پر جلدی جانے والے کو قابل رشک بتاتے ہیں حتیٰ کہ بعض نے اسے واجب قرار دیتے ہوئے اور مباح اور مستحب سے اس کے درجہ کو بلند رکھا اور اس پر لوگ تو لا اور علماء ہمیشہ سے متفق ہیں انہیں اس کے استحباب میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ ہی اس راستے کوئی ہٹا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ جو آئمہ ہدیٰ میں سے ایک ہیں جن کی سیرت اور علوم کی اقتدا کی جاتی ہے ان کے بارے میں ہے کہ وہ نبی مصطفیٰ ﷺ کی طرف قاصد کے ذریعے سلام بھیجتے اور اس چیز کو وفا اور حسن سلوک قرار دیتے۔

اور اس میں مقصود پر دلیل بھی ہے اور یہ کافی بھی ہے۔

مسند ابن ابی شیبہ میں آپ ﷺ سے ہے ”جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر درود سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے“ (مسند ابن ابی شیبہ ۴۱۰۶)

امام مسلم نے اپنی صحیح (مسلم) میں اس آدمی کے بارے میں روایت کیا جو اللہ کی خاطر اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے سفر کرتا ہے تو فرشتہ اس کے راستے میں گھڑا ہوتا ہے اور اس زیارت کرنے والے کو آگاہ کرتا ہے کہ اس بھائی کی زیارت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کر رہا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ”ایک آدمی جب دوسرے دیہات میں اپنے بھائی کی زیارت کے لیے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے راستے پر ایک فرشتہ کو گھڑا کرتا ہے جب وہ وہاں پہنچتا ہے تو وہ پوچھتا ہے کہ تو کہاں کا ارادہ رکھتا ہے؟ وہ بتاتا ہے کہ اس قریہ میں میرا بھائی ہے میں وہاں جا رہا ہوں وہ پوچھتا ہے کہ کیا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے؟ تو بتایا کہ نہیں میں صرف اسے اللہ کی خاطر چاہتا ہوں، فرشتہ کہتا ہے میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہوں اللہ تعالیٰ تجھ سے اس طرح پیار کرتا ہے جس طرح تو اس بھائی کے ساتھ اللہ کی خاطر محبت کرتا ہے“ (مسلم ۶۵۴۹)

مؤطا امام مالک بن انس رحمہ اللہ ورضی عنہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میری خاطر محبت کرنے والوں کے لیے، میری خاطر بیٹھنے والوں کے لیے میری خاطر ملاقات کرنے، اسی طرح میری خاطر خرچ کرنے والے کے لیے میری محبت ثابت ہوگئی“ (باب ما جاء في المتعجلين في الله)

امام ابو نعیم نے ”حلیۃ الاولیاء“ میں میمون بن سیاہ سے نقل کیا، اس میمون سے بخاری نے روایت لی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ ”کوئی مسلمان بندہ جب اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے بھائی کی زیارت کے لیے آتا ہے

تو آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے تجھے مبارک ہو کہ تیرے لیے جنت کی خوشخبری ہو کیونکہ اللہ عزوجل اپنے عرش کی ملکوت میں فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری خاطر زیارت کی اور مجھ پر اس کی مہمان نوازی ہے اور ہرگز اللہ تعالیٰ جنت سے کم مہمان نوازی پر راضی نہیں ہوتا“ (حلیۃ الاولیاء ۱۲۷:۳)

میرے بھائی، تم نے اپنے بھائیوں کی زیارت کی فضیلت اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ سے فضل اور احسان کی صورت میں زیارت کرنے والوں کے لیے تیار رکھی ہے جان لی تو کیا مقام ہوگا اس ذات کی زیارت کا جو قہقین کے امام اور دارین میں زندہ ہیں جن کی حرمت اللہ تعالیٰ نے وصال کے بعد بھی اسی طرح رکھی ہے جو ظاہری حیات میں تھی اور آپ ﷺ کے شرف میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام اوصاف جمیل عطا کیے ہیں اور آپ ﷺ کی ہدایت کی برکت سے ہی صراط مستقیم کی راہ ملتی ہے اور شیطان ریشم سے ہم محفوظ ہیں۔

اس قائل (ابن تیمیہ) نے یہ ذکر کیا ہے کہ زیارت نبی مصطفیٰ ﷺ کے لیے سفر معصیت ہے اور اس میں نماز کا قصر کرنا حرام ہے یہ امر عظیم کا مرتکب ہوا ہے جس میں اس نے آخر وقت اور کبار علماء کی مخالفت کی ہے اس کی گفتگو کا تقاضا یہ ہے کہ اس نے اس سفر زیارت اور قتل نفوس کے لیے سفر کے درمیان مساوات پیدا کر دی ہیں اور اس پر اسے برا بیختہ کرنے والی چیز اس کا بڑا عقیدہ اور الٹا ذہن ہے یہ اس شخص کی طرح ہے جسے اللہ نے اس کے علم پر اسے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگائی اور اس کی آنکھوں پر پردہ کر دیا کہ اس کا دل حق کو دل پر اترنے والی ظلمت اور قساوت کی وجہ سے قبول نہیں کرتا۔

واضح رہے زیارت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوئے بغیر متصور نہیں ہوتی
 اگرچہ یہ چیز زمین پر چلنے سے ہو یا اڑان سے ہو اس کے بغیر اس کے حصول کو اذعان
 قبول نہیں کرتے اور اس کا ماننا سوائے ہکواس کے کچھ نہیں کیونکہ زائر پر زائر کا اطلاق
 اس کی حرکت اور انتقال اور اس کی جگہ سے نکلنے اور کوچ کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے تو
 قربت کی طرف سفر حرام اور معصیت کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ مقصد اور مطلوب عظیم
 طاعت ہے تو زیارت کی طرف سفر کا تعلق طاعات کے باب ذرائع سے ہے جیسے
 مساجد اور جماعت کے لیے چلنا کاش یہ قائل جان لیتا جو اس کی گفتگو میں خطا اور
 پھسلنا ہے اور اس کی گفتگو تضاد اور غلطی پر مشتمل ہے تو علماء کے سامنے اپنی بری بات
 ظاہر نہ کرتا اور اپنے پروردگار کے لیے رکھتا کیونکہ اس نے متعدد آئمہ سے جواز زیارت نقل
 کیا جن کی طرف علوم دین میں رجوع کیا جاتا ہے، وہ زہد اور تقویٰ میں مشہور ہیں اور
 ان کے مخالف کو شمار نہیں کیا جاتا۔ اور نہ ہی ان کے علاوہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔
 اور اس نے عدم جواز نقل (بشرطیکہ اس کی نقل صحیح ہو) یہ اس سے نقل کیا ہے جن
 پر نہ اعتماد کیا جاتا ہے اور نہ اسے قابل التفات (توجہ) سمجھا جاتا ہے بلکہ وہ بھی اس
 غلطی اور سرکشی میں اسی قائل کے ساتھ متصل ہو گا اور یہ جرأت ہے انبیاء کے مرتبے پر
 جو سراسر گھالے کا موجب ہے اور آخر کلام میں جو اس نے حرام ہونے پر اجماع کا
 دعویٰ کیا ہے یہ اس کی سابقہ گفتگو سے متضاد ہے جو اس نے پہلے بات کہی تو یہ اللہ کی قسم
 اس کی دیوانگی یا اللہ کی طرف سے اس پر کوئی سزا ہے جب اس نے پہلے کہا آئمہ سے
 خلاف کی تصریح کی تو اس کے بعد اُمت کے اجماع کا دعویٰ کیا۔

قاضی امام عیاض (جن کے علوم کے سمندر سے فیض پایا جا رہا ہے) نے لکھا کہ
 ”زیارت نبوی ﷺ ایسی سنت ہے جس پر اتفاق ہے اور ایسی فضیلت ہے جس کی
 طرف جلدی جانے والے کے لیے رغبت ہے“
 (الفتاویٰ: ۸۷۲)

پھر اس کے دعویٰ سے یہ لازم آیا کہ اس کی حرمت و حرام ہونے پر اجماع ہو،
 صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے علماء مجتہدین اس اجماع کو توڑنے والے ہوں اور
 حرام کو پختہ کرنے پر مصر اور وہ ایسے فتاویٰ کے مرتکب ہوں جن پر اقام جائز نہیں اور
 وہ گمراہی پر جمع ہو کر اندھے پن اور جہالت کا شکار ہو جائیں۔

اس قائل کے بہت سے مسائل ہیں جس میں اس نے اجماع کو توڑا ہے ایسے
 فتاویٰ ہیں جن کے ذریعے اس نے ان چیزوں کو مباح کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے
 حرام قرار دیا ہے (یہ مسئلہ طلاق کی طرف اشارہ ہے) اور یہ تنقیص انبیاء اور مقامات
 صحابہ اور اولیاء کو کم کرنے کا مرتکب ہوا ہے اس نے اپنے دعویٰ اور قول میں یقینی طور پر
 تنقیص انبیاء کی ہے لہذا اس کے خلاف کھڑا ہونا اور شریعت اسلامیہ کی تلواریں کا قصد کرنا
 اور اس کی گفتگو کی وجہ سے جو اس کے جرم پر سزا ہوئی ہے اس پر قائم کرنا انبیاء اور
 مرسلین کی نصرت ہے تاکہ یہ عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت بنے اور دیگر
 سرکشوں کے لیے زجر و تنبیہ بن جائے۔ الحمد للہ رب العالمین

8.12.2010 کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے

مسجد رحمانیہ شادمان بوقت رات ۱۰:۰۰

یہ ترجمہ مکمل ہوا

فہرست

مقالہ: نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد لینا

- نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد لینا ۵
- حقائق کے خلاف بلکہ دھاندلی ۶
- اہلسنت کا موقف ۷
- نور سے مراد ذات محمدی ﷺ ۷
- ۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ۷
- ۲۔ امام طبرسی ۸
- ۳۔ امام ابویوسف سمرقندی ۹
- ۴۔ امام ابوالحسن ماوردی کی رائے ۹
- ۵۔ امام واحدی کی تفسیر ۹
- ۶۔ امام ابواسحاق ثعالبی ۱۰
- ۷۔ امام ابو محمد بغوی ۱۰
- ۸۔ امام ابن عطیہ اندلسی ۱۱
- ۹۔ امام ابن جوزی ۱۱
- ۱۰۔ مفسرین کے سربراہ امام رازی کی تفسیر ۱۱

- ۱۱۔ امام سلمی شافعی ۱۲
- ۱۲۔ امام قرطبی کی رائے ۱۲
- ۱۳۔ امام بیضاوی کی رائے ۱۳
- ۱۴۔ امام نسفی ۱۳
- ۱۵۔ امام خازن ۱۳
- ۱۶۔ شیخ ابن تیمیہ ۱۴
- ۱۷۔ امام نظام الدین نیشاپوری ۱۴
- ۱۸۔ امام ابو حیان اندلسی ۱
- ۱۹۔ شہاب الدین خضائی ۱۵
- ۲۰۔ علامہ حقی ۱۵
- ۲۱۔ شیخ محمدی ۱۶
- ۲۲۔ امام نقشب ۱۶
- ۲۳۔ قاضی پانی پتی ۱۷
- ۲۴۔ امام صاوی ۱۷
- ۲۵۔ قاضی شوکانی ۱۷
- ۲۶۔ علامہ آلوسی ۱۸
- ۲۷۔ علامہ قاسمی ۱۸
- ۲۸۔ علامہ بھوپالی ۱۸
- ۲۹۔ علامہ عثمانی ۱۹

۲۴	۱۔ تپا منی شوکانی
۲۵	۲۔ نواب صدیق الحسن بھوپالی
۲۵	۳۔ شیخ ابن تیمیہ
۲۵	۴۔ قاضی سلیمان منصور پوری
۲۵	۵۔ مولوی شہداء اللہ امرتسری
۲۶	۶۔ مولوی وحید الزمان حیدر آبادی
۲۶	۷۔ حافظ محمد لکھوی
۲۶	مختزلہ اہل بدعت کی رائے
۲۶	زنجیری کی تفسیر
۲۷	یہ موقف ضعیف ہے
۲۷	ضمیر کا معاملہ
۲۷	حضور ﷺ مراد کیوں نہیں ہو سکتے؟
۲۸	دونوں کا وصف ایک ہے
۳۱	پہلا اعتراض
۳۵	حق القین کی گواہی
۳۶	حدیث نور کی بازیافت
۳۷	پانچویں بات کا رد
۳۸	چھٹی بات کا رد
۳۸	محدثین اور احادیث میں موافقت

۱۹	۳۰۔ شیخ حوی
۱۹	۳۱۔ علامہ ابو محمد حنفی
۱۹	۳۲۔ شیخ صدیقی کا نزدیک حوی
۲۰	۳۳۔ علامہ رشید رضا
۲۰	۳۴۔ شیخ مراغی
۲۱	۳۵۔ شیخ شبیبہ الحمد
۲۱	۳۶۔ امام اجزی کی کتاب
۲۱	۳۷۔ شیخ ہروی شافعی
۲۲	۳۸۔ امام ابو عمر بن عابد دمشقی
۲۲	۳۹۔ امام برہان الدین بقائی
۲۲	۴۰۔ امام ابوالحسن و عمادی
۲۲	۴۱۔ امام سیوطی رحمہ اللہ
۲۲	۴۲۔ امام شافعی مالکی
۲۳	۴۳۔ امام محمد بن عادل دمشقی
۲۳	۴۴۔ امام برہان الدین بقائی
۲۳	۴۵۔ امام ابوالحسن و عمادی
۲۳	امام سیوطی رحمہ اللہ
۲۳	امام شافعی مالکی رحمہ اللہ
۲۳	اپنے اکابرین کی بھی سن لیجیے

مقالہ ۲: رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ

۴۹	لفظ لك کی افادیت
۵۰	آپ بلند یوں نہیں بلکہ مالک ہیں
۵۲	رفعت آپ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتی ہے
۵۳	رفعت ذکر کی صورتیں
۵۴	جب بھی اللہ کا ذکر ہوگا آپ ﷺ کا ذکر بھی ہوگا
۵۴	اے محبوب تیرے ذکر کے بغیر میرا ذکر ایمان نہیں بنتا
۵۵	اذان اور ذکر رسول ﷺ
۵۶	کر و ارض پر ایک سینکڑ بھی بغیر اذان نہیں گزرتا
۵۹	اے محبوب تیرے ذکر کو میں اپنا ذکر قرار دیتا ہوں
۶۰	کائنات کے ہر ذرے پر اسم محمد ﷺ لکھا ہے
۶۰	عرش اعظم کی زینت نام محمد ﷺ
۶۲	جنت کے دروازے پر نام محمد ﷺ
۶۲	پتہ پتہ بوٹا بوٹا نام تمہارا جانے ہے
۶۳	لوح محفوظ کی پیشانی کا جھومر۔۔۔ اسم محمد ﷺ
۶۴	ہر شے جو مصروف تسبیح ہے، اسم محمد ﷺ سے مزین ہے
۶۵	اب تیرا نام بھی آئے گا میرے نام کے ساتھ
۶۶	وللاخرة خير لك من الاولى بھی رفعت ذکر کا ایک نظارہ ہے

مقالہ ۳: درود و سلام کی فضیلت

۷۱	کتاب اور مصنف کتاب
۷۲	نام
۷۲	منصب قضا
۷۲	علمی مقام
۷۲	امام بخاری کے معاصر اور ہم شیخ
۷۲	درود شریف پر پہلی کتاب
۷۳	السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته
۷۳	جزاراقدس کو مس کرنا
۷۳	بوقت حاضری قبلہ کی طرف پشت کرنا
۷۴	ترجمہ کتاب
	مقالہ ۴: تحفہ درود و سلام
۱۰۷	ابتدائیہ
۱۰۷	سب سے پہلی کتاب
۱۰۸	دوسری کتاب
۱۰۸	مصنف کا تعارف
۱۰۸	دیگر تصانیف
۱۰۹	کتاب کا ترجمہ

۱۴۲	مسجد میں آتے جاتے درود و سلام
۱۴۲	وضو اور درود و سلام
۱۴۳	کان کے سن ہونے پر درود
۱۴۳	دعا اور درود و سلام
۱۴۳	درود و سلام بھولنے والا جنت کا راستہ بھول گیا
۱۴۴	اجتماع اور درود و سلام
۱۴۵	غیر نبی کے لیے دعا
۱۴۷	مقالہ ۵: حدیث توسل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں
۱۴۹	اٹل بدعت کا انکار
۱۵۰	متعصب کا شبہ
۱۵۱	چند امور کا تذکرہ
۱۵۱	امراول، ابن حبان کی طرف سے نسبت غلط ہے
۱۵۱	امریکانی، امام سیوطی رحمہ اللہ راوی نہیں
۱۵۲	اخراج اور خرج میں فرق
۱۵۲	امریثالث، لفظ جد ہضم کر لیا
۱۵۳	امریثالث: الفاظ حدیث میں کمی بیشی
۱۵۳	امریثالث
۱۵۵	امریثالث: امام حاکم پر حملہ

۱۰۹	کتاب کی طباعت
۱۱۱	صحاہ کو صلوات و سلام کی تعلیم
۱۴۳	روز قیامت رسول اللہ ﷺ کے سب سے قریب شخص
۱۴۴	ہر جگہ سے تمہارا درود و سلام مجھ کو پہنچتا ہے
۱۴۵	درود نہ پڑھنے والا بخیل ہوتا ہے
۱۴۵	اللہ کی طرف سے درود و سلام
۱۴۶	دس درجات بلند
۱۴۷	دس گناہ معاف
۱۴۸	درود کفارہ ہے
۱۴۸	درود کو قوت ہے
۱۴۸	دس نیکیاں بھی
۱۴۲	دس غلاموں کی آزادی
۱۴۳	ہر وقت درود و سلام
۱۴۵	صبح و شام درود و سلام
۱۴۵	جمعہ کے دن درود و سلام
۱۴۷	درود نہ پڑھنے والا برباد ہو جائے
۱۴۸	دیگر رسولوں پر سلام
۱۴۹	آپ کے لیے مقام وسیلہ کی دعا پراجر
۱۵۰	اذان کے بعد دعائے وسیلہ

امرسالغ: حافظ ابن حجر کی تحقیق

۱۵۵

امام سیوطی ہجری کی گفتگو

۱۵۶

امرتامن

۱۵۶

قابل توجہ چند امور

۱۵۸

امراول

۱۵۸

امرتانی

۱۵۹

دوسری دلیل

۱۵۹

امرتالث

۱۶۰

امردایغ

۱۶۰

امرخامس

۱۶۰

امرسادس

۱۶۱

امرسالغ

۱۶۱

امرتامن

۱۶۲

امرتاسع

۱۶۳

امرعاشر

۱۶۷

اس پر دلیل

۱۶۷

گیارہواں امر

۱۶۸

بارہواں امر

۱۶۸

اس پر چھ دلائل

۱۷۰

ایک اور شاہد

۱۷۷

ایک اور بات پر تنبیہ

۱۸۰

مقالہ ۶: ارض خدا ملکیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۸۳

محتاج ہے ساری خدائی تیرے در کی

۱۸۷

شرقی و غرب کے جن و انس کی ذمہ داری

۱۸۸

احادیث مبارکہ

۱۸۹

آئینہ امت کی آرا

۱۹۳

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم

۱۹۷

میں خازن ہوں

۱۹۷

حذف مفعول کی وجہ سے عموم

۲۰۱

عموم پر دو دلائل

۲۰۱

حضرت تمیم داری کا واقعہ

۲۰۸

امام غزالی کا فتویٰ

۲۱۰

حدیث مبارکہ سے تائید

۲۱۰

امام شعرانی اور قسطلانی کی تائید

۲۱۲

امام ابن العربی اور سبکی کی تائید

۲۱۲

مقالہ ۷: مسئلہ ترک

۲۲۱

انتساب

۲۲۲	ضرورت مقالہ
۲۲۳	عالم اسلام کا عظیم محدث و مفکر
۲۲۲	حکم شرعی کسے کہتے ہیں؟
۲۳۲	فرض یا واجب
۲۳۲	حرام
۲۳۳	مندوب
۲۳۳	ترک کی تعریف
۲۳۳	ترک کی وجوہ
۲۳۳	عادت ترک فرمایا ہو
۲۳۳	نیسانا ترک فرمایا ہو
۲۳۳	امت پر فرض ہونے کے خوف کے پیش نظر ترک فرمایا ہو
۲۳۳	آپ نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ہو
	عمومی آیات یا حدیث کے حکم کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے ترک فرمایا ہو
۲۳۵	اس لیے ترک فرمایا ہو کہ کہیں نو مسلم لوگوں کو غلط فہمی پیدا نہ ہو
۲۳۵	ترک حرام ہونے پر دلیل نہیں ہوتا
۲۳۶	امام ابو سعید بن لب اور ضابطہ
۲۳۶	شیخ ابن حزم کی تائید
۲۳۸	اس کے ضابطہ ہونے پر دلائل

۲۳۹	غیر پسندیدہ اقوال
۲۴۰	ابن تیمیہ کی گفتگو
۲۴۰	تحقیقی رد
۲۴۱	یہ حدیث صحیح ہمارے موقف کے خلاف نہیں
۲۴۲	ترک کا تقاضا کیا ہے؟
۲۴۳	اشتہاء کا ازالہ
۲۴۳	عیدین کے لیے اذان کا بدعت، ہونا مسلمہ ہے مگر دو مسائل میں التباس
۲۴۳	مذکورہ قاعدہ کا احادیث سے ثبوت
۲۴۶	حمت کلام
۲۴۷	ترک کی مثالیں
۲۶۹	مقالہ ۸: آثار رسول کی عظمتیں
۲۷۳	سیدنا ابو بکر صدیق کی نسبت مصطفیٰ سے محبت
۲۷۳	حضرت علی کی تبرکات مصطفیٰ سے محبت
۲۷۳	اس میت کی تفصیل شدہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی یوں فرماتے ہیں
۲۷۴	ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی تبرکات نبوی ﷺ سے محبت
۲۷۴	خادم رسول حضرت انس بن مالک کی آثار شریفہ سے محبت
۲۷۵	امام محمد بن سیرین تابعی اور تبرک نبوی ﷺ سے محبت
۲۷۵	کفن بھی اس مبارک پسینہ سے معطر ہوا

۲۷۶	حضرت معاویہ کی آثار نبوی ﷺ سے محبت
	یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے جسم کے ساتھ مس کرنے والے کپڑے
۲۷۷	میں کفن و بیچے
۲۷۸	حضور ﷺ سے ایک صحابی کا کفن کے لیے چادر مانگنا
۲۷۸	ایک صحابی کا آثار شریفہ سے محبت
۲۷۸	حضرت ابو مخذومہ الجمعی اور نسبت مصطفیٰ کا ادب
۲۷۹	حضرت خالد بن سعید بن العاص اور آثار نبوی ﷺ
۲۷۹	حضور ﷺ کا عمامہ مبارک میرے کفن میں رکھ دینا
۲۸۰	نبی کریم ﷺ نے اپنے تبرکات خود بھی تقسیم فرمائے
۲۸۰	ساری دنیا ایک طرف نسبت محبوب ایک طرف
۲۸۰	تبرکات نبوی ﷺ کی فکر اور خالد بن ولید
۲۸۰	حضور ﷺ کے تبرکات کی بے ادبی کفر ہے
۲۸۱	نسبت کے لیے شہرت ہی کافی ہے
۲۸۱	خصوصاً نعلین شریف کے متعلق صحابہ کرام اور بزرگوں کے اقوال
۲۸۱	حضرت عبد اللہ بن مسعود اور نعلین نبوی ﷺ
۲۸۱	نعلین شریف کے نقش کی برکات
۲۸۱	ورد کافی الفور ختم ہو جانا
۲۸۲	غزینہ برکات و دافع الہلیات
۲۸۲	نظر اور چادو سے نجات

۲۸۲	زیارت رسول ﷺ کا وسیلہ
۲۸۲	حفظ وامان کی ضمانت
۲۸۲	وقار و عزت کا حصول
۲۸۳	شفائے بیمار اں
۲۸۳	ساری دولت نعلین شریف پر تصدیق
۲۸۴	اہل دمشق مصائب کے وقت اس نعلین پاک کی طرف رجوع کرتے
	مقالہ ۹: اسلام اور خدمت خلق
۲۸۹	پیش لفظ
۲۹۱	اسلام اور خدمت خلق
۲۹۲	۱۔ مسلمان سے تکلیف دور کرنا
۲۹۲	۲۔ تنگ دست کے لیے آسانی پیدا کرنا
۲۹۳	۳۔ مسلمان کے عیوب پر پردہ
۲۹۳	۴۔ مسلمان بھائی کی مدد
۲۹۳	دس سالہ اعتکاف سے بہتر
۲۹۵	پچھتر کا دعا کے لیے تقرر
۲۹۵	ہر قدم پر گناہ معاف اور وردہ بلند
۲۹۶	گناہوں سے پاکیزگی
۲۹۶	روز قیامت ثابت قدمی

اللہ کے عذاب سے محفوظ

۲۹۷

دوزخی کے لیے شفاعت

۲۹۷

نعمتوں کا چھن جانا

۲۹۸

بھوکے کو کھانا کھانا

۲۹۸

سب سے بہتر اسلام

۲۹۹

جنت میں اعلیٰ رہائش

۲۹۹

گناہ جھڑتے ہیں

۳۰۰

سب سے افضل صدقہ

۳۰۰

جنت کے خصوصی دروازہ سے داخلہ

۳۰۰

دخول جنت کا سبب

۳۰۱

لقمہ پہاڑ کی مانند

۳۰۱

کھانا کھانے سے تین آدمی جنتی

۳۰۱

اللہ تعالیٰ فخر فرماتا ہے

۳۰۲

دوزخ اور سات خندقیں

۳۰۲

اللہ تعالیٰ کے محبوب کا عمل

۳۰۲

جنت کا پھل

۳۰۳

عرش کا سایہ

۳۰۳

جنتی خصائل

۳۰۳

رب کریم کا فرمان مجھے کھانا کیوں نہ کھایا

۳۰۴

مخلوق خدا کو پانی پلانا

۳۰۵

پیارا سنا اور بخشش

۳۰۵

پانی کا صدقہ

۳۰۶

مخلوق کو پانی پلاؤ

۳۰۶

پانی کا انتظام

۳۰۶

پانی کے انتظام پر ثواب

۳۰۶

لو چیزوں کا صدقہ جاریہ

۳۰۷

منجھ کو کپڑا پہنانا

۳۰۷

مسلمان کو خوش کرنا

۳۰۸

بخشش کا ذریعہ

۳۰۹

افضل عمل

۳۰۹

اللہ تعالیٰ کی خوشی

۳۰۹

مقالہ ۱۰: مولانا عبدالحی لکھنوی کی حیات و خدمات

خاندانی پس منظر

۳۱۵

علمی خاندان

۳۱۵

علماء کا مرکز

۳۱۶

آپ کے والد اور استاد مولانا عبدالحلیم لکھنوی

۳۱۶

آغاز تدریس

۳۱۷

مدرسہ امامیہ حنفیہ میں

۳۱۷

مدرسہ نظامیہ میں

۳۱۷

زیارت حرمین شریفین

۳۱۷

۳۱۷	وصال
۳۱۸	تصانیف
۳۱۸	علامہ کی ولادت
۳۱۸	نام، کنیت و نسب
۳۱۹	لکھنوی، تعلیم و تربیت
۳۱۹	حفظ قرآن، تحصیل علوم
۳۱۹	سترہ سال کی عمر میں فراغت
۳۲۰	والد گرامی سے حصول علم
۳۲۰	تدریس و تالیف سے محبت
۳۲۱	مطالعہ سے محبت
۳۲۱	آدھی رات تک
۳۲۱	۱۲ سال کی عمر میں سلسلہ تصانیف
۳۲۱	عقد نکاح
۳۲۱	زیارت حرمین شریفین
۳۲۱	علامہ کا مسلک
۳۲۲	مسلک اعتدال
۳۲۲	مخالف کا احترام
۳۲۳	نواب صدیق حسن کا اعتراف
۳۲۳	خدمت فقہ حنفی
۳۲۳	وصال

۳۲۳	نماز جنازہ
۳۲۳	مزار اقدس
۳۲۳	انتالیس سال عمر
۳۲۵	اہل علم و فضل کی نظر میں
۳۲۷	تصنیف و تالیف
۳۲۷	تصانیف کی تعداد
۳۲۸	الرافع والتکمیل فی الجرح والتعديل
۳۲۹	التعلیق الدمجد علی موطا الامام محمد
۳۲۹	خبیر الخیر فی اذان خیر البشر
۳۲۹	الاجوبة الفاضلة للاسئلة العشرة الكاملة
۳۳۰	الاثار المرفوعة فی الاخبار الوضوء
۳۳۰	شرح الحصن الحصین
۳۳۰	ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی
۳۳۰	دافع الوسواس فی اثر ابن عباس
۳۳۰	اصول فقہ پر کتب
۳۳۱	فقہ حنفی پر کتب
۳۳۲	خواشی
۳۳۵	مقالہ ۱۱: کیا سگ مدینہ کھلوانا جائز ہے؟
۳۳۷	انتساب
۳۳۸	وجہ تالیف

اللہ و رسول کا ہر حکم ماننا ضروری ہے
 فہم قرآن کا اہم اصول
 موجودہ دور کی چند مثالیں
 عورت کی سربراہی
 بشریت انبیاء علیہم السلام
 توضیح
 مسئلہ علم غیب
 زیر بحث مسئلہ میں
 قرآنی تعلیمات کا ایک پہلو
 انسان مجبور و ملائکہ ہے
 انسان کی دیگر مخلوقات پر فضیلت
 انسان کی کامل حالت پر تخلیق
 انسان کی تخلیق بہترین صورت
 شرافت و بزرگی مشروط ہے
 قرآنی تعلیمات کا دوسرا پہلو
 خواہش نفس کی اتباع کرنے والے کو قرآن نے کتنے کی مثل قرار دیا
 رجل سوء کتنے سے بدتر ہوتا ہے
 شیخ شہاب الدین سہروردی کا قول
 کتنے کے ساتھ تمثیل کی وجہ

۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۳
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۰
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۳
۳۵۳

صاحب تفہیم القرآن کا اہم نوٹ
 بلکہ کتنے سے بھی بدتر
 دنیا کا طالب کتا ہے
 مجزوا ہوا انسان ذلیل ترین مخلوق
 ناشکر انسان ظالم ہے
 انسان ظلم و جاہل ہے
 شاہ عبدالقادر رقیطراز ہے
 بے عمل علماء گدھے کی مانند ہیں
 قرآن اور سب اصحاب کہف
 چرواہے کے کتنے نے اصحاب کہف کا دین اختیار کر لیا
 میں اللہ کے مجبوبوں سے پیار کرنے والا ہوں
 تم سوچانا میں تمہارا پیہرہ دوں گا
 قرآن اور اہل اللہ سے محبت رکھنے والے کتنے کا ذکر
 قرآن اور تذکرہ سب اصحاب کہف
 سب اصحاب کہف جلتی ہے
 علامہ الوہی کا اہم نوٹ
 امام محمد بن احمد قرطبی کا اہم نوٹ
 شیخ سعدی اور سب اصحاب کہف
 اپنے منہ سے اپنی طلبات و بزرگی جائز نہیں

۳۵۴
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۸
۳۵۹
۳۵۹
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۳
۳۶۳
۳۶۵
۳۶۷
۳۶۸

۳۷۸	کاش میں مٹی ہوتی
۳۷۸	کاش میں درخت کا پتہ ہوتی
۳۷۸	کاش مجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا
۳۷۹	کاش میں گھاس ہوتی
۳۷۹	کاش میں درخت ہوتا
۳۷۹	کاش مجھے فوج کروایا جاتا
۳۷۹	کاش مجھے اللہ بصورت درخت پیدا کر دیتا
۳۸۰	کاش میں یہ ستون ہوتا
۳۸۰	کاش میں یہ تنکا ہوتا
۳۸۰	کاش میں پیدا نہ کیا جاتا
۳۸۰	کاش میری والدہ مجھے نہ ملتی
۳۸۱	حضرت عثمان اور خشیت الہی
۳۸۱	کاش میں ایک بال ہوتا
۳۸۱	کاش میں اونٹ کی ہڈی ہوتا
۳۸۲	کاش مجھے گندگی میں ادا دیا جاتا
۳۸۲	میں نے کثیر ظلم کیے
۳۸۲	ظلم منافق ہو گیا ہے
۳۸۲	ہماری حالت بھی یہی ہے
۳۸۵	حضرت عمر فاروق کا سوال کیا میں منافق تو نہیں ہوں؟

۳۶۹	خود فیصلہ کیجیے!
۳۶۹	خوف الہی کا ایک احسن و عجیب منظر
۳۶۹	سیدنا آدم علیہ السلام اور طلب معافی
۳۷۰	سیدنا کلیم اللہ کی دعا و مغفرت
۳۷۱	سیدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح
۳۷۱	اللہ تعالیٰ نے کیوں منع نہ فرمایا
۳۷۱	کیا حیوانات سے بدتر اس سے کم تر ہے
۳۷۲	تواضع و انکساری کی معراج
۳۷۳	اگر اللہ کی رحمت مجھے نہ ڈھانپ لے
۳۷۳	ہمیں مقام محبوبیت سامنے رکھنا چاہیے
۳۷۵	صحابہ کرام اور خوف و خشیت الہی
۳۷۵	کاش میں بھیڑ کا بچہ ہوتا
۳۷۵	کاش میں راکھ ہوتا
۳۷۶	کاش میں روز قیامت نہ اٹھایا جاؤں
۳۷۶	میں راکھ ہونا پسند کروں
۳۷۶	عبداللہ بن رویشہ کہا جائے
۳۷۷	تم دو بھی میرے پیچھے نہ چلو
۳۷۷	کاش میں پتھر ہوتی
۳۷۷	کاش میں درخت ہوتی

- کیا میں ان میں سے ہوں؟ ۳۸۶
- غور تو کیجیے! ۳۸۸
- تو اضعاف گنہ گار اور بات ہے ۳۸۸
- اللہ و رسول کا شیر ۳۸۸
- اسد اللہ حضرت علی کا لقب ہے ۳۸۹
- اللہ کی تلوار ۳۸۹
- اے مٹی کے باپ اٹھ ۳۸۹
- اس کیفیت کی پسندیدگی ۳۹۰
- اے بلیوں کے باپ ۳۹۰
- تو کشتی ہی ہے ۳۹۰
- تم تو بوجھ اٹھانے والا اونٹ ہو ۳۹۱
- تم تو سراپا گلاب ہو ۳۹۱
- ایک صحابی کا لقب حمار ہے ۳۹۲
- کاش جامی تیرے کتے کا نام ہوتا ۳۹۴
- امام اہل محبت اور سنگ بے ہنر ۳۹۵
- سلطان العارفین حضرت سلطان باہو ۳۹۶
- تینڈے دردے کتیاں نال ادب ۳۹۷
- آپ کے سنگ کے ساتھ نسبت بے ادبی ہے ۳۹۸
- حضرت عبد اللہ بن مسعود اور سنگ عمر سے محبت ۴۰۰

